بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشکول حکایات

جس میں ہزاروں صفحات سے چنے ہوئے دلچسپ واقعات، عبرت انگیز قصے، علمی لطائف، گراں قدر مفید نصائح، زہد و استغنا، ادب واحترام، حق پسندی، خشیت الٰہی، اخلاق حمیدہ، وقت کی قدر اور ان جیسے زریں روح پرور مضامین موثر انداز میں منتخب کیے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے قاری کے ذہن میں علم وعمل کے حوالے سے ایک نیا ولولہ اور احساس پیدا ہوگا..........

پیش لفظ: مولانا عبد القیوم حقانی

تالیف: مولانا سعید الحق جدون

کشکول حکایات

جس میں ہزاروں صفحات سے چنے ہوئے دلچسپ واقعات، عبرت
انگیز قصے اور علمی لطائف موثر انداز میں منتخب کیے گئے ہیں، جو کہ
قارئین حضرات کو ایک نئے عزم کا احساس دلائے گا۔

تالیف

مولانا سعید الحق جدون

مکتبہ رشیدیہ پشاور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	کشکول حکایات
تالیف	مولانا سعید الحق جدون
سن اشاعت	۲۰۱۰ء
طبع دوم:	۲۰۱۶ء
تعداد	۱۱۰۰
کمپوزنگ	فضل حمید چترالی
ناشر	مکتبہ رشیدیہ پشاور

انتساب

ساری زندگی سفید پوشی میں گزرنے والے والد محترم حضرت مولانا عبدالواحد نوراللہ مرقدہ کے نام.......... جن کے شفقتوں سے میرے بچپن کی معصوم یادیں وابستہ ہیں۔ جن کے آغوشِ شفقت اور سایہ عاطفت میں، میں نے نحو میر سے لے کر جلالین تک تمام کتابیں پڑھیں......

دوران درس ایک دن جب میں نے کشکول حکایات کا تذکرہ کیا تو شفقت بھرے لہجے میں فرمایا........

بیٹا! میں تصنیف وتالیف کے میدان کا آدمی تو نہیں ہوں، لیکن ایک مشورہ ضرور دیتا ہوں کہ ایسا مواد اکٹھا کریں جو قارئین کی اصلاح کا باعث بنے اور ان کو ایک عزم کا احساس دلائے......

افسوس کہ حضرت کی زندگی میں یہ کتاب نہ چھپ سکی آج بعدِ مرگ ان کی تمنا کی صورت میں یہ کتاب منظرِ عام پر آرہی ہے۔

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
انتساب	۳
تبرکات، تاثرات اور دعائیہ کلمات	۱۳
پیش لفظ	۱۴
حرف آغاز	۱۹
ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی	۲۱
علم سوال سے ہوتا ہے	۲۴
شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی	۲۷
قوت حافظہ اور نسیان	//
مجھے کتابوں کے ادب نے کشمیری بنایا	۲۸
امام ابو حنیفہؒ کا قیاس	۲۹
حضرت قتادہؓ سے امام ابو حنیفہؒ کا سوال	//
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ثمرہ	۳۰
طلبہ کی جوتیاں	//
آج سوت کا کیا بھاؤ ہے؟	۳۱
دور فاروقیؓ کی ایک جھلک	//
خواب میں حضور ﷺ کا دیدار	۳۳
حجاج بن یوسف کے آخری کلمات	//

استاد کے موت کا صدمہ ۳۴
کیا میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا؟ ...... //
حکم کی تعمیل ۳۵
شفیق معلم ۳۶
ہمارے اسلاف ...... //
ایک ہی کرتا ...... //
سردار دو عالم ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت ۳۷
جواب لاجواب ...... //
کرامت ۳۸
عدل عثمان ...... //
طلاق واقع نہیں ہوئی ہے ۳۹
ایک ہی قباء ...... //
ہندوستانی جوتا ۴۰
شاہی عتاب سے بچانے کی التجاء ...... //
انسان اور شیطان کا مقابلہ ۴۱
احترام علم ...... //
ادب ۴۲
یاثور ...... //
حق پسندی ...... //
مومن کی فراست ۴۳
انبیاء کی ایجادات ...... //
چار قسم کے دل ...... //

یہ کونسی کتاب ہے ۴۴

زیادہ محتاج .... //

خوف الٰہی کا غلبہ ۴۵

اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ .... //

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علمیت .... //

امام ابو یوسفؒ کی فقاہت ۴۶

کتابت حدیث میں انہماک ۴۷

امام ابو حنیفہؒ کی دیانت .... //

سالن گرم کرنے کا معاوضہ .... //

زہد و استغناء ۴۸

علم کسی کے پاس نہیں جاتا .... //

علماء اور خدام میں فرق ۴۹

ماں کی معافی .... //

مسائل کے استنباط میں شب بیداری ۵۰

لطیف شکایت اور اس کا حکیمانہ ازالہ .... //

کرامت ۵۱

کلمہ کی فضیلت .... //

حاضر جواب بدوی ۵۲

اللہ کے نام کا ادب .... //

ابو اللیث سمرقندی کا لقب ۵۳

عرش کے سایہ میں .... //

روزمرہ پانچ نمازیں ایک وضوء سے ۵۴

نعمت کی ناقدری ۵۴

مصنوعی دیوانگی ۵۵

مجھے موت کی کیا پروا //

دیار محبوب کے دو پروانے ۵۶

شیخ عبداللہ مجذوم اور انکی اہلیہ //

عبدالرحمان ابن ابی حاتم کا علمی شغل ۵۷

سوال جواب //

عقل و خواہش //

ایماندار چرواہا ۵۸

لغت کی کتابیں ۵۹

طلب کا راستہ //

ادب کا تقاضا ۶۰

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت //

خطرہ موجود ہے ۶۱

باپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح //

لاکھوں میں ایک ۶۲

آمدورفت کا کرایہ ۶۳

کمال جرأت //

خدائی وارلس //

امام ترمذی کا حافظہ ۶۴

قبر کی ہولناکی //

۳۔ ایک قلم کے لئے ۶۵

انگلیوں سے دودھ نکلنا ۶۵

مصافحہ نہیں بلکہ معانقہ .... //

صبر کی تصویر .... //

حضور ﷺ کا معجزہ ۶۶

بات کا سلیقہ .... //

سادگی اور مخلوق خدا کا خیال ۶۷

اندھی بڑھیا کی خدمت ۶۸

ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال .... //

حضرت عمرؓ کا تقویٰ ۶۹

دور کی گالیاں .... //

دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط .... //

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب کلام ۷۰

زیب النساء مخفی کا ایرانی شہزادے کے مصرعے کو مکمل کرنا ۷۲

مشکل مسئلے کا حل ۷۳

ایک دیہاتی صحرائے عرب کی تقسیم طعام (کھانا) ۷۴

خوابوں کی تعبیر ۷۵

واقعہ امام ابوداؤدؒ ۷۶

مشکل سوال آسان جواب ۷۷

واک آؤٹ کا شرعی ثبوت ۷۹

سچی توبہ .... //

ننگے پاؤں ۸۰

مطالعہ .... //

پیکر اعتدال ۸۱

۱۸۔ بایزید بسطامیؒ کے ہاتھ پر پادری کا قبول اسلام .... //

مطالعہ کا شوق ۸۲

بہلول کی شرط ۸۳

امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت .... //

ایک عالم کے امتحان کی حکایت ۸۴

عربی زبان کے بے مثال مرثیہ گو شاعر ۸۷

کچھ درید بن الصمہ کے بارے میں ۸۹

حضرت عاتکہؓ کے شوہر کی شہادت ۹۰

حضرت ابن عباسؓ کی ذکاوت ۹۲

قاضی ایاسؒ کی فراست ۹۳

چند ڈاکوؤں کی حکایت ۹۴

منطقی بھٹیارہ ۹۵

اللہ تعالیٰ رازق ہے ۹۶

دنیا اور آخرت کی حقیقت .... //

ننانوے قتل ۱۰۰

انوکھی ترکیب ۱۰۱

ابو منصور کی دلیری ۱۰۲

تقویٰ کا کرشمہ ۱۰۳

رئیس بصرہ ۱۰۴

انوکھی وصیت .... //

محدثین کی خبر لو ۱۰۵

امام احمد ابن حنبلؒ کا رات بھر علم کیلئے جاگنا ۱۰۶
امام بخاریؒ کا علم کی خاطر برہنہ رہنا ۱۰۸
بچوں کی غیرت ایمانی .... //
بے نیاز لوگ ۱۰۹
مفتی اعظمؒ کی تواضع اور خدمت خلق ۱۱۰
میری قبر میں پانی آ رہا ہے ۱۱۱
"فیصلے" .... //
ٹی وی، دیکھنے کا عبرتناک انجام ۱۱۳
دلیر چرواہا ۱۱۴
امام ابو یوسف کی وسعت قلبی ۱۱۶
اسلام سے اخلاقی تبدیلی ۱۱۸
جامع مسجد قرطبہ .... //
خوش فہمی سے شرمندگی تک ۱۱۹
جسد ﷺ کو نکالنے کی مکروہ سازش .... //
ستائیس دن میں حفظ قرآن! ۱۲۲
ایفائے عہد .... //
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں رفیق ۱۲۳
نعمت کا شکر ۱۲۴
بشر حافی کے پہلو میں قبر .... //
علم الانساب میں کلبی کی مہارت ۱۲۵
شجاعت اور بہادری کا ایک عجیب قصہ ۱۲۶
بچھو سانپ اور اللہ کی قدرت ۱۲۷

امام ابو یوسفؒ نے ہارون رشید کے خلاف فیصلہ دیا ۱۲۸

امام احمد حنبلؒ کی کرامت ۱۳۰

آئے تھے ان کو ڈھونڈنے خود بھی بے خبر ہو گئے ۱۳۲

ذہانت ۱۳۳

ایک خوفناک سزا ۱۳۴

وقت کی قدر ۱۳۵

خوشی .... //

عجیب وغریب گھر ۱۳۶

رقیق القلب سلطان .... //

سنت کی تابعداری ۱۳۷

قصہ اسود راعی رضی اللہ عنہ .... //

ایمی سے آمنہ تک ۱۳۸

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی استقامت ۱۴۰

حسن سلوک ۱۴۱

بیٹے کی پڑھائی پر باپ کی بخشش ۱۴۲

ایک بدوی کا قصہ ۱۴۳

حقیقی بادشاہت .... //

صحابہ کی گستاخی کی سزا ۱۴۴

جنید کو کس چیز نے جنید بغدادیؒ بنایا؟ ۱۴۵

موت ہر حال میں آئے گا .... //

قصہ ایک معصوم سید کا ۱۴۷

ایک کنیز کی بلاغت ۱۴۹

تین عقل مند باندیاں ۱۵۰

پھل بیچنے والی عورت کا جواب ...... //

عورتوں نے شاعر کو لاجواب کر دیا ۱۵۱

مہکتی قبریں ...... //

نسخہ ۱۵۲

پندرہ دوست دس دشمن ...... //

سچائی ۱۵۳

گواہ ...... //

رسم نہ پڑ جائے ۱۵۴

دعا یا بدعا ...... //

حضرت لقمان کی وصیتیں ...... //

اخلاق کی قوت ۱۵۵

دوستوں کی عید ۱۵۶

انقلاب زمانہ ۱۵۷

مجنوں کی دانائی ...... //

سعدی اور اسکے رفیق حیات کی وفا ۱۵۸

کتابیات ۱۵۹

تبرکات، تاثرات اور دعائیہ کلمات

شیخ الحدیث مولانا حمد اللہ جان مدظلہ

فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی محمد فرید رحمہ اللہ☆

میں نے کتاب کشکول حکایات کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا جس کی تالیف مولانا سعید الحق صاحب نے کی ہے۔ ان واقعات کو میں نے بہت مفید پایا، اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ صالحین کی حکایات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے ایک سائل نے پوچھا، اس پر آپ کے پاس کونسی دلیل ہے تو آپ نے فرمایا اس کی دلیل قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وکلاً نقص علیك من أنباء الرسل مانثبت به فؤادك﴾ ”پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں، اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بزرگان دین اور صالحین کے واقعات سے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح جنگ کے وقت لشکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو قبولیت سے نوازیں اور اس کتاب کو ان کے لئے سعادت دارین کا سبب بنائے آمین۔ امین امین لاأرضی بواحدۃ حتی اضم إلیھا الف امینا

☆فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی محمد فرید رحمہ اللہ نے اس تقریظ کو دیکھ کر تحریر فرمایا: مولانا حمد اللہ جان صاحب سے میرا اتفاق ہے۔ ان کی تقریظ کو میں اپنا تقریظ قرار دیتا ہوں۔

پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام علی خاتم الرسالة

مخدوم زادہ ذی قدر حضرت مولانا سعید الحق صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، ایک جید عالم دین اور عظیم والد کے عظیم فرزند ہیں، ان کے والد محترم کی خواہش تھی کہ موصوف تحصیل وتدریس علم کے ساتھ ساتھ تحریر وقلم کے میدان میں بھی قدم رکھیں، یہ ان کی دعا بھی تھی اور یہی ان کی دل کی دھڑکن بھی، اللہ پاک نے ان کی دعائیں اور تمنائیں قبول کرلیں، آج موصوف قلم کے حوالے سے ایک علمی، ادبی اور تاریخی شہ پارہ منظر پر لا رہے ہیں۔

کشکول حکایات واقعتا اپنے نام کا مصداق ہے، جس میں اولیاء، علماء، صلحاء اور اہل اللہ کے حسین واقعات، روح پرور حکایات اور تجربات ومشاہدات کا عطر کشید کر کے رکھ دیا گیا ہے، اس سے قبل حضرت مفتی اعظم پاکستان شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی کشکول، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی حکایات اولیاء، اور احقر کی ”علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات“ منظر عام پر آ چکے ہیں، کشکول حکایات بھی اسی سلسلے کی ایک مقدس، علمی، ادبی اور تاریخی بلکہ سنہری کڑی ہے۔

مولانا سعید الحق جدون لائق تحسین وتبریک ہیں کہ ان کا پہلا قلمی کام تاریخی اور علمی کام ہے، جب ان کے نقش اول کا یہ عالم ہے تو نقش ثانی وثالث کا کیا عالم ہوگا، میری ان سے درخواست بھی ہے اور ان کے کیلئے دعا بھی کہ وہ ہمت کر کے آگے بڑھیں اور میدان علم وادب میں اپنی صلاحیت اور قلم کی جولانیاں دکھائیں۔

مولانا موصوف ماہنامہ ”پیام حق“ میں بھی مسلسل لکھ رہے ہیں، موصوف کے یہی علمی ادبی، تاریخی مقالے بھی اگر مرتب کر کے شائع کر دیئے جائیں، تو یہ بھی علم وقلم اور ادب کے لحاظ سے شہ کار

نثری کام ہوگا۔

القاسم اکیڈمی موصوف کی اس کتاب کو ان کی تشجیع و تحسین اور نوجوان فضلاء کی حوصلہ افزائی کے پیشِ نظر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے، وسائل کی قلت اور مسائل کی کثرت کے باوجود بھی جب کسی جوان سال فاضل کی علمی اور قلمی کاوش دیکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ اپنے تمام وسائل اس پہ نچھاور کردوں۔

کشکولِ حکایات بھی مولانا سعید الحق صاحب کی ایک ایسی مبارک تالیف ہے جس سے نورِ ایمان کو فروغ ملے گا، اور علم وعمل صالح کے جذبات کی انگیخت ہوگی۔

وصلى الله وتعالى على خير خلقه محمد واله وصحبه أجمعين

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد نوشہرہ

۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۱/۲۲ر اگست ۲۰۱۰

حضرت مولانا عبدالھادی دامت برکاتھم

مہتمم دارالعلوم قاسم العلوم گندف (صوابی)

حامداً ومصلیاً اما بعد برخوردارم حافظ سعید الحق صاحب نے کم عمری اور طالب علمی کے زمانے میں جس جان فشانی کے ساتھ کشکول حکایات مرتب کیا ہے۔ یقیناً قابل تحسین ہے۔ سلف صالحین کے قصص سے ان دلوں کو تشفی اور تقویت ملتی ہے جو کہ راہ سلوک کے متلاشی ہو۔ اور یہ واقعات مایوسی میں امید نو کا پیغام دیتے ہیں۔

مجھے اس بات پر فخر ہے۔ کہ موصوف کا مادر علمی دارالعلوم قاسم العلوم گندف ہے۔ اور اس کی تلمیذیت کی نسبت اسی درسگاہ کو حاصل ہے۔ ایسے ہونہار شاگرد اساتذہ اور مادر علمی کے لئے باعث افتخار ہوتے ہیں۔ میں نے موصوف کے تالیف کا اکثر حصہ مطالعہ کیا۔ جس کو بندہ نے انتہائی موزوں اور مدلل پایا۔ اور مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ موصوف نے اتنی کم عمری میں اتنے مفید مواد جمع کیے ہیں۔ جس سے فضلاء بھی متحیر ہیں۔

اور اس بات پر بھی خوشی ہے کہ کشکول حکایات پر ہمارے مرشد استاد المحدثین والمفسرین نمونہ اسلاف مولانا حمداللہ جان صاحب اور استاد المحدثین رہبر شریعت، پیر طریقت مفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت برکاتہم نے اپنے گراں قدر تاثرات تحریر فرمائے۔ بلاشبہ یہ تاثرات اس کتاب کیلئے سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کو جزائے خیر دے۔ اس تالیف کو درجہ قبولیت سے نوازیں۔ اور عامۃ المسلمین کیلئے سبب رشد وہدایت کا ذریعہ بنائیں آمین۔ وما ذالك على الله بعزيز

والد مکرم حضرت مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ

مدرس دارالعلوم قاسم العلوم گندف

کتاب کشکول حکایات پیش نظر ہے جس کی تالیف برخوردارم سعید الحق نے کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب دلچسپ حکایات اور عبرت انگیز واقعات کا بہترین خزینہ ہے۔

اس کتاب میں ایسی ہستیوں کے واقعات اور قصص موجود ہیں۔ جن کی اداوں کا تذکرہ مضطرب دلوں کیلئے وجہ تسکین بن جاتی ہے۔ ان حضرات کے احوال اور واقعات پڑھنے سے انسان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اسلاف کا یہی طرز عمل اختیار کرے اور یوں ہی آہستہ آہستہ وہ آخرت کو سنوارنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں علمی لطائف اور اصلاحی رموز ونکات بھی زیر تحریر لائے گئے ہیں۔ جن کے پڑھنے سے خوابیدہ جذبات بیدار ہو جاتے ہیں۔

یہ کتاب مؤلف کی پہلی تالیف ہے۔ جو بہت کم عمری میں کی ہے۔ عمر کے لحاظ سے یہ بہت ہی حوصلہ افزا خدمت دین ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی امید رکھتا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حافظ سعید الحق کی اس محنت کو قبولیت کاملہ اور نافعیت عامہ سے نوازیں۔ اور شجرہ مثمرہ کے ثمرات میں دن بدن ترقیات فرماتے رہیں۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم مدظلہ

مدرس جامعہ رحمانیہ پانبئی صوابی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امم سابقہ کے حالات اور واقعات جا بجا ذکر کیے ہیں تا کہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کر کے راہ راست پر لگ جائیں ہمارے اسلاف نے تحریر و تقریر میں واقعات سے بھر پور استفادہ کیا بعض علماء امت نے ان واقعات تصنیف کی شکل میں جمع فرمایا۔ قصص الانبیاء اور حیات صحابہ زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ عبدالرحمن صفوریؒ کی نزھۃ المجالس اور علامہ یافعیؒ کی نزھۃ البساتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کتاب کشکول حکایات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جسکی تالیف تلمیذ رشید حافظ سعید الحق صاحب نے کی ہے۔

محترم حافظ سعید الحق صاحب ہزار تحسین و آفرین کے قابل ہے۔ کہ اس نے دلچسپ مواد جمع کئے اور تقریباً ایک سو دس کتابوں کا نچوڑ ایک پر مغز گلدستے ”کشکول حکایات“ کی شکل میں قارئین کو پیش کیا۔ جس میں مختلف موضوعات پر ایسے حکایات موجود ہیں جس کے پڑھنے سے قاری کو اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ یہ کتاب کشکول حکایات ہر لحاظ سے قابل صد تحسین ہے یہ انمول تحفہ ائمہ مساجد، خطباء ممبر، طلباء دین اور خاص طور پر عوام الناس کیلئے بہت مفید اور باعث اطمینان ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ سعید الحق صاحب کی ان کوششوں کو شرف پذیرائی عطا فرمائے اور اس کا بدلہ آخرت میں نصیب فرماوے۔ آمین

حرف آغاز

آپ کے ہاتھوں میں اوراق کا جو مجموعہ ہے یہ کوئی تحقیقی کتاب نہیں بلکہ مطالعہ کرتے وقت جن مسحور کن عبارات، سبق آموز حکایات اور علمی لطائف نے دماغ پر ضرب لگائی، دل کو تڑپایا، خواب غفلت سے بیداری کیلئے جھنجھوڑا، مردہ جذبے کو للکارا، آنکھوں سے آنسو ٹپکایا اور ہونٹوں سے تبسم...... انہیں جمع کیا، مواد اکٹھا کرتے کرتے اس نے ایک مجموعے کی شکل اختیار کی، جو آج کشکول حکایات کی صورت میں حاضر خدمت ہے۔

بزرگان دین اور اسلاف کے اقوال، احوال اور ان کے حیرت انگیز واقعات مبتدیوں کیلئے اشتیاق کا باعث بنتے ہیں، اور منتہیوں کیلئے دستور حیات کی حیثیت رکھتے ہیں بعض اوقات عبرت ناک قصوں، سبق آموز واقعات اور اثر انگیز تحریرات سے انسانی زندگی بدل جاتی ہے، اس کے دینی جذبات واحساسات ابھر جاتے ہیں، گناہوں سے توبہ تائب ہو کر راہ راست پر لگ جاتا ہے اور اپنی آخرت کو سنوارتا ہے ایسے ہزاروں افراد کی داستانوں سے تاریخ کا دامن بھرا پڑا ہے، جنہوں نے کسی خاص واقعہ سے عبرت ونصیحت حاصل کی ہو اور اس کا نقش زندگی بدل گیا ہو۔ ان ہی باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب تیار کی گئی ہے اور اب شائع کی جارہی ہے کہ شاید یہ کتاب قارئین کی دلچسپی کا باعث بنے اور وہ اس سے مستفید ہو سکیں کیونکہ ایسے واقعات روح کو ایسی تسکین وطمانیت دیتے ہے جو شاہان عالم کے خزینوں سے نہیں ملتا ان معطر واقعات سے پڑھنے والوں کو جو لذت وسکون اور ایمانی حلاوت نصیب ہوتی ہے وہ دنیا کی کسی بڑی نعمت میں نہیں ملتی۔

یہ اگست ۲۰۰۵ء کی بات ہے ابھی میرے درس نظامی کی تکمیل میں دوسال باقی تھے کہ کشکول حکایات کی تیاری اور کمپوزنگ تکمیل پذیر ہوئی، لیکن طباعت اللہ کو منظور نہ تھی اور جو کام اللہ کو منظور نہ ہو وہ کہاں ہو سکتا ہے، اس دوران احباب اور ساتھی طباعت کے بارے میں بار بار دریافت کرتے

رہے "اب چھپی جب چھپی" کا جواب سن کر کئی ساتھی مایوس بھی ہو گئے، لیکن ظاہر ہے کہ اس میں ہم کیا کر سکتے تھے، کیونکہ ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر ہے اور وقت سے پہلے وہ کہاں ہو سکتا ہے؟

اب اللہ کے فضل و کرم سے القاسم اکیڈمی نے اس کی طباعت کی ذمہ داری لی اور اب چھپ کر آ گئی، جس قدر انتظار زیادہ ہوا اسی انداز سے اشتیاق بھی زیادہ ہوگا کتاب کی طباعت میں اس قدر انتظار کے بعد مطالعہ بھی اسی طرح قاری کے وجدان میں احساس و تاثیر کی سوئی ہوئی دنیا بیدار کر سکتا ہے اور اس کے دماغ میں عجیب و غریب کیفیت طاری کر سکتا ہے۔

سلسلہ تالیف کی تمام عبارات و اقتباسات اردو عربی کتابوں سے لی گئی ہیں جن کتابوں، اخبارات یا رسائل و جرائد سے واقعات لئے گئے ہیں، ان کا حوالہ دیا گیا ہے، آخر میں ان کی فہرست دی گئی ہے جن کی تعداد تقریبا ۱۱۵ بنتی ہے۔ قارئین سے گزارش یہ ہے کہ بحیثیت ناقل میں نے تمام واقعات کو اصل مراجع سے جوں کا توں نقل کیا ہے، جو البتہ غیر ضروری بحث کو کاٹ دیا گیا اور عنوانات میں بعض تبدیل کر دیے گئے بعض عبارات کی قدیم اردو کو روزمرہ کے اسلوب میں تبدیل کیا گیا۔ خطبات سے لئے گئے واقعات کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے اور وہی خطابی طرز میں منقول ہیں۔ واقعات کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اگر کوئی واقعہ آپ کے علم میں معتبر نہ ہو یا بے سند اور بے بنیاد ہو تو مطلع فرمائیں۔

میں مشکور ہوں معروف مذہبی اسکالر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا جنہوں نے نہایت مفید مشورے دیے، مسودہ کا مطالعہ کیا اور اس کی طباعت کی ذمہ داری قبول کی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور آئندہ بھی ایسے مشوروں سے نوازنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ان تمام احباب اور ساتھیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے دوران تالیف نہایت قیمتی مشورے دیے اور کمپوزنگ سے طباعت تک میرے دست و بازو بنے، اور ان قارئین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، جو اس کتاب سے استفادہ فرما کر راقم الحروف، اس کے والدین اساتذہ اور معاونین کو اپنی نیک دعاؤں سے نوازیں گے۔

سعید الحق جدون

۱۱ر رمضان ۱۴۳۱ھ

۲۲ر اگست ۲۰۱۰

ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا اس سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا: ﴿سلام قولا من رب رحیم﴾ . میں نے پوچھا "اللہ تم پر رحم کرے یہاں کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگی: ﴿من یضلل اللہ فلا ھادی لہ﴾ (جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا کوئی رہنما نہیں ہوتا) میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا "کہاں جانا چاہتی ہو" کہنے لگی: ﴿سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی﴾ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا) میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے۔ اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔ میں نے پوچھا کب سے یہاں بیٹھی ہو؟ کہنے لگی: ﴿ثلث لیال سویا﴾ (پوری تین راتیں) میں نے کہا کہ تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آ رہا۔ کھاتی کیا ہو؟ جواب دیا: ﴿ھو یطعمنی ویسقین﴾ (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے) میں نے پوچھا وضو کس چیز سے کرتی ہو؟ کہنے لگی: ﴿فتیمموا صعیدا طیبا﴾ (پاک مٹی سے تیمم کر لو) میں نے کہا کہ میرے پاس کچھ کھانا ہے۔ کھاؤ گی؟ جواب میں اس نے کہا: ﴿أتموا الصیام إلی الیل﴾ (رات تک روزوں کو پورا کرو) میں نے کہا یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے۔ بولی: ﴿ومن تطوع خیرا فإن اللہ شاکر علیم﴾ (اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے) میں نے کہا سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے۔ کہنے لگی: ﴿وأن تصوموا خیر لکم إن کنتم تعلمون﴾ اگر تمہیں ثواب کا علم ہو تو روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا تم میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں۔ جواب ملا: ﴿ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب

عتید﴾ (انسان جو بات بھی بولتا ہے اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے۔ میں نے پوچھا آپ کا تعلق کون سے قبیلے سے ہے۔ کہنے لگی: ﴿لا تقف ما ليس لك به علم﴾ (جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو) میں نے کہا معاف کرنا مجھ سے غلطی ہوئی۔ بولی: ﴿لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم﴾ (آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے) میں نے کہا کہ اگر چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنے قافلے سے جا ملو۔ کہنے لگی: ﴿وما تفعلوا من خير يعلمه الله﴾ (تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے جانتا ہے) میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی پر اس کو بٹھا لیا مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ (مومنوں سے کہہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اس سے کہا۔ سوار ہو جاؤ لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بگڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے۔ اس پر وہ بولی: ﴿ما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ (تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے) میں نے کہا ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا۔ وہ بولی: ﴿ففهمناها سليمن﴾ (ہم نے اس مسئلے کا حل سلیمانؑ کو سمجھا دیا۔ میں نے اونٹنی کو باندھا اور اس سے کہا کہ اب سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو گئی۔ اور یہ آیت پڑھی: ﴿سبحن الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا إلى ربنا لمنقلبون﴾ (پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے رام کر دیا اور ہم اس کو کرنے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا۔ میں بہت تیز تیز دوڑا جا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بولی: ﴿واقصد في مشيك واغضض من صوتك﴾ (اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو) اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے اس پر اس نے کہا: ﴿فاقرء وا ما تيسر من القرآن﴾ (قرآن میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو وہ پڑھو) میں نے کہا کہ تمہیں اللہ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے۔ بولی: ﴿وما يذكر الا اولوا الالباب﴾ (صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا تمہارا کوئی شوہر ہے؟ بولی:

﴿لا تسالو عن اشیاء ان تبدلکم تسؤ کم﴾ (ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں) اب میں خاموش ہو گیا۔ اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ قافلہ سامنے آ گیا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ قافلہ سامنے آ گیا ہے اس میں تمہارا کون ہے؟ کہنے لگی: ﴿المال والبنون زینة الحیوة الدنیا﴾ (مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں) میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں۔ میں نے پوچھا قافلے میں ان کا کام کیا ہے؟ بولی: ﴿وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ (علامتیں ہیں اور ستارے ہی سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ اسکے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں۔ چنانچہ میں اسے لے کر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا خیمے آ گئے ہیں اب بتاؤ تمہارا بیٹا کون ہے؟ کہنے لگی: ﴿واتخذ الله ابراهیم خلیلاً و کلم الله موسیٰ تکلیما یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة﴾ یہ سن کر میں نے آواز دی یا ابراہیم یا موسیٰ یا یحییٰ تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا: ﴿فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدینة فلینظر ایها ازکی طعاما فلیاتکم برزق منه﴾ (اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے) یہ سن کر ان میں ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لایا۔ وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے کہا: ﴿کلوا واشربو هنیئاً بما أسلفتم فی الأیام الخالیة﴾ (خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں۔ اب مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے لڑکوں سے کہا تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے جب تک تم مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ۔ لڑکوں نے بتایا کہ ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے۔ چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ میں نے کہا: ﴿ذلك فضل الله یؤتیه من یشآ والله ذوالفضل العظیم﴾

علم سوال سے ہوتا ہے

حضورﷺ کی بارگاہ میں ایک بدو حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ بھی وہاں موجود تھے، بدو نے سوال کیے نبی کریمﷺ نے بہت شاندار، مکمل، مختصر اور جامع جوابات دیے جو تمام مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔

☆ بدو نے عرض کی میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: قناعت اختیار کرو امیر ہو جاؤ گے۔

☆ میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔

☆ میں عزت والا بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کر دو، عزت والے بن جاؤ گے۔

☆ میں اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: مخلوق کو نفع پہنچاؤ اچھے آدمی بن جاؤ گے۔

☆ میں عادل بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو۔

☆ میں طاقتور بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

☆ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں خاص درجہ چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: کثرت سے ذکر کرو

☆ میں رزق میں کشادگی چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: ہمیشہ باوضوء رہو۔

☆ میں دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: حرام نہ کھاؤ۔

☆ میں ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: اخلاق اچھے کرلو۔

☆ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے پاک ہوکر ملنا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: جنابت کے بعد فوراً غسل کیا کرو۔

☆ میں گناہوں میں کمی چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: کثرت سے استغفار کیا کرو۔

☆ میں قیامت کے دن نور میں اٹھنا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: ظلم کرنا چھوڑ دو۔

☆ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرو۔

☆ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائے۔

ارشاد ہوا: لوگوں کی پردہ پوشی کیا کرو۔

☆ میں رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: زنا سے بچو۔

☆ میں اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محبوب ہو اس کو اپنا بنالو۔

☆ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرو۔

☆ میں احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ کی بندگی یوں کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

☆ میرا کونسا عمل گناہوں سے معافی دلائے گا؟

ارشاد ہوا: آنسو، عاجزی، بیماری۔

☆ میرا کونسا عمل دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گا؟

ارشاد ہوا: دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرو۔

☆ میرا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرے گا؟

ارشاد ہوا: چپکے چپکے صدقہ دو اور صلہ رحمی کرو۔

☆ سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

ارشاد ہوا: بداخلاقی اور بخل۔

☆ سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟

ارشاد ہوا: اچھے اخلاق، تواضع اور صبر۔

☆ میں اللہ تعالیٰ کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا: لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔

(مسند احمد، کنزالعمال حدیث نمبر ۴۴۱۵۴)

شیخ الہندؒ کی سادگی

مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی۔ ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچ گئے گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب نے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ملنا ہے وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری کو اندر لے گئے آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ابھی ملاقات ہو جاتی ہے مولانا اجمیری منتظر رہے اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا۔ اس کے بعد مولانا اجمیریؒ نے کہا حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجئے تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا مولانا اجمیریؒ نے کہا کہ میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں آپ انہیں اطلاع کر دیجئے ان صاحب نے فرمایا انہیں اطلاع ہو گئی ہے۔ آپ کھانا تناول فرمائیں۔ ابھی ملاقات ہو جاتی ہے مولانا اجمیری نے کھانا کھا لیا۔ تو اس صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیریؒ برہم ہو گئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کرائی اس پر وہ صاحب بولے۔ کہ دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے۔ مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ اور پتہ چل گیا کہ شیخ الہند کیا چیز ہے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے ص ۹۱۔۹۲)

قوت حافظہ اور نسیان

محمد بن ابی السری ھشام بن کلبی کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ ایک دن مجھے ھشام بن کلبی نے کہا کہ میں نے حفظ ایسا کیا ہے کہ اس جیسا کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اور مجھ سے نسیان (بھول) اس طرح ہو گیا ہے کہ اس جیسا نسیان کسی سے نہ ہوا ہوگا۔ میرا ایک چچا تھا، وہ مجھ سے قرآن کے حفظ نہ ہونے پر پریشان تھا پس میں ایک گھر کو داخل ہو گیا اور قسم کھائی کہ جس وقت تک میں نے قرآن مجید حفظ نہیں کیا

ہو اس وقت تک میں اس گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔ تو میں نے پورے قرآن کو تین دن میں حفظ کیا، اور نسیان کا واقعہ اس طرح پیش ہوا ایک دن میں آئینے میں اپنی صورت دیکھ رہا تھا میری داڑھی لمبی ہو گئی تھی تو میں نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا تا کہ زیادہ داڑھی کاٹ لوں لیکن میرے نسیان کی یہ حالت تھی کہ میں نے داڑھی مٹھی سے اوپر کاٹ ڈالی۔ اور پوری داڑھی ہاتھ میں آ گئی۔ (کشف النظر، ص۱۶)

مجھے کتابوں کے ادب نے کشمیری بنایا

ایک دن دوران درس حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے اپنے طلبہ سے سوال پوچھا بتاؤ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اتنے مایہ ناز اور بلند پایہ عالم کیسے بنے؟ طلبہ نے اپنے ذوق کے مطابق جواب دیا جس طالب علم کو تفسیر سے شغف تھا اس نے کہا حضرت کشمیریؒ بڑے مفسر تھے جس طالب علم کو حدیث سے شغف تھا اس نے کہا حضرت کشمیریؒ بلند پایہ محدث تھے اور جس طالب علم کو اشعار سے لگاؤ تھا اس نے کہا حضرت کشمیری بڑے بلند پایہ شاعر تھے غرض یہ کہ طلبہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق جواب دیتے رہے اور حضرت مفتی صاحب خاموشی سے طلبہ کے جوابات سنتے رہے آخر کار طلبہ نے کہا حضرت مفتی صاحب آپ ہی اس سوال کا جواب بتا دیں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا یہی سوال ایک دفعہ خود کشمیریؒ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ حضرت کشمیری کیسے بنے انھوں نے جواب دیا میں کتابوں کے ادب کی وجہ سے کشمیری بنا طلبہ نے کہا حضرت کتابوں کا ادب تو اور لوگ بھی کرتے ہیں حضرت کشمیریؒ نے فرمایا جتنا ادب میں کرتا ہوں اتنا ادب شاید کوئی بھی نہ کرتا ہو کیونکہ میں نے بغیر وضوء کے کبھی کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا مطالعے کے دوران کتاب کو اپنے تابع کرنے کے بجائے اپنے آپ کو کتاب کا تابع کیا مثلاً اگر بخاری شریف کا مطالعہ کر رہا ہوں اور حاشیہ پڑھنا ہو تو میں کتاب کو اپنی جگہ پڑے رہنے دیتا ہوں اور خود اپنی جگہ بدل کر چاروں طرف سے حاشیہ پڑھ لیتا ہو میں نے چارپائی پر بیٹھ کر کبھی کسی دینی کتاب کو پائنتی کی طرف نہیں رکھا ہمیشہ سر کی طرف رکھا ہے کبھی تاریخ کی کتابوں کو فنون کی کتابوں پر نہیں رکھا اور کبھی حدیث کی کتابوں کو تفسیر کی کتابوں پر نہیں رکھا تھا بلکہ ترجمہ و تفسیر قرآن کو قرآن مجید کے اوپر بھی نہیں رکھا یوں کتابوں کے ادب نے مجھے انور شاہ کشمیری بنا دیا۔ (ہفت روزہ بچوں کا اسلام)

امام ابوحنیفہؒ کا قیاس

محمد بن ابراہیم الفقیہ سے روایت ہے ایک روز امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپ کے ہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا دیکھ کر فرمایا: میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص مسافر ہے، کچھ دیر بعد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس شخص کی آستین میں کوئی میٹھی چیز بھی ہے، پھر کچھ دیر بعد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ یہ شخص معلم الصبیان (چھوٹے بچوں کا استاد) ہے اب حاضرین میں سے کوئی شاگرد اٹھا تا کہ اس شخص کے بارے میں قطعی اور یقینی معلومات حاصل کی جاسکیں جب تحقیق کی تو معلوم ہوا۔

ا۔ واقعی وہ شخص مسافر ہے۔
ب۔ اس کی آستین میں کشمش ہے۔
ج۔ واقعی اس کا کام معلم الصبیانی ہے۔

حاضرین نے امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ آپ کو اس شخص کے بارے میں کیسے معلوم ہوا امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ میں نے دیکھا کہ وہ گھور گھور کر دائیں بائیں دیکھتا رہا اور مسافر جہاں بھی جاتے ہیں یہی کرتے ہیں میں نے اس کی آستین پر مکھی دیکھی تو یہی سمجھا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے مکھی ایسی چیزوں کی طرف دوڑ کر آتی ہے اور میں نے اس شخص میں یہ بھی محسوس کیا کہ وہ بچوں کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جس سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ بچوں کا استاد ہے۔

(از امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت قتادہؓ سے امام ابوحنیفہؒ کا سوال

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہؓ کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس لوگوں کا بہت بڑا مجمع جمع ہوگیا انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر کسی کو کوئی بات پوچھنی ہے تو پوچھ سکتا ہے لوگوں نے ان سے بہت مسائل پوچھے وہاں پر امام ابوحنیفہؒ بھی موجود تھے اس وقت وہ بچے تھے انھوں نے ان سے کہا کہ حضرت قتادہؓ سے پوچھو حضرت سلیمانؑ نے جس چیونٹی سے گفتگو کی تھی وہ نر تھی یا مادہ؟

لوگوں نے جب پوچھا تو حضرت قتادہؒ کوئی جواب نہ دے سکے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ وہ مادہ تھی انہوں نے دلیل یہ دی قرآن میں لفظ قالت آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ مادہ تھی کیونکہ قالت صیغہ مونث کیلئے استعمال ہوتا ہے اگر نر ہوتا تو قال کا لفظ آتا۔ (حیاۃ الحیوان۔ ج ۲، ص: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ثمرہ

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ کے پاس ایک دفعہ شہر مدائن میں ایک مہمان آیا، سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہمان کو لے کر شہر سے باہر نکلے اور جنگل میں گئے وہاں بہت سارے ہرن اور پرندے دیکھے سلمان فارسیؓ نے فرمایا:

لیاتی ظبیی وطیر متکن مسینان فقد جاء نی ضیف واحب اکرامه فجاء کلا هما. تم میں سے ایک موٹا ہرن اور ایک موٹا پرندہ میرے پاس آجائے کیونکہ میرا مہمان آیا ہے جس کی میں تعظیم اور اکرام کرنا چاہتا ہوں (گوشت کھلانا چاہتا ہوں) پس ایک ہرن اور ایک پرندہ دونوں سلمان فارسیؓ کے پاس آگئے۔ مہمان بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا سبحان اللہ! اے سلمان! آپ کیلئے پرندے (اور ہرن) مسخر کر دیئے گئے ہیں سلمان فارسیؓ نے فرمایا: افتعجب من هذا هل رأیت عبدا اطاع الله فعصاه شئی آپ اس بات سے متعجب ہوتے ہیں (یعنی تعجب کی کوئی بات نہیں) کہ آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور پھر مخلوق میں سے کوئی چیز اس بندہ کی اطاعت نہ کرے (یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں مخلوق میں سے ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے)

(جواھرات علمیہ، ص: ۱۰۱)

طلبہ کی جوتیاں

حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی سب طلبہ کتابیں لے کر بھاگ گئیں مگر مولانا سب طلبہ کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو حیران رہ گئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۔۳۰)

آج سوت کا کیا بھاؤ ہے؟

حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ بلکہ عاشقانہ تھی اور آپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی گاڑھے کے کپڑے پہنے تھے ایک مرتبہ نانوتہ تشریف لے جارہے تھے کہ ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے ہم قوم سمجھ کر پوچھا کہ آج سوت کا کیا بھاؤ ہے مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا وہ جولاہا بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

(حسن العزیز ص ۱۵۲/۲)

دورِ فاروقیؓ کی ایک جھلک

حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ گشت کر رہے تھے کہ اک گھر میں کچھ گنگنانے کی آواز آئی جیسے کوئی کچھ گا رہا ہو وہ عورت کی آواز تھی نوجوان لڑکی کچھ اشعار پڑھ رہی تھی اشعار بھی کچھ عاشقانہ تھے خیر وہ گھر پہ آئے دستک دی اور پوچھا کہ کون ہے گھر کے اندر؟ وہ لڑکی امیر المومنین کی آواز پہچان گئی اور رعب کی وجہ سے سہم گئی اور دب گئی اور اتنا رعب پڑا کہ وہ جواب نہ دے سکی اس کے جواب نہ دینے اور چپ ہو جانے کی وجہ سے فاروق اعظمؓ کو اور زیادہ شبہ پیدا ہوا کہ گانے کی آواز بند ہوگئی مگر جواب کوئی نہیں دیتا پھر ڈانٹ کر آواز دی کہ اس گھر کے اندر کون ہے؟ لڑکی بے چاری اور زیادہ دب گئی اور ڈر گئی تو فاروق اعظمؓ نے دیوار پھلاند کر گھر میں داخل ہو گئے کہ دیکھوں اندر کیا بات ہے معلوم ہوا کہ گھر میں ایک نوجوان لڑکی ہے اور گھر میں اور کوئی نہیں فرمایا تو کون ہے؟ اور کیوں گا رہی تھی؟ اور تجھے معلوم نہیں ہے کہ اسلام نے عورت کی آواز کو بھی عورت بنایا ہے تو اتنی زور سے بول رہی تھی کہ باہر آواز آئی تو نہیں سمجھتی کہ تو گنہگار ہوئی اب اس لڑکی نے جرأت کی اسے بھی بھروسہ تھا کہ فاروق اعظمؓ عادل کامل ہیں جو چیز کہوں گی تو یہ نہیں ہے کہ وہ جذبات میں آکر فیصلہ کریں وہ اس پر غور کریں گے اس لڑکی نے ذرا کرخت آواز کر کے کہا امیر المومنین مجھے آپ طعنہ دے رہے ہیں کہ میں نے گناہ کیا آپؓ نے اس وقت کھڑے کھڑے تین گناہ کئے ہیں اور قرآن وحدیث کی تین خلاف ورزیاں کی ہے بس فاروق اعظمؓ ٹھنڈے ہو گئے بجائے اس کے کہ انہیں غصہ آتا رعایا کی ایک لڑکی اور امیر المومنین کو ڈانٹ دے تو جذبات ابھرنے

چاہیے تھے انہیں اشتعال پیدا ہونا چاہیے تھا لیکن جب اس نے کہا کہ آپ نے تین گناہ کیے ہیں تو فوراً سہم گئے اور مرعوب ہو گئے فرمایا بہن میں نے کیا گناہ کیے؟ اس نے کہا کہ پہلا گناہ تو آپ کا یہ ہے کہ میں ایک اجنبی لڑکی ہوں اور اجنبی لڑکی کے ساتھ کسی مرد کو خلوت جائز نہیں ہے آپ کو کیا حق تھا کہ آپ میرے گھر میں آئے اور آ کر میرے تخلیے میں خلل ڈالا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا صاف حکم ہے کہ ﴿ وأتوا البیوت من ابوابها﴾ گھروں میں دروازوں کے ذریعے داخل ہو جاؤ آپ نے خلاف ورزی کی کہ آپ دیوار پھلاند کر گھر میں آئے آپ کو دیوار پھلاند کر آنے کا کیا حق تھا؟ تیسری بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کا حکم ہے۔ ﴿لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی ستانسوا و تسلموا علی أهلها﴾۔

"کسی کے گھر کے اندر اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔ اور سلام نہ کر لو

تو قرآن نے حکم دیا تھا کہ جب تک اجازت کا سلام نہ کیا جائے گھر میں داخل نہ ہو آپؓ بلا سلام و اجازت کیسے داخل ہوئے یہ تین گناہ آپ سے سرزد ہوئے ہیں لڑکی نے یہ ڈانٹ کر فاروق اعظم سے کہا اب فاروق اعظم بہت شرمندہ تھے وہاں سے واپس آئے حالانکہ فاروق اعظم امیر المومنین تھے اور امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے وہ یہ سب چیزیں کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کے مقام پر سمجھا کہ حقیقتاً مجھ سے غلطی ہوئی اور تمام رات جاگ کر استغفار کی عبادت کی اور اللہ کے سامنے روئے صبح ضابطے کے مطابق آدمی بھیجا کہ اس لڑکی کو دربار خلافت میں حاضر کرو لڑکی لائی گئی فرمایا بہن اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے مجھے میری غلطی پر متنبہ کیا میں نے تمام رات اللہ کے سامنے استغفار کیا اور توبہ کی اور اب مجھے انشراح ہوا کہ اللہ نے میرے گناہ کو معاف کر دیا تو اضعاً گناہ کہہ رہے ہیں ورنہ گناہ نہیں تھا مجھے اللہ نے معاف کر دیا اور میں تیرا احسان مند ہوں لیکن اب بحیثیت امیر المومنین ہونے کے تجھ سے پوچھتا ہوں کہ وہ گانا بجانا کیسا تھا اور تو کیوں گا رہی تھی تجھے ایسے عاشقانہ اشعار پڑھنے کا کیا حق ہے؟ لڑکی نے کہا امیر المومنین اصل واقعہ یہ ہے کہ میں ایک نوجوان لڑکی ہوں اور بھرپور جوانی ہے اور ابھی پندرہ دن میری شادی کو ہوئے تھے میرا خاوند بھی نوجوان ہے آپؓ نے اس کو فلاں محاذ پر فوج کے ساتھ بھیج دیا میں اسکے فراق (جدائی) میں یہ عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی اور کوئی بات نہیں تھی نہ میں زانیہ ہوں اور نہ بدکار فرمایا بہتر تو نے سچ کہا تیرا لہجہ بتلا رہا ہے کہ حقیقتاً بات یہی ہے پھر

اسے بہت اکرام کے ساتھ واپس کیا۔ ادھر لڑکی کو واپس کیا اور گھر میں آ کر فاروق اعظمؓ نے اہلیہ محترمہ سے پوچھا کہ اگر نوجوان لڑکی کی شادی ہو اور نوجوان ہی خاوند ہو اور دونوں میں جدائی کر دی جائے تو کتنے دن تک وہ صبر کر سکتے ہیں کہ اس کے بعد بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو فرمایا تین مہینے سے زیادہ وہ نوجوان عورت صبر نہیں کر سکتی یہ الگ چیز ہے کہ اس کا دین مضبوط ہو اس میں حیاء ہو اور اپنے اخلاق کی وجہ سے برسہا برس بلکہ عمر بھر گزار دے فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر سرکاری آرڈر جاری کیا کہ جن شادی شدہ جوانوں کو جنگ پر بھیجا گیا ہے انہیں تین مہینے کے اندر واپس کیا جائے اور ان کی جگہ دوسرے سپاہی بھیجے جائیں حضرت عمر فاروقؓ کے جاری کردہ اس قانون پر آج تک عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(خطبات حکیم اسلام، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، ج: ۲)

خواب میں حضور ﷺ کا دیدار

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بالغ ہونے سے پہلے میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ مجھے آواز دے رہے ہیں میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ حضور نے سوال کر کے فرمایا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی کے قبیلے سے ہوں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نزدیک آؤ اور اپنا منہ کھولو، میں فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس گیا اور اپنا منہ کھول دیا آنحضرت نے اپنے مبارک منہ کا لعاب مقدس میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمھیں برکت وسعادت سے نوازیں حضرت امام شافعیؒ اس مبارک خواب کا اثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اسکے بعد پھر مجھ سے علم حدیث اور عربی ادب میں کبھی کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ (اشرف الہدایہ ج: ۱، ص: ۱۸۳)

حجاج بن یوسف کے آخری کلمات

حجاج بن یوسف، خلفائے بنو امیہ کا انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا، اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کو کوئی گن ہی نہ سکا بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ کو اس نے قتل کیا یا قید وبند رکھا حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لیکر آئیں اور ہم اپنے منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر

دیں تو ہمارا پلہ بھاری ہوگا یہ حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی یہ دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا دعا یہ ہے "اے اللہ تیرے بندے بندیاں میرے بارے میں کہتے ہیں کہ تو معاف نہیں کرے گا مگر مجھے تجھ سے امید ہے کہ تو مجھے معاف فرمادے" خلیفہ عادل حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کو حجاج بن یوسف کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعا بہت اچھی لگی اور ان کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا اور خواجہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعا کا ذکر کیا تو آپؒ نے تعجب سے فرمایا کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں! اس نے یہ دعا مانگی تھی تو آپ نے فرمایا شاید خدا اس کو بخش دے۔ (احیاء العلوم، ج:۳، ص:۲۰۱)

استاد کے موت کا صدمہ

ہندوستان کے مشہور ملا نظام الدین لکھنویؒ صاحب درس نظامی کی وفات کی خبر سن کر ان کے ایک شاگرد سید کمال الدین عظیم آبادی کا صدمہ سے انتقال ہوگیا اور دوسرے شاگرد سید ظریف عظیم آبادی کی روتے روتے آنکھیں خراب ہوگئیں بعد میں معلوم ہوا یہ خبر غلط تھی۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:۲۹۹، از مولانا سید ابوالحسن ندوی)

کیا میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا؟

حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی حج کیلئے تشریف لائے ارادہ یہ تھا کہ اب پاکستان واپس نہیں آئیں گے مدینے میں قیام کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی آپ نے ان سے فرمایا یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے پاکستان میں آپکی ضرورت ہے پاکستان میں جاکر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں ڈٹے رہو اس کام کو خوب کرو میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ حضرت درخواستی حج سے واپسی پر سیدھے ملتان پہنچے، شاہ جی چارپائی پر تھے حضرت درخواستیؒ نے خواب سنایا تو تڑپ کر نیچے گر پڑے کافی دیر بعد ہوش آیا بار بار پوچھتے درخواستی صاحب میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا حضرت درخواستی کے ہاں میں جواب دینے پر پھر وجد کی حالت طاری ہو جاتی۔ (ہفت روزہ بچوں کا اسلام از مولانا اللہ وسایا)

حکم کی تعمیل

ابو محذورہ کا نام سمرۃ بن صفیہ ہے انکے قبول اسلام کا قصہ بھی بڑا دلچسپ ہے ہجرت کا آٹھواں سال اور شوال کا مہینہ تھا کہ جب حضور اقدس ﷺ غزوہ سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے اس وقت ابو محذورہ جو اس وقت ایک شوخ نوجوان تھے اور مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اور اپنے ہی جیسے نو دیگر یار دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل رہے تھے خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے راستے ہی میں حضور ﷺ سے ہماری ملاقات ہوگئی نماز کا وقت آنے پر حضور ﷺ کو موذن نے اذان دی ہم سب آذان کی نقل کرنے لگے اور میں نے بالکل موذن کی طرح خوب بلند آواز نقل شروع کردی رسول اللہ کو آواز پہنچ گئی تو آپ نے ہم سب کو بلوایا ہم سب لا کر آپ کے سامنے پیش کر دئے گئے آپ نے فرمایا بتاؤ تم میں سے وہ کون ہے جس کی آواز بلند تھی (ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ میرے سب ساتھیوں نے میرے طرف اشارہ کیا اور بات سچی بھی تھی آپ نے سب کو چھوڑنے کا حکم دیدیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور پھر آذان کہو ابو محذورہؓ کا بیان ہے کہ اس وقت میرا یہ خیال تھا کہ رسول ﷺ سے اور آپ نے جس آذان دینے کا حکم دیا تھا اس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض میرے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی یعنی میرا دل معاذ اللہ آپ کی نفرت اور بغض سے بھرا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود آذان بتانی شروع کی جب میں اذان ختم کر چکا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی عنایت فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی اور میرے سر کے اگلے حصے پر آپ نے اپنا دست مبارک رکھا اور پھر آپ نے دست مبارک میرے چہرے پر اور پھر میرے سامنے کے حصے پر یعنی سینے پر اور پر قلب وجگر پر اور پھر نیچے ناف کی جگہ تک پھیرا اور یوں دعا دی۔ بارك الله فيك و بارك عليك

آپ نے مجھے یہ دعا تین دفعہ دی حضور ﷺ کی اس دعا اور دست مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرت کی وہ لعنت دور ہوگئی اور ایمان اور محبت کی دولت مجھے نصیب ہوگئی اور میں نے عرض کیا کہ مجھے مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا موذن بنا دیجئے آپ نے فرمایا کہ جاؤ ہم حکم دیتے ہیں اب مسجد حرام میں تم اذان دیا کرو۔ (توضیح السنن از عبدالقیوم حقانی ج:۱ص:۲۵۵)

شفیق معلم

حضورﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے صحابہ کرامؓ بھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک اعرابی آیا سنگریزوں کا فرش تھا اس نے کھڑے ہوکر پیشاب شروع کیا مسجد میں پیشاب کرتے وقت لوگ دوڑے تاکہ اس کو روکیں شاید مار بھی دیتے حضور نے فرمایا اس کو چھوڑ دو گویا کہ اب اپنی حاجت پوری کرے جب وہ فارغ ہوگئے۔ تو آپ نے اس کو اپنے پاس بلاکر بہت شفقت سے سمجھایا کہ مسجد ایک مقدس جگہ ہے یہاں پیشاب کرنا منع ہے یہ اللہ کی یاد نماز اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس پر پانی کا ڈول ڈال کر اسکو پاک وصاف کردیں تم کو نرمی کرنے والا بنایا گیا نہ کہ سختی کرنے والا اور تنگی کرنے والا ایک شخص نے ڈھول کو لے کر گندگی کو دھولیا اور مسجد کو صاف کیا۔

(بخاری ومسلم)

ہمارے اسلاف

موسیٰ ابن اعینؒ کہتے ہیں جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بن گئے تو چرواہے تعجب سے پوچھتے تھے یہ کون شخص خلیفہ بنا ہے کہ بھیڑیئے ہمارے بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتے ایک روز ایسا ہوا کہ بھیڑیا ہمارے بکریوں کو اٹھا کرلے گیا میں نے اس روز کہہ دیا کہ آج یقیناً خلیفہ صالح فوت ہوگئے جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ انتقال کرگئے ہیں۔ (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ج:۲، ص:)

ایک ہی کرتا

ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ کو جمعہ کیلئے ذرا دیر ہوگئی لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ دیر سے آتے ہیں اس پر آپؒ نے فرمایا: کہ میں نے اپنی قمیص دھوئی تھی اس کے سوکھنے کے انتظار میں دیر ہوگئی۔

(خلافت وحکومت، ص:۲۳۶)

اسی طرح ایک دن عمر عبدالعزیزؒ کی عیادت کیلئے مسلم بن عبدالمالک آیا جو کہ آپؒ کا بہنوئی تھا انہوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ ایک میلی سی پھٹی قمیص پہنے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی بہن سے کہا

امیر المومنین کی قمیص کو بدل ڈالو لوگ عیادت کیلئے آتے ہیں وہ یہ دیکھ کر کیا کہیں گے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی نے کہا خدا کی قسم اس کے سوا دوسری قمیص نہیں ہے۔

سردار دو عالم ﷺ سے بے پناہ عقیدت و محبت

عبدالرحمٰن جامیؒ شارح شرح جامی کو جناب پیغمبرؐ سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ عبدالرحمٰن جامیؒ نے کچھ اشعار پیغمبر کی مدح میں بنائے تھے اس واسطے حضرت جامیؒ نے مدینے جانے کا ارادہ فرمایا کہ یہ اشعار روضہ اقدس کے سامنے پڑھوں گا، تو مکہ معظمہ پہنچنے پر عمرہ ادا کیا ارواہ تھا کہ مدینہ کی طرف رخت سفر باندھ کر آقا دو جہاں ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دوں کہ امیر مکہ نے رات کو خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ اے امیر مکہ! عبدالرحمٰن جامیؒ کو مدینہ نہیں آنے دو صبح امیر مکہ نے پابندی کا اعلان کر دیا مگر حضرت جامیؒ کے دل میں ایک تڑپ تھی ایک نہ ختم ہونے والی آگ تھی دل کے اس تشفی اور آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے حضرت جامیؒ چھپکے سے رات کو مدینہ کی جانب نکل گئے رات کو دوسری مرتبہ امیر مکہ نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا فرما رہے تھے کہ اے امیر مکہ!۔ وہ تو آرہے ہیں اسی رات کو امیر مکہ نے فوج بھیج دی اور حضرت جامیؒ کو راستے میں پکڑ لیا اور قیدی بنا لیا، تیسری رات کو پھر نبی کریم ﷺ نے خواب میں امیر مکہ کو کہا کہ آپ نے کیوں جامی کو قید کیا ہے یہ تو مجرم نہیں میں نے صرف اسلئے منع کیا تھا کہ میرے روضہ اقدس پر کچھ اشعار پڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ ایسے اشعار تھے کہ اگر وہ پڑھ لیتے تو مصافحہ کیلئے میرے ہاتھ ضرور نکل جاتے اسی پر امیر مکہ نے علامہ جامی کو جیل سے نکال کر اعزاز و اکرام سے نوازا۔ (عزم نو جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۵، ص ۱۲)

جواب لاجواب

کہتے ہیں کہ ایک دن بہلول ہارون رشید کے پاس پہنچا۔ خلیفہ نے بہلول سے سوال کیا کہ اگر کوئی انگور کھائے تو کیا حرام ہے؟ بہلول نے جواب دیا نہیں خلیفہ نے پوچھا کہ اگر کھانے کے بعد اس پر پانی پی لیا جائے تو کیا ہے؟ بہلول نے جواب دیا۔ پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں، پھر خلیفہ نے کہا اگر کچھ مدت تک اس انگور اور پانی کو دھوپ میں رکھ دے تو پھر حرام کیسے ہو جاتا ہے۔ بہلول نے جواب دیا کہ

اگر آدمی کے سر پر تھوڑی مٹی ڈال دی جائے تو کیا اس سے کوئی نقصان پہنچے گا خلیفہ نے جواب دیا نہیں، بہلول نے پوچھا اس کے بعد اسکے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیا جائے تو کیا نقصان پہنچے گا؟ خلیفہ نے کہا نہیں بہلول نے کہا اگر اس پانی کو اور مٹی کو ملا کر ایک اینٹ بنا دیا جائے اور انسان کے سر پر مار دیا جائے تو اسے کوئی اذیت پہنچے گی؟ خلیفہ بے شک اینٹ انسان کا سر پھوڑے گی بہلول نے کہا جس طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ دیتا ہے اور ایسے چوٹ پہنچا دیتا ہے انگور اور پانی مل کر بھی یہی چیز بن جاتی ہے جسے شریعت نے حرام اور ناپاک ٹھرایا ہے۔ اسکے پینے سے انسان پر بہت سے مصیبتیں آتی ہیں۔ اور اس کے پینے والے پر سزا واجب ہوتی ہے۔ خلیفہ ھارون الرشید بہلول کے جواب پر دنگ رہ گئے۔

کرامت

علامہ بدرالدین عینی نے ھدایہ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام قدوری اپنی کتاب مختصر القدوری کی تصنیف سے فارغ ہو کر اس کو حج میں ساتھ لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! اگر مجھ سے اس میں کوئی غلطی یا بھول چوک ہو گئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرمانا اس کے بعد آپ نے کتاب کو ایک ایک ورق اول سے آخر تک دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا۔ یعنی مٹ چکا تھا فھذا من اجل کرامتہ۔ (عینی شرح ھدایہ)

عدل عثمان

ابوالفراتؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے کسی بات پر غصہ میں اپنے غلام کا کان پکڑ کر مروڑ دیا۔ مگر فوراً ہی بعد میں غلام سے کہا مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو بھی میرا کان مروڑ لو تا کہ بدلہ برابر ہو جائے باصرار کہنے پر غلام نے معمولی طور پر کان کو ہاتھ لگایا فرمایا نہیں خوب اچھی طرح زور کے ساتھ مڑور لو اور فرمایا: "یا حبذا قصاص من الدنیا لا قصاص فی الاخرہ" وہ بدلہ کس قدر اچھا ہے کہ دنیا میں ہی لے لیا جائے اور آخرت میں اسکا وبال بھگتنا نہ پڑے۔ (مشاہیر اسلام ص:۷۴۹، ج:۳)

طلاق واقع نہیں ہوئی ہے

قاضی ابوبکر ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں منصور بغداد کا خلیفہ تھا، موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی نام کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو فرط محبت میں کہا: اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو تو تمہیں تین طلاق۔ بیوی سخت پریشان ہوئی اور سمجھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے اس لیے شوہر کے سامنے آنا بھی بند کردیا، شوہر نے یہ فرط محبت سے کہلائے تھے مگر جب ہوش آیا تو اسے بھی فکر ہوئی۔ اور اس کی ساری رات بڑے اضطراب میں گزری بڑی مشکل سے صبح ہوئی تو وہ خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور واقعہ بتلایا۔ منصور نے فوراً شہر کے بڑے بڑے علماء وفقہاء کو جمع کرکے مسئلہ ان کے سامنے رکھا اکثر فقہاء کی رائے یہ ہو رہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی اس لئے کہ اس کی بیوی فی الواقع چاند سے زیادہ اچھی نہیں ہے۔ لیکن اسی مجلس میں ایک فقیر تھے جنھوں نے یہ رائے پیش کی کہ طلاق واقع نہیں ہوئی ان سے وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم﴾ بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈال کر پیدا کیا ہے۔ منصور نے اس جواب کو بے حد پسند کیا اور موسیٰ بن عیسیٰ کو یہ کہلا کر بھیج دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (درس تفسیر پارہ عم ص:۳۰۵)

ایک ہی قباء

سلطان بایزید خان یلدرن نے یورپ کے کفار کے خلاف ۲۷ جنگوں میں حصہ لیا سلطان کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قباء پہنے رکھتے تھے اور اسے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ اس غبار کو بھی انکے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے کیا وقت تھا کہ بادشاہوں تک سرور دو عالم ﷺ کے فرمودات پر حرف یقین تھا اور اب کیا وقت ہے کہ ہم جیسے سکہ بند دینداروں کا یقین بھی تذبذب کی ضد میں ہے۔ (ندائے منبر ومحراب، ج:۳، ص:۲۳۶)

ہندوستانی جوتا

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو آخری زمانے میں حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب مل گیا تھا اور گورنروں کے کبھی کبھی دربار منعقد ہوتے تو اس میں شرکت کیلئے ان کے پاس بھی دعوت نامے آتے ایک مرتبہ دربار میں شرکت کا دعوت نامہ آیا۔ چنانچہ آپ شرکت کیلئے تشریف لے گئے، جب دربار میں پہنچے تو اندر جانے سے روک دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ چونکہ آپ نے ہندوستانی جوتا پہنا ہوا ہے اور ہندوستانی جوتا پہن کر اندر جانے کی اجازت نہیں آپ انگریزی بوٹ پہن کر آئیں انہوں نے کہا کہ میں تو یہی جوتا پہنتا ہوں اگر اس جوتے کیساتھ اندر جانے کی اجازت نہیں تو میں یہیں باہر بیٹھتا ہوں آپ اندر اطلاع کرا دیں کہ فلاں صاحب آئے ہیں لیکن ہندوستانی جوتا پہنے ہوئے ہیں چنانچہ جب اندر اطلاع کی گئی تو گورنر خود اٹھ کر دروازے پر آئے اور کہا کہ آپ کا جوتا تو بہت اچھا ہے اور یہ کہہ کر ان کو عزت واحترام کیساتھ اندر لے جا کر بٹھایا اور دوسرے لوگ دیکھتے رہ گئے۔

(تاریخ علماء دیوبند)

شاہی عتاب سے بچانے کی التجاء

حضرت مخدوم جہانیاںؒ ایک روز جامع مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے موذن نے اذان میں اکبر کی جگہ اکبار کہا آپ نے فرمایا یہ کفر ہے کیونکہ اکبار شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے قاضی القضاۃ صدر جہاں کی توجہ اس طرف دلائی بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے موذن کو طلب کیا اس بیچارے کی جان پر بن گئی، پریشان حضرت کے خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عتاب سے بچانے کی التجاء کی آپ نے اسکی کمر پر دست شفقت پھیر کر دلجوئی کی۔ اور فرمایا میں بادشاہ سے کہوں گا کہ تمھیں اپنے کام پر بحال رکھے لیکن اکبار نہ کہنا اور نہ حی علی الصلوۃ کی جگہ حیا علی الصلوۃ کہنا کیونکہ اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔ (ماہنامہ ندوۃ العلم ج:۱، شمارہ:۱۱، ص:۲۲)

انسان اور شیطان کا مقابلہ

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابو محمدؒ نے فرمایا (ابو محمدؒ حضرت انس بن مالکؓ کے شاگرد تھے) کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ تو نے انسان کے واسطے اپنے عبادت کے مخصوص گھر بنائے میرے لیے اس طرح کا کوئی گھر نہیں؟ فرمایا تیرا گھر حمام ہے ابلیس نے کہا انسانوں کی مجلس میں میرے لیے کون سی جگہ ہے؟ فرمایا بازار ابلیس نے کہا ان کے پڑھنے کیلئے قرآن دیا (یا کوئی آسمانی کتاب) میرے لیے کیا ہے؟ فرمایا شعر! ابلیس نے کہا انسانوں کا مشغلہ آپس میں باتیں کرنا ہے۔ میرا مشغلہ کیا ہے۔ فرمایا، جھوٹ، ابلیس نے کہا انسانوں کو اذان دی (جس سے وہ نماز کیلئے جمع ہو جاتے ہے۔ میری اذان کیا ہے۔ فرمایا، گانا بجانا، ابلیس نے کہا، انسانوں کیلئے رسول بھیجے میرے لیے کیا بھیجا ہے فرمایا: تیرے لیے نجومی اور کاہن ہے۔ ابلیس نے کہا انسانوں کو کتاب دی، میرے لئے کون سی کتاب ہے؟ فرمایا: تیرے لیے وشم ہے (ہاتھوں کے نشانات) ابلیس نے کہا، انسانوں کیلئے شکارگاہیں بنائیں میری شکارگاہ کون سی ہے؟ فرمایا عورتیں تیری شکارگاہ ہیں۔ ابلیس نے کہا انسانوں کے لئے کھانے کی بہت سی چیزیں بنائیں میرے لئے کھانے کو کیا ہے؟ فرمایا: وہ کھانا جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔

(تنبیہ الغافلین ص: ۲۷۷)

احترام علم

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قاضی شریکؒ (م ۱۹۷ھ) کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ان کے پاس خلیفہ مہدی کا بیٹا آیا اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی لڑکے نے کہا آپ خلفاء کی اولاد کی توہین کرتے ہیں آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں اصل بات یہ ہے کہ میں علم کی ناقدری نہیں کرتا اس کا احترام کرتا ہوں۔ شہزادہ سمجھدار تھا سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر کے حدیث دریافت کی، قاضی صاحب نے فرمایا: ھکذا یطلب العلم ہاں اس طرح علم کو حاصل کیا جاتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء عربی ص: ۲۷۵)

ادب

امام مالکؒ ایک مرتبہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور ایک بار نہیں بلکہ گیارہ مرتبہ کاٹا مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے۔ جب امام مالک پڑھا چکے تو خادم نے دریافت کیا کہ اثناء درس آپکے چہرے کا رنگ کیوں بدل رہا تھا تو فرمایا کہ بچھو نے مجھے گیارہ بار ڈنگ مارا لیکن میں حدیث نبوی ﷺ کے ادب وجہ سے نہ اٹھا اب اسکو تلاش کرکے مارڈالو۔ چنانچہ تلاش کرکے ماردیا گیا۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۲۷)

یا ثور

حضرت سفیان ثوریؒ کو ثوری اس لئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہونے لگے تو اچانک بھول کر بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا گیا اس وقت غیبی آواز آئی یا ثور! (ثور عربی زبان میں بیل کو کہتے ہیں) اس وجہ سے انہیں ثوری کہتے ہیں۔

حق پسندی

عبداللہ بن حسن عنبری دوسری صدی ہجری کے اکابر علماء میں سے ہیں وہ بصرہ کے قاضی بھی رہے انکے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ تو انھوں نے اس کا جواب درست نہیں دیا شاگرد نے کہا حضرت شاید آپ سے غلطی ہوگئی صحیح جواب یہ ہونا چاہیے بڑے علماء اپنی غلطی سے نہیں شرماتے اور بڑے ہوتے بھی اس لئے ہیں کہ غلطی معلوم ہونے کے باوجود بھی اسی پر ڈٹا رہا جائے یہ بڑائی نہیں ہٹ دھری کہلاتی ہے عبداللہ نے اپنے شاگرد کے صحیح جواب سننے کے بعد بہت ہی کارآمد جملہ ارشاد فرمایا آپ چھوٹے ہیں لیکن بات آپ کی ہی درست ہے میں بھی آپ کے جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں اس لئے کہ باطل میں بڑا اور رئیس بننے سے مجھے حق دم اور تابع بننا بہت زیادہ محبوب ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج۔۹ ص۲)

مومن کی فراست

قاضی ایاسؒ کی فراست وبصیرت ضرب المثل ہے ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھیں قاضی ایاس نے کہا ان تینوں عورتوں میں سے ایک حاملہ ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور ایک باکرہ (کنواری) ہے تحقیق کرنے پر ان عورتوں کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی جب ایاس سے پوچھا گیا کہا آپکو اس کا اندازہ کیسے ہوا فرمانے لگے حادثہ کے وقت ان عورتوں میں ایک نے پیٹ پر ہاتھ رکھا میں نے سمجھا حاملہ ہے دوسری نے پستان پر رکھا میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا میں نے اس سے اسکے باکرہ ہونے پر استدلال کر دیا وجہ اسکی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اس پر ہاتھ رکھتا ہے۔ (شرح مقامات للشریشی۔ ج:۱،ص:۱۸۳)

انبیاء کی ایجادات

(۱) صابن حضرت صالحؑ کی ایجاد ہے

(۲) زرہ حضرت داؤدؑ کی ایجاد ہے

(۳) سوئی قلم علم ریاضی ہوزن کے پیمانے آلات حرب اور کتابت حضرت ادریس علیہ السلام نے تیار کئے۔

(۴) بحری فوج سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کی۔

(۵) انگور کے پہلے کاشتکار حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

(۶) دنیا کے پہلے درزی حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔

(۷) سب سے پہلا بحری بیڑہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔

(۸) سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے تھے۔

(۹) کنگھی اور پاجامہ حضرت ابراہیم علیہ نے ایجاد کیا۔

(۱۰) عقیقہ کرنے کی سنت حضرت ابراہیمؑ کی ہے۔

(گندھارا گورنمنٹ کالج پشاور ص:۶۷)

چار قسم کے دل

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

ایک تو پاکیزہ دل جو روشن چراغ کی طرح چمکدار ہوتے ہیں، دوسرے وہ دل جو غلاف آلود ہیں تیسرے وہ جو الٹے ہیں، چھوتے وہ دل جو مخلوط ہیں۔ پہلا دل تو مومن کا ہے جو پوری طرح نورانی ہے دوسرا کافر کا دل ہے جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں تیسرا دل خالص منافقوں کا ہے جو جانتا ہے اور انکار کرتا ہے چوتھا اس منافق کا ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہے ایمان کی مثال اس سبزے کی طرح ہے جس میں پیپ اور خون بڑھتا ہی جاتا ہے اب جو مادہ بڑھ جائے وہ دوسرے پر غالب آ جاتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج:۱، ص:۸۹)

یہ کونسی کتاب ہے

ایک مرتبہ ایک انگریز حاکم شہر سہارنپور انڈیا کے بچوں کے ایک مدرسے میں پہنچا اور بچوں کو تعلیم القرآن اور اسکے حفظ کرنے میں مشغول دیکھا حاکم نے استاد سے سوال کیا یہ کون سی کتاب ہے؟ اس نے بتایا یہ قرآن مجید ہے پھر حاکم نے سوال کیا کیا ان میں سے کسی نے پورا قرآن حفظ کیا ہے استاد نے کہا ہاں اور چند لڑکوں کی طرف اشارہ کیا اس نے جواب سنا تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا ان میں ایک لڑکا بولا ذرا اور قرآن مجید میرے ہاتھ میں دے دو میں اس سے امتحان لونگا آپ جس کو چاہے بلا لیجئے چنانچہ خود اس نے ایک لڑکے کو بلایا جس کی عمر ۱۳ سال یا ۱۴ سال کی تھی اور چند مقامات سے اس کا امتحان لیا جب اسے کامل یقین ہو گیا کہ یہ پورے قرآن کا حافظ ہے تو حیران ہوا اور کہنے لگا میں شہادت دیتا ہوں کہ جس طرح قرآن کیلئے تواتر اور حفاظت ثابت ہے کسی کتاب کو ایسا تواتر میسر نہیں محض ایک بچے کے سینے سے پورے قرآن کا صحت الفاظ اور ضبط اعراب کے ساتھ لکھا جانا ممکن ہے۔ (بائبل سے قرآن تک ص:۱۹۹)

زیادہ محتاج

ابو جعفر مرادؒ ایک بلند پایہ ولی تھے ایک دن ایک شخص حاضر خدمت ہو کر ہزار دینار لایا اور کہا

کہ اس کو اپنے مریدوں پر خرچ کریں آپ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے گھر میں کچھ اور دینار چھوڑے ہیں اس نے کہا ہاں جناب آپ نے پوچھا جو آپ نے چھوڑا اس میں اضافہ بھی پسند کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا جی ہاں تو آپؒ نے فرمایا ان دیناروں کو بھی آپ ہی لے چلو کیونکہ ہم سے آپ زیادہ محتاج ہیں۔

(مخزن اخلاق ص: ۲۷۵)

خوف الٰہی کا غلبہ

ایک دفعہ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے سامنے ایک اچھی آواز والے قاری صاحب نے تلاوت کی تو آپ نے قاری صاحب سے فرمایا آپ میرے بچے کے سامنے جا کر تلاوت کریں لیکن سورۃ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کیوں کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ قیامت کا ذکر سننے کی طاقت نہیں رکھتا یہ بات قاری صاحب کو یاد نہ رہی اور انہوں نے دوسری سورتوں کی تلاوت کے بعد سورۃ القارعہ کی بھی تلاوت کی جسے سن کر آپ کے صاحبزادے کی جان نکل گئی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

حضرت ابوبکر بن صیدلائی فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن منصور بن عمار سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا میرے پروردگار نے مجھے اپنا قرب عطا فرمایا ہے اور کہا ہے اے گناہ گار بوڑھے معلوم ہے میں نے تجھے کیوں بخشا ہے؟ میں نے عرض کیا یا الٰہی! معلوم نہیں فرمایا تو نے ایک بار لوگوں کیلئے ایک مجلس (وعظ) لگائی تھی اور ان کو ڈرایا تھا پس میرے بندوں میں سے ایک وہ بندہ بھی رویا تھا جو میرے خوف سے پہلے کبھی بھی نہیں رویا تھا پس میں نے اس کو معاف کر دیا تھا اور اہل مجلس پر اس وجہ سے عنایت کی تھی کہ ان میں سے ایک تو بھی تھا۔ (ماہنامہ بنات عائشہ نومبر ۲۰۰۲)

حضرت علیؓ کی علمیت

حکایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت

حذیفہ بن یمانؓ سے ملاقات کی تو حضرت حذیفہ سے پوچھا اے حذیفہ تم نے کس حال میں صبح کی؟ فرمایا: اے امیر المومنین فتنہ سے محبت کرتا ہوں، حق کو ناپسند کرتا ہوں، جو شئے پیدا نہیں ہوئی اس کا قائل ہوں جو نہیں دیکھا اس کی گواہی دیتا ہوں۔ بغیر وضو کے صلوٰۃ ادا کرتا ہوں، زمین میں میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان میں نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس بات پر بہت غصہ ہوئے، اور ارادہ کیا کہ ان کو سخت سزا دیں پھر آپ آنحضرت ﷺ کے ہاں صحابیتؓ کا لحاظ کر کے رک گئے۔ آپ اس کشمکش میں تھے کہ آپؓ کے پاس حضرت علی بن ابی طالبؓ گزرے تو ان کے چہرے سے غصہ کو بھانپ گئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کو کس نے غصہ آلود کیا تو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کو یہ بات غصہ نہ دلائے یہ (حذیفہ) فتنہ کو پسند کرتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة﴾ یہ اولاد اور مال پسند کرتے ہیں ان کا مراد یہی ہے فتنہ سے ان کا یہ کہنا کہ وہ حق کو پسند نہیں کرتے، تو حق سے مراد موت ہے جس سے کوئی چارہ نہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ ہی کہتے ہیں جو پیدا نہیں ہوا مراد اس سے قرآن ہے جو پیدا شدہ نہیں (بلکہ اللہ پاک کی صفت کلام ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ اس کی گواہی دیتا ہے جس کو دیکھا نہیں۔ یہ اللہ کی تصدیق کر رہے ہیں جس کو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ بغیر وضوء کے صلوٰۃ ادا کرتا ہوں تو یہ بغیر وضوء کے حضور ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھتے ہیں (اور درود کا بغیر وضوء پڑھنا گناہ نہیں ہے) ان کا یہ کہنا کہ ان کے پاس زمین میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان میں نہیں ہے وہ اس طرح کہ حذیفہؓ کے پاس بیٹی بھی ہے اور بیوی بھی جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ بیٹے ہیں اور نہ بیوی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابو الحسن (یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے) تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تم نے میری بہت بڑی فکر زائل کر دی۔

(آنسو کا سمندر: ۱۸۳)

امام ابو یوسفؒ کی فقاہت

امام مالک نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص ابو یوسف کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں ایک جاریہ (باندی) نہ خریدوں تو میری بیوی مجھ پر طلاق۔ مگر اب میں سوچتا ہوں کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ میں اپنی بیوی سے محبت اور الفت کرتا ہوں

اور میری نظر میں اس کی وقعت اور عظمت ہے، یہ سن کر قاضی ابو یوسف نے کہا تم ایسا نہیں کرتے کہ ایک کشتی خرید لو وہ بھی تو جا رہی ہی ہے۔ (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات ص:۱۰۲)

کتابت حدیث میں انہماک

ابن جوزیؒ کا حدیث کی سماعت و کتابت میں اتنا اشتغال تھا۔ کہ اپنے ہاتھ سے مرویات حدیث کی کتابت کی بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ انھوں نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث کے لکھنے کیلئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور بچ رہا۔ (نفیس پھول ص:۱۴۰)

امام ابو حنیفہؒ کا دیانت

امام ابو حنیفہؒ کا تقویٰ انتہاء کو پہنچ گیا تھا، آپ حرام مال سے گریز کرتے تھے، تجارت کرتے وقت جب آپ کو کسی مال میں دھوکے اور خرابی کا شبہ پیدا ہوتا تو اس مال کو اپنے استعمال کے بجائے فقراء پر تقسیم کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کے غلام نے ان کے مال سے تجارت کی اور تیس ہزار روپے نفع کمایا مگر اس میں امام موصوف کے خیال میں خرابی تھی ففرق ذلك كله وهو ثلثون الف درهم على الفقراء یہ تیس ہزار دراہم انہوں نے سب کے سب فقراء پر تقسیم کر دیے۔ (مناقب موفق ج۱، ص:۱۹۸)

سالن گرم کرنے کا معاوضہ

حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا، نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کا مکان تھا، گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دوکان تھی جس کا نام اسمٰعیل تھا اسکے یہاں کھانا آیا کرتا تھا، سردی کے زمانہ میں وہاں کھانا آتا، خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے

اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی بھی نہیں۔ (اکابر کا تقویٰ، ص: ۲۹۰)

زہد و استغناء

شیخ جلال الدین نے سید الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کا دریا کے کنارے گزر ہوا وہاں ایک ہندو جوگی آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس نے آنکھیں کھولیں اور شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بڑی مبارک باد دی کہ تم بڑے اچھے وقت پر دریا پر آئے ہو اسلئے کہ میرے پاس ایک پارس کی پتھری ہے اور میں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ آنکھیں کھولنے کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑے گا اس کو دونگا اب اتفاقاً تو مل گیا یہ کہہ کر بڑے احسان رکھ کر وہ پتھری حضرت شیخ کی نظر کر دی حضرت نے لے کر اس کو دریا میں ڈال دیا وہ جوگی انتہائی غصہ سے بے چین و مضطرب ہوا اور نہایت حسرت و قلق سے رو کر کہنے لگا کہ یہ کیا کیا ایسی نایاب چیز کی یہی قدر تھی بس میرا پتھر مجھے واپس کرو حضرت نے فرمایا کہ تم مجھ کو دے چکے تھے مجھے اختیار تھا کہ جو چاہے کروں، اس نے بے چینی پر اصرار کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ دریا میں گھس جاؤ اور اپنا پتھر اٹھا مگر شرط یہ ہے اپنا ہی پتھر اٹھانا وہاں گھس کر دیکھا کہ اس سے بہتر سینکڑوں پتھریاں وہاں پڑی ہیں اپنے پتھر کے ساتھ ایک اور چپکے سے اٹھالی حضرتؒ نے آواز سے فرمایا کہ یہ بدعہدی ہے بلا آخر وہ دونوں پتھریاں لایا اور لا کر حضرت کی خدمت میں سر رکھ دیا اور مسلمان ہو گیا۔ (تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۵)

علم کسی کے پاس نہیں جاتا

ایک مرتبہ ھارون الرشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا وزیر جعفر برمکی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش ظاہر کی کہ موطاء لا کر مجھے سنا دیں آپ نے فرمایا۔ خلیفہ سے بعد از اسلام کہہ دینا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں جعفر نے پیغام پہنچا دیا پھر امام مالکؒ کی ملاقات خلیفہ سے ہوئی تو اس نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کر دیا، امام مالکؒ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و بادشاہت دی ہے اگر آپ ہی ان علماء کی قدر نہیں کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ آپکی عزت

برباد نہ کردیں یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطاء سننے کیلئے امام صاحبؒ کے ساتھ ہوگیا۔ (اشرف الہدایہ ج:۱ص:۸۳)

علماء اور خدام میں فرق

ہارون رشید ایک روز آئے تو سب لوگ احتراماً کھڑے ہوگئے مگر محمد بن حسنؒ کھڑے نہ ہوئے خادم آیا اور محمد بن حسنؒ کو بلا کر لے گیا آپ کے اصحاب اور تلامذہ بہت گھبرائے جب باہر آئے تو حاضرین نے دریافت کیا محمدؒ کہنے لگے ہارون نے دریافت کیا تھا آپ لوگوں کے ساتھ کھڑے کیوں نہ ہوئے میں نے جواب دیا مجھ پر یہ بات ناگوار گزری کہ میں اس طبقہ سے نکل جاؤں جس میں آپ نے مجھے داخل فرمایا ہے آپ نے مجھے علماء میں شامل کیا ہے، مجھے یہ پسند نہ آیا کہ میں علماء سے نکل کر زمرہ خدام سے جا ملوں۔ (اشرف الہدایہ ج:۱ص:۹۹)

ماں کی معافی

ایک شخص کی روح نکلتے وقت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے زبان بند ہوگئی حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ شخص نماز پڑھتا تھا روزے رکھتا تھا؟ کہا گیا اے رسول خدا ﷺ یہ نماز بھی پڑھتا تھا روزے بھی رکھتا تھا فرمایا! کیا اس نے اپنی ماں کی نافرمانی کی تھی؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ یہ ایک دفعہ ماں کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا آپؐ نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا تو اپنے بچے کی خطاء معاف کردے آخر ہے تو تیرا لخت جگر ماں نے انکار کردیا کیونکہ اس نے ایک موقع پر ماں کی آنکھ پھوڑ دی تھی اور دل دکھایا تھا آپ نے فرمایا اچھا جب یہ معاف نہیں کرتی تو ماں کے گستاخ کا حشر دیکھو بہت سی لکڑیاں جمع کرو اور انہیں آگ لگا دو اور اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو ماں نے جب یہ بات سنی تو بے تابانہ لہجے میں کہا یارسول اللہ! یہ میرے پیٹ میں نو مہینے رہا ہے دو سال اس نے میرا دودھ پیا ہے اسے میں آگ میں جلتے کیسے دیکھوں گی لیجئے میں نے اس کی خطا معاف کی ادھر ماں نے معاف کیا ادھر اس کے بچے کی زبان سے نکلا۔ أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

(نزہۃ المجالس کتاب الذکر:۱ ۵۸)

مسائل کے استنباط میں شب بیداری

ایک مرتبہ امام محمدؒ امام شافعیؒ کے ہاں رات کو ٹھہرے امام شافعیؒ تو رات بھر نفلیں پڑھتے رہے آپ ساری رات لیٹے رہے امام شافعیؒ کو مزید تعجب ہوا پوچھنے پر فرمایا کہ آپ نے تو ذاتی نفع کے پیش نظر رات بھر عبادت کی تاہم میں پوری امت کیلئے جاگتا رہا اور کتاب اللہ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر مسائل نکالے امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ سن کر اپنی شب بیداری بھول گیا کہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا اتنا دشوار نہیں جتنا لیٹ کر جاگنا۔ (حدائق الحنفیہ ج:۲،ص:۱۵۹)

لطیف شکایت اور اس کا حکیمانہ ازالہ

امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا امیر المومنین میرے شوہر جیسا نیک آدمی شاید دنیا میں کوئی نہیں وہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہیں یہ کہہ کر خاموش ہوگئی حضرت عمرؓ اس کی بات کا مطلب پوری طرح سمجھ نہ پائے اور فرمایا اللہ تمہیں برکت دے اور مغفرت کرے نیک عورتیں اپنے شوہر کی ایسی ہی تعریف کرتی ہے عورت نے یہ جملہ سنا کچھ دیر جھجکی اور پھر واپس جانے کیلئے کھڑی ہوگئی کعب بن سوارؓ بھی موجود تھے انہوں نے عورت کو واپس جاتے دیکھا تو حضرت عمرؓ سے کہا امیر المومنین آپ اس کی بات نہیں سمجھے وہ اپنے شوہر کی تعریف نہیں شکایت کرنے آئی تھی اس کا شوہر جوش عبادت میں زوجیت کے پورے حقوق ادا نہیں کرتا اچھا یہ بات ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا بلاؤ اسے وہ عورت پھر واپس آئی اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی حضرت کعب بن سوارؓ کا خیال صحیح تھا حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اب تم ہی اس کا فیصلہ کرو؟ حضرت کعب نے کہا ہاں تم نے ہی اس کی شکایت کو سمجھا تم ہی اس کا ازالہ کرو حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر حضرت کعبؓ سے کہا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اگر کوئی شخص اس اجازت پر عمل کرتے ہوئے چار شادیاں کرے تو بھی ہر بیوی کے حصے میں چار میں سے ایک دن رات آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ چوتھی رات ایک ایک بیوی کا حق ہے لہذا آپ فیصلہ دیجئے کہ اس عورت کا شوہر تین دن عبادت کر سکتا ہے لیکن چوتھا دن لازماً اسے اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہیے یہ فیصلہ سن

کر حضرت عمرؓ پھڑک اٹھے اور فرمایا یہ فیصلہ تمہاری پہلی فہم و فراست سے بھی زیادہ عجیب ہے اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ کو بصرہ کا قاضی بنادیا۔ (تراشے ص:۸۴،۸۵)

کرامت

حضرت ذوالنون مصریؒ جو بڑے پایہ کے اولیا اللہ میں سے گزرے ہیں ایک مرتبہ سفر حج کیلئے کشتی پر سوار ہو کر جا رہے تھے جس میں امیر و غریب تاجر و سوداگر ہر قسم کے آدمی سوار تھے اتفاقاً کسی سوداگر کا ایک قیمتی موتی گم ہو گیا اس نے کشتی کے تمام لوگوں کی تلاشی لینی شروع کی ایک شخص پر پھٹے ٹوٹے حال سے کشتی پر سوار تھا اس پر شبہ ہوا یہ دیکھ کر فرسودہ حال نے دربار الٰہی میں گریہ وزاری شروع کی اے رب العزت عزت و ذلت تیرے ہاتھ میں ہے چنانچہ اس کی دعا مقبول ہوئی اور یکا یک ہزاروں مچھلیاں تیرتی ہوئی پانی پر آ گئیں جن میں سے ہر ایک مچھلی اپنے منہ میں ایک ایک بے بہا موتی لئے ہوئے تھی اس درویش نے اس میں سے ایک موتی لے کر سوداگر کو دے دیا اور بلا خوف و خطر اسی وقت کشتی سے اتر کر پانی میں چلا گیا اسی وقت سے اس کا نام (ذوالنون مچھلی والے مشہور ہو گیا۔

(حکایتوں کا گلدستہ ص:۲۹،۳۰)

کلمہ کی فضیلت

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے ارادے سے چلا تھا مگر اچانک میری اونٹنی قسطنطنیہ کی طرف چل پڑی ہر چند میں اس کو روک کر مکہ معظمہ کے راستے پر ڈالنا چاہا مگر اونٹنی تھی کہ وہ برابر قسطنطنیہ ہی کی طرف چلتی رہی آخر مجبور ہو کر میں نے اونٹنی کو اس کے ارادے پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ میں قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر طرف لوگ حیران و پریشان آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اسکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی مجنون ہو گئی ہے اسکے علاج کے لئے لوگ طبیب کی تلاش میں ہیں یہ سن کر میں نے کہا تم مجھے ان کے پاس لے چلو میں اسکا علاج کروں گا چنانچہ جب میں اس کے مکان کے قریب پہنچا تو شہزادی نے اندر سے آواز دی کہ جنید تو نے تو اپنی اونٹنی کو بہت پھیرنا چاہا مگر ہمارا جذبہ صادق تجھے یہاں کھینچ ہی لایا پس جب سے ہی اس پری چہرہ نازک اندام پر

میری نظر پڑی میں بے ہوش ہو گیا ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس لڑکی کے گلے میں لوہے کا ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہے اور ساق پنڈلی کو لوہے کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے اس لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے جنید میرے مرض کی دوا تجویز کیجئے یہ سن کر میں نے اس لڑکی سے کہا تو لا الٰہ إلا اللّٰہ پڑھ لے اس کا کلمہ پڑھنا تھا کہ گردن کا مضبوط لوہے کا طوق اور لوہے کی بیڑیاں خود بخود ٹوٹ کر گر گئیں اور لڑکی تندرست ہو گئی لڑکی کے باپ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا آپ تو بڑے طبیب حاذق ہیں مجھے بھی دعا بتائیں میں نے کہا آپ بھی وہی کلمہ پڑھ لیجئے جو شہزادی نے پڑھا ہے یہ سن کر بادشاہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ اور بھی بہت لوگ یہ کلمہ پڑھ کر اسلام کے محفوظ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ (حکایتوں کا گلدستہ ص:۲۳۳)

حاضر جواب بدوی

کسی خلیفۃ المسلمین کے شاہی دسترخوان پر ایک اعرابی کھانے کیلئے بیٹھ گیا ایک بھنا ہوا بکری کا بچہ دسترخوان پر لایا گیا تو اعرابی جو خوب بھوکا تھا بڑی تیزی کے ساتھ جلدی جلدی اور بڑے بڑے لقمے کھانے لگا اس کے کھانے کا ڈھنگ دیکھ کر خلیفۃ المسلمین نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس بکری کے بچے کو اس طرح کھا رہے ہو گویا اس کی ماں نے تمہیں سینگ مارا ہو۔ اعرابی نے کھاتے کھاتے جواب دیا کہ امیر المومنین اور آپ تو اس طرح شفقت فرما رہے ہیں کہ گویا اس کی ماں نے آپ کو دودھ پلایا ہو۔

(ماہنامہ صدائے حریت ج:۲ شمارہ:۸)

اللہ کے نام کا ادب

زبیدہ خاتون ایک نیک خاتون ملکہ تھی اس نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی اس نے زبیدہ خاتون سے پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ نے بخشش فرما دی خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق کو فائدہ پہنچایا آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی زبیدہ خاتون نے کہا نہیں نہیں جب نہر زبیدہ والا عمل پیش ہوا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ یہ کام تو تو نے خزانے کے پیسوں سے کروایا

اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کیا عمل کیا زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی مجھے کہا گیا کہ ایک عمل ہمیں پسند آ گیا ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دستر خوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز آئی تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ گرا ہوا تھا تم نے لقمہ کو واپس رکھا پہلے دوپٹہ ٹھیک کیا پھر لقمہ کھایا تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی۔ (ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ ج:۲ ص:۲)

ابواللیث سمرقندیؒ کا لقب

ابواللیث سمرقندیؒ عظیم مفسر بلند پایہ فقیہ، زبردست مناظر اور ماہر طبیب و فلسفی تھے ان کا لقب الفقیہ ہے اور اس لقب کے ساتھ وہ مشہور ہیں انہیں یہ لقب بہت زیادہ پسند تھا کیونکہ یہ لقب انہیں رسول اللہ ﷺ نے خواب میں عطا فرمایا تھا جس کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب انہوں نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین لکھ چکے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر اسے پیش کیا رات کو جب وہ سو گئے تو خواب میں حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی خواب میں آپ ﷺ نے انہیں ان کی کتاب تھماتے ہوئے فرمایا: خذ کتابك یا فقیه یعنی اے فقیہ یہ لو اپنی کتاب اس کے فوراً بعد وہ جاگ گئے کتاب پر نظر پڑی تو دیکھا کہ حضور ﷺ نے اس میں کچھ مقامات سے عبارتیں مٹا دیں تھیں اس واقعہ کے بعد وہ اپنے لئے اس لقب کو بطور تبرک استعمال کرتے تھے۔ (کتاب اعلام الاخبار ص:۱۲۶)

عرش کے سایہ میں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات آدمیوں کو اس دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا جب کہ اس کے سایہ کے علاوہ اور کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ ۱۔ مسلمان منصف بادشاہ ۲۔ وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں رات گزاری ۳۔ وہ مرد جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے جب تک وہ واپس نہ آ جائے (اس کا جسم باہر اور دل مسجد کے اندر رہتا ہے) ۴۔ وہ شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کیلئے محبت کی اسی محبت کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کو دل میں یاد رکھتے ہوئے جدا ہو

جاتے ہیں۔ ۵۔ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ ۶۔ وہ مرد جس کو حسین اور ذی جاہ عورت نے برے کام کے لئے بلایا اور اس نے آگے سے جواب دیا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور برا فعل نہ کیا۔ ۷۔ وہ شخص جس نے ایسے چھپا کر صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (مرنے کے بعد کیا ہوگا، ص: ۱۲۶، مفتی عاشق الٰہی بلندشہری)

روزمرہ پانچ نمازیں ایک وضوء سے

ایک مرتبہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ استعمال کئے تو امام عبداللہ بن المبارکؒ نے کڑک کر کہا: تو اس شخص کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے جس نے پینتالیس سال پانچ نمازیں ایک ہی وضوء سے پڑھی ہیں، اور ایک ہی رات میں دو دو رکعتوں میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے ہیں اور پھر فرمایا: کہ و تعلمت الفقه من عند أبي حنيفةؒ میرے پاس جو فقہ ہے وہ میں نے امام ابوحنیفہ ہی سے سیکھا۔ (طائفہ منصورہ ص: ۵۹ از شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان)

نعمت کی ناقدری

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ حضرت تھانویؒ کا یہ واقعہ نقل کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ بیمار ہوئے اس دوران ایک شخص نے آپ کو دودھ لا کر پینے کے لئے دیا۔ آپؒ نے دودھ پیا اور تھوڑا سا بچ گیا، وہ بچا ہوا دودھ آپ نے سرہانے کی طرف رکھ دیا۔ اتنے میں آپؒ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو ایک صاحب جو پاس کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ، بھائی وہ تھوڑا سا دودھ بچ گیا تھا، وہ کہاں گیا؟ تو ان صاحب نے کہا کہ، حضرت! وہ تو پھینک دیا ایک گھونٹ ہی تھا۔ حضرت تھانویؒ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے اللہ کی اس نعمت کو پھینک دیا تم نے بہت غلط کام کیا ہے۔ اگر میں اس دودھ کو نہیں پی سکا تو تم خود پی لیتے۔ کسی اور کو پلا دیتے یا بلی کو پلا دیتے۔ یا طوطے کو پلا دیتے۔ اللہ کی کسی مخلوق کے کام آ جاتا تم نے اس کو کیوں پھینکا؟ پھر ایک اصول بیان فرمایا کہ جن چیزوں کی زیادہ مقدار کو انسان کھاتا ہے، اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ لیکن اگر اسی کھانے کا تھوڑا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس کو ضائع کرنا جائز نہیں، یہ اصل

(ضابطہ) بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو، اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ۔ (ماہنامہ ندوۃ العلم ج:۱ شمارہ:۱۱ ص:۴۳)

مصنوعی دیوانگی

اصمعیؒ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ جب حجاج حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر مدینہ آیا تو اسے مدینہ سے باہر ایک شیخ ملا چونکہ حجاج کے چہرے پر نقاب تھا اسلئے اس نے حجاج کو نہیں پہچانا، حجاج نے اس سے جب مدینہ کا حال احوال دریافت کیا شیخ نے کہا بہت برا حال ہے رسول ﷺ کے حواری قتل کر دیئے گئے ہیں، حجاج نے پوچھا ان کو کس نے قتل کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا فاجر و فاسق اور لعین شخص نے، جس کا نام حجاج ہے، اللہ اسکو ہلاک کر دے اور سب لعنت بھیجنے والے اس پر لعنت بھیجیں۔ حجاج یہ سن کر غضب آلود ہو گیا اور اس نے اپنے چہرے پر پڑے نقاب کو ہٹا دیا اور پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟ شیخ نے کہا ہاں میں آپ کو پہچانتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں پہچانتے، میں یہاں کا مشہور دیوانہ ہوں مجھے دن میں پانچ مرتبہ مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور ابھی ابھی جب میں الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا تو مجھے دورہ پڑا ہوا تھا تو حجاج نے اسے معاف کر دیا۔ (ندائے منبر و محراب ص:۹۳)

مجھے موت کی کیا پروا

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا جس میں بعض لوگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کی جان تک دشمن ہو گئے۔ ان حالات میں بھی مولانا کھلی چھت پر تن تنہا سوتے تھے۔ حضرت والد صاحب (مفتی محمد شفیعؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت! ایسے حالات میں آپ کا اس طرح سونا مناسب معلوم نہیں ہوتا، آپ کم از کم کمرے کے اندر ہی سویا کریں، لیکن مولانا نے بڑی بے نیازی سے ہنس کر فرمایا: ارے میاں! میں تو اس باپ (یعنی سیدنا حضرت عثمانؓ) کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اٹھانے والے بھی میسر نہ آئے، اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع کی نذر کیا گیا۔ لہذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔

(اکابر دیوبند کیا تھے، از تقی عثمانی)

دیارِ محبوب کے دو پروانے

مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحب نے حکایت کی ہے۔ کہ میں ایک دفعہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ساتھ حاجی محمد امین صاحب ترنگزئی کے ہاں گیا تھا تو آپ نے چائے سے ہماری تواضع کی مولانا عبدالحقؒ نے جب ایک پیالہ پیا تو حاجی صاحب نے دوسرا پیالہ بھرنے کا کہا تو مولانا صاحبؒ نے انکار کیا پھر تکلیف ہوتی ہے زیادہ چائے نہیں پیتا ہوں تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا صاحب پیو یہ پیالے اور چاینک (کیتلی) میں جانان کے وطن (مدینہ منورہ) سے لایا ہوں تو پھر مولانا صاحبؒ نے از خود اس چاینک سے پانچ چھ پیالے چائے پی لی اور بہت خوش ہوئے ......

ذوق و شوق دل کا مدت سے تقاضا ہے یہی
جان و دل میں جذب کر لو ہر ادائے خوئے دوست

(سہ ماہی الفرید ج:۲ شمارہ:۳، ص:۵۳)

شیخ عبداللہ مجذوم اور انکی اہلیہ

شیخ عبداللہ قریشی مجذوم بہت بڑے اللہ کے ولی تھے مگر اندھے اور جذامی تھے انکے ایک مرید کی جوان سال خوبصورت بیٹی نے باپ سے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کوئی ایسا کام کرنا چاہتی ہوں جو خالص اللہ کے لئے ہو اور جس میں میرا نفس بالکل شریک نہ ہو اسلئے میں نے یہ طے کیا ہے۔ کہ آپ میرا نکاح شیخ قریشی سے کردیں۔

چنانچہ باپ نے شیخ سے اسکا نکاح کردیا شیخ قریشی لڑکی کے جذبہ واخلاص اور نفس کی قربانی سے بہت متاثر ہوئے آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ الٰہی میں جب اس لڑکی کے پاس جایا کروں تو میری شکل سیک خوبرو صحت مند جوان جیسی ہوجایا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی چنانچہ شب زفاف حضرت قریشی ایک خوبصورت جوان کی صورت میں لڑکی کے پاس گئے۔ وہ غیر مرد سمجھ کر بھاگی آپ بولے گھبراؤ مت میں قریشی ہوں میں نے تمہاری اس قربانی سے متاثر ہو کر دعا کی تھی میں تمہارے لئے اس شکل میں آیا کروں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری اخلاص کی برکت سے قبول فرمائی۔ لڑکی بولی افسوس آپ

نے میرے سب کچھ پر پانی پھیر دیا آپ اپنی اصل شکل اور بیماری کے ساتھ ہی مجھ سے ملا کریں تا کہ میں آخرت میں اپنے اس عمل کا پورا پورا اجر پاسکوں۔ (جواہرات علمیہ ص:۱۰۲)

عبدالرحمان ابن ابی حاتمؒ کا علمی شغل

عبدالرحمان بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ ہم مصر میں طالب علمی کے دور میں ایک مرتبہ سات ماہ رہے۔ دن پورا کا پورا شیوخ احادیث کی مجلسوں میں تقسیم تھا۔ دن کو پڑھتے اور رات کو لکھتے تھے۔ ایک دن میں اور میرا رفیق ایک شیخ کی مجلس میں بروقت پہنچے معلوم ہوا آج شیخ علیل ہیں۔ چونکہ اب دوسری مجلس درس میں کچھ وقت تھا اتنے میں ایک مچھلی خرید کر ابھی گھر پہنچے ہی تھے۔ کہ اگلے مجلس حدیث کا وقت ہو گیا مچھلی چھوڑ کر مجلس میں حاضر ہوئے تین دن گزر گئے۔ لیکن اسکے پکانے کا موقع نہیں ملا۔ اب پکانے کے لئے فرصت کہاں سے لاتے اس لئے بغیر بھونے وہ مچھلی ہم نے کچی کھالی۔ یہ واقعہ سنا کر فرمانے لگے۔ لا یستطاع العلم براحتہ الجسم. جسم کی راحت کے ساتھ کبھی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

(متاع وقت اور کاروان علم ص، ۱۸۱)

سوال جواب

ایک بزرگ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ جب میں عبادت کرنے لگتا ہوں تو نیند کا غلبہ آجاتا ہے اور جب کبھی میں محفل موسیقی ورقص میں ہوتا ہوں تو نیند آنکھوں سے اچاٹ ہوتی جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ بزرگ نے جواب دیا جب انسان عبادت کرنے لگتا ہے تو وہ ایک ایسے بستر پر ہوتا ہے جو پھولوں سے بنا ہوتا ہے جب اسطرح کے حالات ہوں تو نیند کا آنا لازمی امر ہے اور جب انسان لہولعب کی محفل میں ہوتا ہے تو وہ ایک ایسے بستر پر ہوتا ہے جس کو کانٹوں سے بنایا گیا ہوتا ہے تو پھر نیند کیسے آسکتی ہے۔ (ضرب مومن)

عقل وخواہش

جانوروں میں خواہش پائی جاتی ہیں مگر عقل نہیں۔ فرشتوں میں عقل ہوتی ہے مگر خواہش نہیں

ہوتی۔ انسان میں یہ دونوں باتیں ہیں۔ اس میں عقل بھی ہے اور خواہش بھی۔ اگر انسان خواہش سے عقل کو دبالیتا ہے تو وہ جانوروں سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے اور اگر عقل سے خواہش کو دبالیتا ہے تو فرشتوں سے بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ (روز نامہ نامہ اسلام)

ایماندار چرواہا

نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے باہر تشریف لے جا رہے تھے خدام ساتھ تھے کھانے کا وقت ہو گیا۔ خدام نے دسترخوان بچھایا۔ سب کھانے کیلئے بیٹھے، ایک چرواہا بکریاں چرواتا ہوا گزرا۔ اس نے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسکے کھانے کی تواضع کی۔ اس نے کہا میرا روزہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس قدر گرمی میں کیسی لو چل رہی ہے۔ جنگل میں تو روزہ رکھ رہا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ میں اپنے ایام خالیہ کو وصول کر رہا ہوں۔ (یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ الحاقہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائیں گے۔ کہ کھاؤ پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گزرے ہوئے زمانے میں کئے تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے امتحان کے طور پر اس سے کہا کہ ہم ایک بکری خریدنا چاہتے ہیں اس کی قیمت بتاؤ اور لے لو۔ ہم اس کو کاٹیں گے اور تمہیں بھی اس کا گوشت دیں گے۔ کہ افطار میں کام دے گا اس نے کہا یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ میں تو غلام ہوں۔ یہ میرے سردار کی بکریاں ہیں حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ سردار کو کیا خبر ہوگی۔ اس کو کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: فاین اللہ ؟ اللہ کہاں چلیں گے ہیں؟ (یعنی وہ پاک پروردگار تو دیکھ رہا ہے) جب وہ مالک الملک دیکھ رہا ہے تو میں کیسے کہہ دوں کہ بھیڑیا کھا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تعجب اور مزے سے بار بار فرماتے تھے۔ ایک چرواہا کہتا ہے۔ این اللہ (اللہ کہاں چلے جائیں گے) اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ شہر میں واپس تشریف لائے۔ تو اس غلام کے آقا سے اس غلام کو اور بکریوں کو خرید کر آزاد کر دیا اور بکریاں اسی کو ھبہ کر دیں یہ اس وقت کے چرواہوں کا حال تھا۔ کہ ان کو جنگل میں بھی یہ فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ (فضائل صدقات حصہ دوم ص:۸۰ے)

لغت کی کتابیں

صاحب ابن عباد لغت کے بڑے ماہر عالم گزرے ہیں ان کو کسی بادشاہ نے اپنے یہاں طلب کیا تو انھوں نے معذرت کی کہ میں یہاں سے منتقل ہوا تو مجھے ساٹھ اونٹ فن لغت کی کتابیں منتقل کرنے کیلئے چاہئے یہ ہر شخص جانتا ہے کہ اونٹ کتنا عظیم الشان وزن اٹھا لیتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک صاحب ابن عباد کے پاس کتنی کتابیں صرف لغت کی موجود ہوں گی۔

(مقدمہ المنجد ص: ۱۴ بحوالہ توضیح الدراسۃ ص: ۲۳)

طلب کا راستہ

حضرت رابعہ بصریہؒ جو کہ اولیاء کاملین میں سے تھیں ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کا راستہ آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟ یعنی خدا کی طلب کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ فرمایا کہ میں سات برس کی تھی کہ بصرہ میں قحط پڑا میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی۔ اور میری بہنیں متفرق ہوگئیں اور مجھے رابعہ اسلئے کہتے ہیں کہ میری تین بہنیں اور چوتھی میں تھی پس میں ایک ظالم کے ہاتھ پڑی اس نے مجھ کو چھ درہم میں بیچ ڈالا۔ جس شخص نے مجھ کو خریدا تھا۔ وہ مجھ سے سخت کام لیتا تھا۔ ایک روز میں چھت سے گر پڑی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ میں نے چہرہ زمین پر رکھا اور عرض کیا باری خدایا میں ایک غریب یتیم لڑکی ہوں ایک شخص کے ہاں قیدی پڑی ہوں مجھ پر رحم فرمائیں تیری رضا چاہتی ہوں اگر تو راضی ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں اس کے جواب میں میں نے ایک آواز سنی کہ اے ضعیفہ غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک ایسا مرتبہ حاصل ہوگا۔ کہ مقربان آسمان تجھے اچھا جاننے لگیں گے۔ اس کے بعد میں اپنے مالک کے گھر آئی۔ تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور شب کو ایک گوشہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہوئی ایک مرتبہ میں آدھی رات کو حق تعالیٰ سے مناجات کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے دل کی خواہش تیرے فرمان کے موافق میں ہے اور میری آنکھ کی روشنی تیری خدمت کرنے میں ہے اور تو میری نیت جانتا ہی ہے کہ اگر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت نہ ہوتی تو گھڑی بھر کیلئے بھی تیری عبادت سے اسودہ نہ ہوتی لیکن تو نے مجھ کو ایک مخلوق کے ہاتھ قید کر دیا ہے یہ دعا کر رہی تھی کہ میرے مالک نے

میرے سر پر ایک قندیل نور کے بغیر زنجیر کی لٹکی ہوئی دیکھی جس کے سبب سارا گھر روشن ہو گیا تھا دوسرے دن مالک نے مجھے بلایا اور بہت خاطر کی اور آزاد کر دیا پس میں نے اس سے اجازت لی اور آبادی سے باہر نکلی اور ویرانہ کی راہ لی جہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو گئی چنانچہ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔ (بکھرے موتی ج:۲،ص:۲۵)

ادب کا تقاضا

ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے حضرت ابراہیم بن طہمانؒ کا تذکرہ آیا، امام احمد بن حنبلؒ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ایک دم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے صالحین کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔ (الانساب للسمعانی ج:۱،ص:۲۵۷)

امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی چور اسی محلے کے تھے چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق اس بیچارے نے مجبوراً حلف لیا وہ چور اس کا سارا مال لے کر چلے گئے اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا لیکن بیوی ہاتھ سے نکل جائیگی۔ اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے تو مال اور بیوی کے درمیان تقابل پڑ گیا یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ عہد کر چکا تھا پھر امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا وہ بہت غمگین اور پریشان تھا امام صاحبؒ نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جانے کیا ہو جائیگا پھر فرمایا اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت چوری ہو گئی ہے اور میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق مجھے معلوم ہیں کہ چور کون ہے وہ تو محلے کے ہیں لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائیگی امام صاحب نے فرمایا کہ مطمئن رہو بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائیگی اور مال بھی مل جائیگا اور تو ہی پتہ بتلائیگا۔ کوفہ میں پھر شور ہو گیا کہ ابوحنیفہ یہ کیا کر رہے ہیں یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا نہ کریگا تو بیوی پر طلاق پڑ جائیگی یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائیگی اور نہ مال جائیگا علماء

اور فقہاء پریشان ہوگئے امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آکر پڑھوں گا چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کردیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیجئے کوئی باہر نہ جائے اس میں چور بھی تھے اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس کو بیٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہو کہ یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلے گا تو چپ ہو کر بیٹھ جانا چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے اس کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا اس طرح اس نے کو بتلایا نہیں بلکہ بلا بتلائے سارے چور متعین ہوگئے کہ یہ سب چور ہیں چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔ یہ تدبیر کی بات تھی۔ ندائے منبرومحراب ج، ۲، ص، ۳۲۰)

خطرہ موجود ہے

امام احمد بن حنبلؒ پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کے بیٹے نے پوچھا: ''اے ابا جان! کیا حال ہے؟ آپؒ نے فرمایا: وقت پرخطر ہے جواب کا موقع نہیں دعا سے مدد کرتے رہو کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان میں شیطان بھی ہے اور وہ میرے سامنے کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے کہ اے احمد تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا اور میں کہتا ہوں جب تک ایک سانس باقی ہے خطرہ موجود ہے۔ (ندائے منبرو محراب ج۲، ص، ۳۲۳)

باپ پر حضور ﷺ کو ترجیح

غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر بعض صحابہؓ کے درمیان تھوڑی سے تلخی پیش آئی منافقین تو موقع تلاش کر رہے تھے اس موقع پر منافقین کا سرغنہ عبداللہ بن ابی کہنے لگا یہ لوگ یعنی مہاجرین ہم پر حاکم ہوگئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والے لوگ ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال کر باہر کریں گے یہ بات آنحضرت کو پہنچ گئی تو اس کے بیٹے جو حقیقی معنوں میں اسلام کے شیدائی تھے وہ نبی کریم ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی قسم وہ (والد) ذلیل ہے اور آپ ہی عزت والے ہیں پھر عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں کہ میں اپنے والد کو قتل کر ڈالوں کیوں کہ اگر آپ نے کسی اور

مسلمان کو اس کے قتل کرنے کا حکم دے دیا تو مجھے یہ بات برداشت نہیں ہوگا کہ میں اپنے والد کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا دیکھوں نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک مسلمان کو ایک کافر کے عوض قتل کیا جائے گا جس پر مجھے جہنم میں ڈالا جائیگا مگر آپ نے نہ یہ کہ قتل کرنے سے منع فرمایا بلکہ اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی فرمایا اور یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ جب بیٹے نے باپ کی یہ بات سنی تو باپ کو روک کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ داخل ہونے نہ دونگا جب تک یہ اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول ﷺ عزیز ہے چنانچہ باپ نے اقرار کرلیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

(سیرۃ المصطفیٰ ج:۲، ص:۲۸۷)

لاکھوں میں ایک

حیدرآباد میں ایک عوامی جلسہ تھا جس میں وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو چاروں صوبوں کے گورنر اور وزرائے اعلیٰ بھی سٹیج پر موجود تھے لاکھوں کا مجمع تھا حضرت مفتی محمود بھی بحیثیت وزیراعلیٰ سٹیج پر تشریف فرما تھے بھٹو صاحب کی تقریر جاری تھی دوران تقریر مسجد سے مغرب کی آذان کی آواز آنی شروع ہوئی تو بھٹو صاحب نے تقریر روک دی جوں ہی آذان ختم ہوئی تو بھٹو صاحب نے دوبارہ تقریر شروع کر دی حضرت مفتی صاحب نے وہیں سٹیج پر اپنا رومال بچھا کر نماز کی نیت باندھ لی۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائی یک تن بیگانہ کہ اشنا باشد

صبح کو اخبارات نے جلسے کی رپٹ کرتے ہوئے تصویروں کے ساتھ جو سرخی باندھی وہ تھی ''لاکھوں میں ایک'' لاکھوں کے مجمع میں صرف حضرت مفتی محمود صاحب ہی وہ واحد شخصیت تھے جو سرکاری پروٹوکول کے پرواہ کیے بغیر موذن کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود ہوگئے تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا۔

(سوانح قائد ملت ص، ۹۲)

آمدورفت کا کرایہ

حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہار نپوری، بخاری، ترمذی جیسی، کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم اور محدث ہیں۔ جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلے میں کلکتہ تشریف لے گئے۔ تو وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے۔ اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمدورفت کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں نے (حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ) خود پڑھا اس میں ایک جگہ لکھا تھا۔ کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا۔ اگر چہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی۔ اس لئے وہاں کی آمدورفت کا اتنا کرایہ چندہ سے وضع کرلیا جائے۔

(اکابر کا تقویٰ از محمد اقبال ص، ۳۵)

کمال جرات

جناب محمود احمد عارف کہتے ہیں۔ مجاہد ملت مولانا ہزارویؒ ایک وفد کے ساتھ جس میں شیخ حسام الدین مرحوم بھی تھے۔ صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ دوران گفتگو ایوب خان نے کسے مسئلے پر کہہ دیا، مولانا جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں وہ اس طرح ہے۔ تو مولانا نے فوراً جواب دیا، کرسٹن کیلر کے ساتھ غسل کرنے والے جو اسلام سمجھتے ہیں وہ ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں، ایوب خان اس پر شرمندہ ہوئے اور شیخ حسام الدین مرحوم بہت خوش ہوئے کہ مولانا نے خوب بات لگائی ہے۔

(سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی ص: ۵۳)

خدائی وائرلس

حضرت عمر فاروقؓ نے نہاوند کے معرکہ کیلئے حضرت ساریہؓ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت ساریہؓ نے نہایت دلیری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ شروع کیا۔ ایک موقع پر دشمن نے

موقع پا کر ایک طرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اور اس کی تکمیل کیلئے چل پڑے حضرت عمر فاروقؓ جمعہ پڑھا رہے تھے کہ اچانک نظر اوپر اٹھا کر فرمایا: ”یا ساریۃ الجبل“ اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو اور اس کو تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو ایک شخص حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت عمرؓ کو خوشخبری سنانے کیلئے آیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ فتح کیسے ہوئی؟ تو اس نے آپؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں لڑائی میں شکست ہو رہی تھی اور دشمن ہم پر ایک خاص مقام سے حملہ آور ہو رہے تھے، کہ اچانک ایک آواز یا ساریہ الجبل کی سنائی دی جس کی وجہ سے دشمن کا بروقت موثر توڑ ہو گیا اور وہ ہم پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔ (تاریخ الخلفاء)

امام ترمذیؒ کا حافظہ

امام ترمذیؒ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور سفر حج کیلئے اونٹ پر سوار تھے چلتے ہوئے ایک جگہ سر نیچا کر لیا لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا آگے درخت آ رہا ہے، تو لوگوں نے کہا یہاں درخت کا نام و نشان نہیں شتربان سے کہا مجھے نیچے اتار دو اگر واقعی یہاں درخت نہ تھا اور میں بھول گیا ہوں تو میرا حافظہ قابل اعتماد نہیں، آئندہ حدیثیں بیان نہیں کروں گا، تحقیق کرنے پر قریب کے لوگوں سے پتہ چلا کہ واقعی یہاں پر درخت تھا جو اب کاٹ دیا گیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا اب چلو بفضلہ تعالیٰ میرا حافظہ قوی ہو گیا۔ (خزائن السنن ج ۱ ص: ۱۹)

قبر کی ہولناکی

علامہ بدیع الزمان چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم و ادیب تھے ایک دفعہ بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا لوگ سمجھے کہ انتقال کر گئے اسلئے ان کی تکفین و تجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا حالانکہ آپ زندہ تھے قبر میں جب ہوش آیا تو چیخ پڑے لوگوں نے قبر کو دوبارہ کھولا آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی اور قبر کی ہولناک کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

(وفیات الاعیان ج ص ۱۲۸)

ایک قلم کے لئے

عبداللہ بن مبارک نے ایک مرتبہ شام میں کسی سے قلم مستعار لیا واپس کرنا بھول گئے جب ایران کے شہر مرو آئے تو وہ قلم یاد آیا وہاں سے دوبارہ شام کا سفر کیا اور جا کر قلم اسکے مالک کو لوٹایا۔

(تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۰ ص ۱۲۷)

انگلیوں سے دودھ نکلنا

حضرت قاسم نانوتویؒ نے سات برس کی عمر میں خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہوا ہوں اور میرے ہاتھ اور پیروں کی دسوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں جاری ہیں جو اطراف عالم میں پھیل رہی ہیں تو ان کے ماموں مولوی عبدالسمیع مرحوم نے تعبیر دی تھی کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارے ذریعہ سے علوم نبوت کا فیضان کریں گے بعد میں یہی شخصیت تھی کہ مشرق و مغرب میں اس کے ذریعے علوم کے دریا بہہ گئے۔ (خطبات حکیم الاسلام، ج:۳ ص:۲۲۳)

مصافحہ نہیں بلکہ معانقہ

بھٹو مرحوم کے دور حکومت کی قومی اسمبلی میں ایک لڑکی ممبر نے ان سے قومی اسمبلی میں مصافحہ کرنا شروع کیا۔ ہر ممبر کے ساتھ ہاتھ ملا کر دوسرے کے پاس جاتی اسی طرح یہ لڑکی غلام غوث ہزارویؒ کی نشست پر پہنچ گئی مولانا مرحوم سمجھ گئے آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا ہم تو معانقہ کیا کرتے ہیں یہ سن کر خاتون بھاگ کر دور کھڑی ہو گئی اور ممبران نے اس کی خوب ہنسی اڑائی۔

(صدائے حریت غلام غوث ہزاروی نمبر ص:۷۱)

صبر کی تصویر

مرحوم شورش کاشمیریؒ نے اپنے ہفت روزہ چٹان میں ایک واقعہ لکھا تھا کہ ۱۹۴۶ کے انتخابات کا زمانہ تھا حضرت مدنیؒ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے

نوجوان نے جالندھر کے اسٹیشن پر اپنے لیڈر شمس الحق کی قیادت میں حضرت مدنیؒ کی توہین کی انہیں گالیاں دی اور برا بھلا کہا شمس الحق نے لیڈری کے زعم میں حضرت مدنیؒ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی بلکہ شاید چہرے پر طمانچہ بھی مارا حضرت مدنیؒ صبر کی تصویر بنے اور آہ تک نہ کی ان نوجوانوں نے واپس جا کر علامہ اقبالؒ کے جگری دوست مولانا عطامی کو اپنا یہ کارنامہ سنایا تو وہ کانپ اٹھے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا کپکپاتی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا اگر یہ واقعہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنیؒ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اسکی لاش نہیں ملے گی اسے زمین جگہ نہیں دے گی چنانچہ ایسے ہی ہوا یہ نوجوان لائل پور (جسے اب فیصل آباد کہا جاتا ہے) میں قتل و غارت کا شکار ہو گیا آج تک اسکی لاش کا پتہ بھی نہیں چلا نہ کفن ملا نہ قبر نصیب ہوئی خود لیگ والے بھی کچھ نہ بتا سکے جتنے میں اتنی باتیں کسی نے کہیں اسے اینٹوں کے بھٹے میں زندہ جلا دیا گیا کسی نے کہا کہ لاش کے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دیئے گئے کسی نے کہا قیمہ کر کے جانوروں کو کھلا دیا گیا پولیس نے انعام بھی مقرر کیا اعلانات بھی ہوئے مگر اس کی نعش کا پتہ نہ چل سکا۔

(ندائے منبر و محراب ج:۳ ص ۲۶۰)

حضور ﷺ کا معجزہ

عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جوانی میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ اور ابو بکر تشریف لائے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جسکا ابھی تک نر سے میل نہ ہوا ہو میں نے کہا ہاں میں ایسی بکری لیکر آپ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس بکری کے تن پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تھن دودھ سے بھر گیا آپ ﷺ نے دودھ نکالا خود نوش فرمایا ابو بکرؓ کو پلایا پھر میں نے پیا پھر آپ ﷺ نے تھن کو حکم دیا سکڑ جا وہ سکڑ گیا اس کے بعد میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی مجھ کو بھی اس کی تعلیم دیجئے یہ معجزہ دیکھ کر عبد اللہ بن مسعودؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ (اشرف الھدایہ از جمیل احمد صاحب ج:۱،ص:۵۳)

بات کا سلیقہ

ایک دن ھارون الرشید نے خواب دیکھا کہ اسکے بہت سے دانت ٹوٹ کر گر پڑے ہیں صبح

ہوئی تو علماء کو بلا کر خواب کی تعبیر پوچھی ایک شخص نے کہا آپ کے اکثر عزیز آپ کے سامنے مرجائیں گے یہ بات ھارون الرشید کو اس قدر ناگوار گذری کہ اس شخص کو اسی وقت دربار سے نکلوایا پھر دوسرے سے پوچھا اور جواب سے ناخوش ہو کر یہی سلوک کیا آخر ایک موقعہ شناس درباری نے عرض کی جہاں پناہ! حضور کا خواب بہت مبارک ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ خدا حضور کو ایسی لمبی عمر عطا فرمائے گا کہ حضور کی جیتے جی شاہی خاندانوں میں شادی اور غم کی اکثر رسمیں انجام پائیں گی دانا کے اس جواب سے ھارون الرشید خوش ہو گیا اور انعام وخلعت دے کر کہا میں خوب سمجھتا ہوں کہ مطلب سب کا ایک ہی ہے مگر بیان کرنے کا طریقہ جدا جدا ہے۔ آخری درباری کو گفتگو کا سلیقہ آتا ہے جو پہلو کو نہیں آتا ہے اسلئے ان کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے

سادگی اور مخلوق خدا کا خیال

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کا شمار بھی اکابر دیوبند میں ہے ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلویؒ کے ہم سبق ہیں۔

وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا بوجھ زیادہ تھا اور وہ بمشکل جا رہا تھا حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لیا اور جہاں وہ جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا اس بوڑھے نے ان سے پوچھا جی تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ میں رہتا ہوں اس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں مگر مولانا نے فرمایا اور تو اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے ہاں تو نماز پڑھ لیتا ہے اس نے کہا واہ میاں ایسے بزرگ کو ایسا کہو مولاناؒ نے فرمایا میں ٹھیک کہتا ہوں وہ بوڑھا ان کے سر پر ہو گیا اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا کو جانتا تھا اس نے بوڑھے کو کہا: بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہیں اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔

(اکابر دیوبند کیا تھے، از شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب ص:۱۰۱)

اندھی بڑھیا کی خدمت

خلیفہ اول کا زمانہ ہے حضرت عمرؓ کے دل میں خیال آیا کہ حضور ﷺ کے دور میں کسی کے نیک عمل صدیق اکبرؓ سے برتری نہیں پا سکے اب تو وہ خلافت کے کاموں میں مصروف ہیں اور مدینہ کے اطراف جھونپڑیوں میں ایک اندھی صحابیہؓ رہتی ہے کیوں نہ ہو کہ حضرت عمرؓ اس کی خدمت بجالائے اور اس کا ایسا منفرد عمل ہو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس سے محروم ہو اس ارادے سے حضرت عمرؓ علی الصبح اس بوڑھی عورت کے گھر پہنچتے ہیں بوڑھیا نے پوچھا بیٹا کیسے آئے ہو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری خدمت کروں پانی بھر دوں جھونپڑی کی صفائی کر دوں بڑھیا نے کہا ایک آدمی روزانہ صبح صبح آ کر یہ دونوں کام کر جاتا ہے۔ ابن سعید کی تصریح کے مطابق حضرت عمرؓ واپس ہو گئے دوسرے روز اس سے زیادہ سویرے پھر آئے تو بڑھیا نے یہی جواب دیا تیسرے روز حضرت عمرؓ نماز سے بھی پہلے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی سامنے سے آ رہا ہے چاندنی رات ہے اس کے بغل میں پانی کا برتن ہے منہ پر کپڑا ڈالے ہوا ہے وہ حضرت عمرؓ کے قریب سے گزر کر جھونپڑی کی طرف جانا چاہتا ہے حضرت عمرؓ نے جب زور سے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو آپؓ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔

(خلافت وحکومت ص: ۱۶۳)

ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مردہ کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاء ایک بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کیلئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے نہلانے والے چھوڑ گئے کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ تھی ایک بزرگ انکے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا۔

(موت کی یاد از محمد زکریا ص: ۶۸)

حضرت عمرؓ کا تقویٰ

حضرت ایاس بن سلمہؓ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بازار سے گزرے ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا انہوں نے آہستہ سے کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا۔ راستے سے ہٹ جاؤ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہا اے سلمہ کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے میں نے کہا جی ہاں پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھ کو چھ سو درہم دیئے اور کہا انہیں اپنے سفر حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا فرمایا لیکن میں نے تو اسے نہیں بھلایا یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا۔

(حیاۃ صحابہ ج:۲ ص:۱۴۵)

دور کی گالیاں

خان امیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب کاندھلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب احمد رضا خان صاحب مدت سے میرے اردگرد رہا ہے ذرا اسکی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا حضرت نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا حضرت اس میں گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا جی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا ہے) گالیاں ہوں تم سناؤ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کریں میں نے عرض کیا مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔

(اکابر کا تقویٰ از صوفی محمد اقبال ص:۱۸)

دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط

روایت میں ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک قدیمی روایت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کو بھینٹ چڑھائے

ہیں اگر نہ چھوڑھائے تو دریا میں پانی نہیں آتا ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضا مند کر لیتے ہیں اور اس کو بہت عمدہ کپڑوں اور بہت قیمتی زیور پہنا کر بناؤ سنوار کر کے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاصؓ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کیلئے آیا ہے تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے وہ باز رہے۔ دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ بود و باش ترک دیں اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میرا یہ خط ڈال دو حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ خط ہے خدا تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے اہل مصر دریائے نیل کی طرف، بعد حمد و صلوۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے گرانی ارزانی سے بدل گئی خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳، ص: ۲۱۳)

امام بخاریؒ کا عجیب کلام

ری کے قاضی ابو العباس عہدۂ قضا سے معزول ہو کر بخارا آئے اسحاق بن ابراہیم اپنے شاگرد ابو المظفر کو ان کی خدمت میں لے گئے قاضی سے فرمائش کی کہ اس بچہ کو کچھ احادیث پڑھا دیجئے ابو

لعباس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشائخ سے سماع حدیث کا شرف نہیں حاصل اسحاق کہنے لگے یہ کیونکر ممکن ہے آپ تو فقیہ ہیں قاضی ابو العباس نے کہا در حقیقت میں جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو حدیث کا شوق مجھے امام بخاری کے پاس لے آیا ان کے سامنے میں نے اپنے ارادہ و شوق کا اظہار کیا تو امام بخاریؒ فرمانے لگے بیٹے کسی بھی چیز میں داخل ہونے سے پہلے اسکی حدود و سوانے جان لیا کرو میں نے کہا میں جس چیز کا شوق لے کر آیا ہوں اس کے حدود و شرائط آپ ہی مجھے بتا دیں تو بخاری فرمانے لگے: اِعْلَمْ اَنَّ الرَّجُلَ لَا يَصِيْرُ مُحَدِّثًا كَامِلًا فِيْ حَدِيْثِهٖ اِلَّا بَعْدَا ن يَّكْتُبَ اَرْبَعًا مَعَ اَرْبَعٍ كَاَرْبَعٍ مِثْلَ اَرْبَعٍ فِيْ اَرْبَعٍ عِنْدَ اَرْبَعٍ بِا اَرْبَعٍ عَلٰى اَرْبَعٍ عَنْ اَرْبَعٍ لِاَرْبَعٍ وَكُلُّ هٰذِهِ الرُّبَاعِيَّاتِ لَا تَتِمُّ اِلَّا بِاَرْبَعٍ مع فَاِذَا تَمَّتْ لَهٗ كُلُّهَا هَانَتْ عَلَيْهِ اَرْبَعٌ" وَابْتُلِيَ بِاَرْبَعٍ، فَاِذَا صَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا بِاَرْبَعٍ وَاَثَابَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ بِاَرْبَعٍ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی اس وقت کامل محدث بن سکتا ہے۔ کہ اولاً چار چیزوں کے ساتھ چار چیزوں کی طرح لکھیں، جیسے چار چیزیں، چار (مقاصد) کی وجہ سے چار (قسم کے لوگوں) چار چیزوں پر، چار (مقامات) میں چار (حالات) کیوقت (اور زندگی کے مختلف) چار (زمانوں) میں لکھی جاتی ہیں اور یہ تمام رباعیات اسی وقت مکمل ہو سکتے ہیں جب انسان کو چار (کمالات) چار (نعمتوں) سمیت حاصل ہوں اور جب یہ سب آدمی کو حاصل ہو جائیں تو پھر اس کیلئے چار چیزیں آسان ہو جاتی ہیں اور چار (آزمائشوں) میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے اور جب ان (آزمائشوں) پر صبر کر لے تو اللہ دنیا میں اس کو چار (نعمتوں) سے نوازتے ہیں اور آخرت میں چار نعمتیں نصیب فرماتے ہیں۔ ابو العباس بے چارے رباعیات کے اس طویل سلسلہ کا فلسفہ کیا جانتے کہنے لگے اب مہربانی فرما کر ذرا اس کی تشریح بھی فرما دیجئے امام بخاریؒ نے تشریح فرماتے ہوئے کہا جو چار چیزیں اولاً لکھنا ضروری ہیں وہ ہیں۔

ا۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث اور دیگر احکام شریعت ۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے احوال ۳۔ تابعین اور ان کے حالات ۴۔ دیگر علماء امت کی تاریخ ان چار کو جن چار کے ساتھ لکھنا ہے وہ ہیں ا۔ راویوں کے نام ۲۔ رجال حدیث کی کنیتیں ۳۔ رجال حدیث کے علاقے اور ۴۔ ان کا زمانہ اور دور یہ ایسی لازمی ہیں جیسے خطبے کے ساتھ حمد و ثناء کے ناموں کے ساتھ درود و سلام قرآن کی سورتوں کے ساتھ بسم اللہ اور نماز کے

ساتھ تکبیر جیسے احادیث مسندہ، احادیث مرسلہ، احادیث موقوفہ اور احادیث مقطوعہ چار قسم کی احادیث بچپن میں بھی لکھی جاتی ہیں اور لڑکپن میں بھی اور جوانی میں بھی لکھتے ہیں اور کہولت میں بھی مشغولیت کے وقت بھی اور فراغت میں بھی فقر میں بھی اور غنا میں بھی پہاڑوں پر چڑھ کر بھی اور دریاؤں کو عبور کر کے بھی شہروں میں جا کر بھی اور صحراؤں کی خاک چھان کر بھی پتھروں پر بھی اور اصواف (اون) پر بھی، چمڑوں پر بھی اور ہڈیوں پر بھی۔ پھر یہ احادیث بڑے سے بھی لکھی جا سکتی ہیں اور ہم عمر سے بھی، چھوٹے سے براہ راست بھی لکھی جا سکتی ہیں اور اس کے والد کی کتاب سے بھی۔ اور ان سب کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کی رضاء حاصل ہو، رضاء خداوندی کے طالبین میں ان احادیث کی اشاعت ہو، کتاب اللہ کے موافق عمل ہو اور آنے والی نسلوں کے لئے تالیف کی صورت میں ذخیرہ ہو لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان لکھنا بھی جانتا ہو اور زبان سے بھی واقف ہو صرف کا بھی شغل رکھتا ہو اور نحو کا بھی اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی جانب سے صحت عطا ہو کام کرنے کی قدرت حاصل ہو، شوق وطلب کا جذبہ ہو اور حافظہ کی قوت پاس ہو۔ جب ان تمام کی تکمیل ہو جائے تو پھر اہل وعیال اور مال ووطن کی محبت انسان کے لئے ہلکی ہو جاتی ہے اور دشمنوں کی شماتت، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن اور علماء کے حسد کی آزمائش میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، اور جب ان تمام پر آدمی صبر کر لے تو دنیا میں اللہ کی جانب سے پھر چار نعمتیں ملتی ہیں ۱۔ قناعت کی عزت ۲۔ نفس کی ہیبت ۳۔ علم کی لذت ۴۔ اور ابدی حیات اور چار نعمتیں آخرت میں ملتی ہیں۔

۱۔ حق شفاعت کہ جس کے لئے چاہے اللہ سے سفارش کر دے۔ ۲۔ عرش خداوندی کے سایہ میں جگہ۔ ۳۔ اپنے نبی محمد ﷺ کے حوض سے پانی پلانے کا اختیار۔ ۴۔ اور اعلیٰ علیین میں انبیاء کے جوار میں سکونت۔ امام بخاری یہ تفصیل سنا کر قاضی ابو العباس سے فرمانے لگے بیٹے اب تجھے علم حدیث کا مشغلہ اختیار کرنے میں اختیار ہے قاضی ابو العباس نے حدیث میں مہارت کی ان تمام شرطوں کی تاب اپنے اندر نہ پا کر فقہ کی طرف توجہ دی کہ اس کیلئے بہر حال اتنے بیلنے پڑے اور فقیہ بن کر قاضی ہوئے۔

(متاع وقت اور کاروان علم ص۱۲۳تا۱۲۵)

زیب النساء مخفی کا ایرانی شہزادے کے مصرعے کو مکمل کرنا

ایران کے ایک شہزادے نے مصرع کہا کہ ''در ابلق کسے کم دیدہ موجود'' یعنی ایسا موتی جو کچھ

سیاہ اور کچھ سفید کسی سے کم دیکھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ ایسا دورنگا کہیں موجود نہیں اس مصرعے پر دوسرا مصرعہ موزون نہ ہو سکا۔ اس نے کئی شعراء سے کہا مگر کسی سے اس مصرع پر مصرع نہ کہا جا سکا۔ آخر اس نے دہلی کے بادشاہ کو لکھا کہ اس مصرع کا دوسرا مصرع موزون کرا کے بھیج دیجئے۔ دہلی کے شعراء بھی موزوں نہ کر سکے مگر زیب النساء سرمہ لگا رہی تھی، اتفاقاً آنسو ٹپک پڑے تو دوسرا مصرع آنسو دیکھ کر موزوں کر دیا کہ۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتان سرمہ آلودہ

یعنی کچھ سیاہ سفید رنگ کا موتی کسی نے کم دیکھا ہوگا مگر ہاں محبوب کی سرمگیں آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ایک ایسا موتی ہے جس میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں یہ وہ دورنگا موتی ہے۔ بادشاہ نے یہ شعر ایران بھیج دیا۔ وہاں سے خط آیا کہ شاعر کو یہاں بھیج دو۔ اسکے جواب میں زیب النساء نے یہ شعر لکھا۔۔۔۔

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

اس نے لکھا کہ جس طرح پھول کی خوشبو پھول کے پتے میں مخفی ہے اس طرح میں اپنے کلام میں مخفی (زیب النساء کا تخلص تھا) ہوں جسے دیکھنے کی خواہش ہو وہ میرا کلام پڑھ لے۔ (یادِ ماضی: ۴۹)

مشکل مسئلے کا حل

ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق ہے تھوڑی دیر میں کہا کہ آج کی کوئی نماز قضا ہو تو میری زوجہ مطلقہ ہے۔ پھر کہا کہ اگر آج میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کروں تو اس کو طلاق ہے۔" لوگوں نے امام صاحب سے آکر مسئلہ پوچھا" امام صاحب نے فرمایا کہ نماز عصر پڑھ کر بیوی سے ہم صحبت ہو اور غروب کے بعد غسل کر کے فوراً مغرب کی نماز پڑھ لے۔ اس صورت میں سب شرطیں پوری ہو گئیں، بیوی سے ہم صحبت بھی ہوا، نماز بھی قضا نہیں کی، غسل جنابت کیا تو اس وقت کہ دن گزر چکا تھا۔ (سیرت النعمان ص، ۸۵)

ایک دیہاتی صحرائے عرب کی تقسیم طعام (کھانا)

ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائے عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا۔ اس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اس کے گھر والوں میں ایک بیوی اور اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لئے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آ گیا تو میں اور میری بیوی دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک دسترخوان پر بیٹھ گئے ہم نے وہ بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے ہم نے اس سے ہنسنے اور مذاق کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اس نے کہا تقسیم کرنے کا کوئی احسن طریقہ تو میں نہیں جانتا لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں۔ ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور کہا رأس (یعنی سر) رئیس کیلئے۔ پھر دونوں بازو کاٹے اور کہا دونوں بیٹوں کے۔ پھر دو پنڈلیاں کاٹیں اور کہا ساقین دونوں بیٹیوں کی۔ پھر پیچھے کی دُم کا حصہ کاٹا اور بولا کہ عجز (یعنی چوتڑ والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کیلئے۔ پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیاں بھون لینا۔ پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم نے کہا تقسیم کیجئے تو کہنے لگا میرا خیال ہے کہ آپ صاحبان کو میری شام کی تقسیم قابل اعتراض ہوئی۔ ہم نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہوا۔ آپ تقسیم کیجئے کہنے لگا کہ جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا تو کہا بہتر! تو یہ ہو گا تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے (یہ کہہ کر) ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی پھر کہا تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے۔ پھر کہا اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے اور خود دو مرغیاں لے کر بیٹھ گیا۔ پھر ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اس طرح صحیح ہو سکتی ہے ہم نے کہا اچھا جفت کے حساب سے تقسیم کیجئے یہ سن کر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے رکھ لیا اور بولے تو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہو گئے (یہ کہہ کر میری طرف ایک مرغی پھینک دی)

اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی اور میں اور تین مرغیاں مل کر چار ہو گئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے سامنے رکھ لیں۔ پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ تیرا بڑا احسان ہے تو نے مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔

خوابوں کی تعبیر

امام ابن سیرینؒ کے سامنے ایک شخص نے آ کر کہا حضرت میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے انگارے دھک رہے ہیں۔ فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اپنے گھر میں بال-بچوں اور سامان کو نکال دو، تیرا گھر گر پڑے گا۔ وہ جلدی جلدی گیا سامان، نکالا، بیوی بچوں کو نکالا، ساری چیزیں باہر نکالیں، چند گھنٹے کے بعد سارا مکان اوپر سے آن پڑا۔ تعبیر ہاتھ کے ہاتھ نمایاں ہو گئی۔ کوئی پانچ چھ ماہ کے بعد پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے انگارے دھک رہے ہیں۔ فرمایا چارپائی کے نیچے کھدائی کر، کھود کر دیکھ تجھے سونا ملے گا۔ کھدائی کر دیکھا کہ لاکھوں روپے سونا خالص، زرِ سرخ ملا اور وہ شخص مالدار ہو گیا۔ لوگوں نے امام ابن سیرینؒ سے عرض کیا کہ ایک شخص نے یہی خواب دیکھا، آپ نے اس کا گھر گروا دیا۔ اور دوسرے نے وہی خواب دیکھا تو اسے خزانہ دلا دیا۔ ایک نے کیا قصور کیا تھا اور دوسرے نے کونسا انعام کا کام کیا تھا۔ خواب تو ایک ہے۔ فرمایا کہ ایک نے گرمی کے موسم میں خواب دیکھا تھا اور گرمی میں چارپائی کے نیچے آگ دیکھنا یہ انہدام بنیاد کی دلیل ہوتی ہے۔ تو میں نے تعبیر دی کہ تیرا گھر گر جائے گا۔ دوسرے نے جو یہ خواب دیکھا سردی کے موسم میں اور سردی میں چارپائی کے نیچے آگ انتہائی نعمت اور خوشگوار چیز ہوتی ہے۔ اور اس آگ کی صورت سونے کی صورت کے مشابہ ہوتی ہیں۔ تو میں نے تعبیر دے دی کہ سونا ملے گا۔ تو گویا فن تعبیر خواب کے اصول ہیں۔ انہیں اصولوں کی رو سے تعبیریں واضح ہوتی ہیں۔

(خطبات حکیم الاسلام۔ ج:۲، ص:۸۰)

واقعہ امام ابوداؤدؒ

ابوداؤدؒ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ جن کی کتاب ابوداؤد مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ داخل درس ہے۔ ان کے واقعات میں لکھا ہے۔ کہ یہ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ اور سمندر میں جہاز اترا ہوا کھڑا تھا ایسی گودیاں اس زمانے میں نہیں تھیں۔ جیسی آج بنی ہیں۔ تو جہاز ایک آدھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ چونکہ کنارے پر پانی کم ہوتا تھا۔ وہ جہاز کیلئے کافی نہیں ہوتا تھا۔ اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ کے جہاز میں جاتے اور سوار ہو جاتے۔ ایک جہاز فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اور امام ابوداؤدؒ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے جہاز میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ اس نے چھینک لے کر زور سے الحمدللہ کہا۔ تو مسئلہ یہ تھا۔ کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے الحمدللہ کہنا چاہیے اور جس کے کان میں الحمدللہ پڑے وہ جواب میں یرحمک للہ کہے۔ اس شخص نے الحمدللہ اس زور سے کہا کہ امام ابوداؤدؒ کے کان میں آواز آئی۔ اب ان کا جی چاہا کہ میں شریعت کی اس چیز پر عمل کروں اور یرحمک للہ کہوں تاکہ مجھے ثواب ملے حالانکہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ چھینک لینے والے کو الحمدللہ کہنا واجب ہے۔ جب کہ اس مجلس میں وہ موجود ہو۔ اور اس کے کان میں پڑ جائے کہ اس نے الحمدللہ کہا ہے۔ وہ یرحمک للہ کہہ کر جواب دے یہ نہیں کہ مسجد میں ایک شخص کو چھینک آئے اور دوسرا شخص بازار میں جارہا ہو اور وہ جواب دینے کیلئے مسجد میں آجائے۔ ایک مجلس کا مسئلہ ہے۔ مجلس سے خارج کا نہیں ہے۔ تو امام ابوداؤدؒ پر واجب نہیں تھا۔ کہ وہ جواب دیں۔ اس لیے کہ چھینک والے ایک فرلانگ پر ہے۔ اور یہاں وہ جہاز پر ہے۔ یہ کنارے پر ہیں مجلس بھی ایک نہیں، جگہ بھی ایک نہیں۔ بیچ میں سمندر حائل مگر وہی بات ہے کہ نیکی کی حرص ہوتی ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح کمالیں اس نیکی کو بھی کیوں چھوڑیں۔ امام ابوداؤدؒ کی آواز اتنی اونچی تو تھی نہیں کہ یہاں کنارے سے یرحمک اللہ کہیں تو اس کے کان میں پہنچے۔ چھینک لینے والے کی آواز اتنی بلند تھی کہ اس نے الحمدللہ کہا تو اس کی آواز یہاں پہنچ گئی تو تین درہم میں کرائے کی کشتی لی اور اس کشتی میں بیٹھ کر ڈیڑھ فرلانگ کا سفر کر کے جہاز میں پہنچے اور جہاز میں اوپر چڑھ کر کہا۔ یرحمک للہ۔ یہ گویا نیکی کمائی، مورخین لکھتے ہیں۔ جس وقت انہوں نے جا کر یرحمک للہ کہا۔ غیب

سے ایک آواز پیدا ہوئی۔ کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ آواز یہ آئی، اے ابوداؤد! آج آپ نے تین درہم میں جنت خریدی یہ آواز کان میں پڑی معلوم نہیں کسی خلوص سے یرحمک اللہ، حالانکہ امام ابوداؤد محدث ہیں۔ جانے کتنی انہوں نے حدیثیں لکھیں۔ اور کتنا اجر کمایا۔ کتنی نوافل اور تہجد پڑھے ہوں گے، اور کتنے صدقات دیے ہوں گے۔ لیکن جنت کی خریداری کے اس حقیر سے عمل کا ذکر کیا کہ تین درہم میں کشتی کرائے پر کرا کر یرحمک اللہ کہہ دیا۔ (خطبات حکیم الاسلام، ص: ۴۲۶)

مشکل سوال آسان جواب

ہرقل (قیصر روم) نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ایک مکتوب بھیجا جس میں عجیب وغریب سوالات کئے گئے تھے۔ جو حقیقت میں نہایت پیچیدہ فہم آزما تھے۔

(۱) مکمل شے، آدھی شے اور لاشے کسے کہتے ہیں؟ (۲) وہ چار ذی روح چیزیں بتاؤ جو نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہیں اور نہ وہ باپ کے پیٹھ سے گزری ہوں؟ (۳) وہ کونسا درخت ہے جو بغیر پانی کے اگایا گیا ہے؟ (۴) وہ انسان جس کا کوئی (سابقہ) خاندان نہیں۔ (۵) وہ قبر کونسی ہے جو اپنے مدفن کو لئے پھری؟ (۶) وہ کونسی چیز ہے جس نے سانس لیا، اور اس میں روح نہ تھی عن شیء تنفس بغیر روح (۷) ایسا شخص جسکا کوئی باپ نہ ہو۔ (۸) اور وہ کونسی جگہ ہے جس پر ایک دفعہ کے سوا سورج نے نہ کبھی پہلے طلوع ہوا نہ بعد میں ہوگا۔ اس کے علاوہ خط کیساتھ ارسال کردہ بوتل میں دنیا کی ہر چیز کے بیج مجھے ارسال کئے جائیں امیر معاویہؓ کے درباریوں نے ان سے عرض کیا، کہ سوالات اہم اور باریک ہیں اور آپ اس میدان میں دوڑ نہ سکیں گے۔ اگر آپ نے کسی جواب میں کوتاہی یا لغزش کھائی تو یقیناً آپ کا قیصر کی نگاہوں میں گر جانا دولت اسلامیہ اور مسلمانوں کیلئے خفت وندامت کا باعث ہوگا۔ اس لیے مناسب ہے کہ آپ ان سوالات کو حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس روانہ کریں اور وہاں سے جواب لیکر ان کو قیصر کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے سوالات اور بوتل حضرت ابن عباسؓ کی دربار میں ارسال کئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم اور ان کی قرآن دانی ضرب المثل تھی۔ ان کے یہاں سوال کے جواب میں کوئی تاخیر نہ ہوتی تھی۔ بلکہ پیچیدہ سوال ہوتا تھا۔ وہ اتنا ہی جلد اسکی تہہ کو پالیتے تھے اور جواب میں جلدی

فرمالیتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے جواب روانہ فرمادیئے۔ (۱) مکمل شے، وہ شخص جو صاحب عقل ہو، اور اپنی عقل سے کام لیتا ہو۔ آدھی شے وہ جو صاحب عقل نہ ہو لیکن دوسرے عقل مند لوگوں کی رائے کے مطابق عمل کرتا ہو۔ لاشے، وہ شخص جو نہ تو خود عقل مند ہو، اور نہ ہی دوسرے عقلمند لوگوں کیساتھ مشورہ کرتا ہو۔ (۲) وہ چار چیزیں جو ذی روح ہیں مگر نہ باپ کے پیٹھ میں رہیں، نہ ماں کا پیٹ انہوں نے دیکھا۔ یہ ہیں (الف) سیدنا حضرت ابراہیمؑ کا مینڈھا (ب) قوم ثمود کی اونٹنی جو پتھر سے بطور معجزہ کے ظاہر ہوئی (ج) حضرت آدمؑ اور (د) حضرت حواؑ (۳) وہ درخت جو بغیر پانی کے اگایا گیا ہے، شجر یقطین ہے۔ جو حضرت یونسؑ کو دھوپ سے بچانے کیلئے ان پر اس وقت اگایا گیا تھا۔ جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے تھے۔ (۴) وہ انسان جسکا (سابقہ) خاندان نہیں۔ وہ سیدنا حضرت آدمؑ ہیں۔ ۵۔ وہ قبر جو اپنے مدفن کو لئے پھرتی۔ حضرت یونسؑ کی مچھلی۔ جو ان کو اپنے پیٹ میں لیکر دریا میں ادھر ادھر دوڑتی رہی۔ فالتقمه الحوت و هو مليم۔

آخر کار مچھلی نے اسے نگل دیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔ (۶) وہ چیز جس نے بغیر روح کے سانس لی وہ صبح صادق ہے۔ جس میں روح نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی تنفس موجود ہے۔ والصبح اذا تنفس اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔ (۷) ایسا شخص جس کا کوئی باپ نہ ہو۔ وہ عیسٰی بن مریم علیہ السلام ہیں۔ (۸) وہ جگہ دریائے نیل کا اندرونی حصہ ہے۔ جو بنی اسرائیل کے گزر جانے کیلئے پھاڑ دیا گیا تھا۔ اور پانی آگے پیچھے دیوار بن کر کھڑا رہ گیا تھا۔ اس جگہ کو اس وقت کے سوا سورج نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مذکورہ بوتل آپؓ نے پانی کے ساتھ بھر دی اور کہا کہ دنیا کی ہر چیز کا بیج یہی ہے۔ کیونکہ ازروئے قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے ہر چیز زندہ پانی سے پیدا فرمائی: وجعلنا من الماء كل شي حي ء" ان جوابات کے ساتھ مذکورہ بوتل حضرت معاویہؓ کے پاس بھیج دی گئی اور انہوں نے قیصر روم کی طرف ارسال کر دی۔ جب یہ سب کچھ قیصر روم کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً یہ کہا یہ باتیں کسی نبی کے گھر (والوں) سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

(العقد الفرید ابن عبد ربہ الاندلسی)

واک آؤٹ کا شرعی ثبوت

ایک بار حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے قومی اسمبلی سے واک آؤٹ کیا تو حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ مفتی صاحب! واک آؤٹ کا اسلام میں کوئی ثبوت ہے؟ مفتی صاحب نے برجستہ کہا۔ ہاں! اس کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: فـــلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(یاد آجانے کے بعد ظالموں کیساتھ مت بیٹھ)۔ مولانا ہزارویؒ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور اس کے بعد واک آؤٹ کے موقع پر انھوں نے حضرت مفتیؒ صاحب پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔

(سوانح قائد ملت۔ ص:۳۰۳)

سچی توبہ

ایک شخص جسکا نام نصوح تھا۔ وہ ایک بادشاہ کے ہاں ملازم تھا۔ اس کی آواز اور شکل وصورت عورتوں جیسی تھی۔ اس لئے اس نے عورتوں کا سا لباس پہن کر بادشاہ کے گھر میں ملازمہ کی حیثیت سے نوکری کر لی۔ عورتوں کے ساتھ گھل مل کر غلط کردار ادا کیا۔ اور گناہ کی زندگی گزارنے لگا۔ بار بار توبہ کرتا رہا مگر پھر توبہ توڑ دیتا۔ اور گناہ میں مبتلا ہو جاتا۔ ایک دن زنان خانہ میں بیش قیمت موتی گم ہوگیا۔ تلاش بسیار کے باوجود وہ موتی نہ ملا۔ تو بادشاہ نے اعلان کیا کہ مستورات کی جامہ تلاشی لی جائے۔ اور تمام کپڑے اتار کر ان کی جامہ تلاشی کرنا ہوگی اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا۔ کیوں کہ یہ دراصل مرد تھا۔ عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا۔ اسکے خوف کے مارے پریشان کھڑے ہوگئے۔ کہ اگر بادشاہ کو آج میرا علم ہوگیا۔ تو وہ مجھے اپنے عزت وناموس کیلئے قتل کرا دے گا۔ کیونکہ یہ نہایت سنگین ہے۔ اسلئے نصوح فوراً خلوت میں گیا۔ اور مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔ یہ نصوح خوف کے مارے خلوت میں چلا گیا۔ اور ہیبت سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔! نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اور اپنے کی طرح اس کی جسم پر لرزہ طاری تھا۔ چنانچہ اس گناہ گار شخص نے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے فریاد کی۔ اور کہا اے اللہ میں بار ہاں توبہ کرکے پھر گیا ہوں اور

بارہاں توبہ کے عہد و پیمان کو توڑا ہے۔ اے میرے خدا میرے ساتھ رحم کا وہ معاملہ فرما جو تیری ذات کے لائق ہے۔ کیوں کہ مجھے تو اب ہر سوراخ سے سانپ ڈستا نظر آرہا ہے۔ اگر موتی کی تلاش کا مسئلہ مجھ تک پہنچ گیا۔ تو میری جان پر بے پناہ تشدد ہوگا۔ اگر تو اس بار میری پردہ پوشی فرمادے تو میں تمام برائیوں سے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں ابھی نصوح نے سچے دل سے توبہ ہی کی تھی کہ تلاشی لینے والے نے آواز دی کہ اے نصوح ادھر آؤ اور کپڑے اتار کر اپنی جامہ تلاشی دو یہ سنتے ہی نصوح پر غشی طاری ہوگئی۔ اس کے روح بے ہوشی کے وقت حق تعالیٰ سے قریب ہوگئی اور بحر رحمت جوش میں آیا۔ تو اللہ کی قدرت سے گم شدہ موتی ملنے کی اطلاع مل گئی اور نصوح کی توبہ کی وجہ سے اس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمادی اور اس طرح وہ بادشاہ کے احتساب سے بھی بچ ہوگیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارسا بن گیا۔

(خطبات قاسمی ج: ص ۲۸۸)

ننگے پاؤں

امام احمدؒ ہی کے ایک اور ساتھی اسحٰق بن راہویہؒ بیان کرتے ہیں کہ امام احمد ازار باندھ کر اپنی ضروریات طالب علمی کے زمانہ میں پوری کیا کرتے تھے۔ دوسروں نے کچھ دینا چاہا تو انکار کردیتے تھے۔ جب یمن سے چلنے لگے تو نانبائی کے کچھ روپے امام پر رہ گئے تھے۔ ان کے پاس روپے نہ تھے۔ تو پہننے کے جوتے اس کے حوالے کردیئے اور ننگے پاؤں روانہ ہوئے اونٹوں پر بوجھ لادنے اور اتارنے والے مزدوروں میں شریک ہوگئے جو مزدوری ملتی تھی وہی زادراہ کا کام دیتی تھی۔

(آداب المتعلمین ص: ۸۵)

مطالعہ

اما شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ ساری رات امام محمدؒ کے یہاں رہا آپکی ساری رات اس طرح گزری کہ کچھ دیر مطالعہ کرتے پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ جاتے اور مطالعہ کرنے لگتے جب صبح ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ ساری رات باوضوء رہے۔ اور جاگتے رہے۔

(آداب المتعلمین ص ۱۵)

پیکر اعتدال

حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے حضرات میں یہ خاص بات تھی کہ وہ جامع مراتب اعتدال تھے۔ ان میں استغناء کی شان تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کسی دینی ضرورت سے ایک مرتبہ ریاست رامپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کو کسی ذریعے سے معلوم ہوا۔ کہ مولانا تشریف لائے ہے۔ تو نواب صاحب نے مولانا سے ملاقات کیلئے تشریف لانے کی درخواست کی۔ مگر مولانا تشریف نہیں لے گئے۔ اور عذر فرمایا کہ ہم دیہات کے رہنے والے ہے۔ آداب شاہی سے واقف نا معلوم ہم سے کیا غلطی ہو جائے جو آداب شاہی کے خلاف ہو۔ اس لئے مناسب نہیں، نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ تشریف لائیں آپ سے آداب کون چاھتا ہیں؟ ہم خود آپ کے آداب کریں گے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ مولانا نے پہلے تو انکسار کا جواب دیا۔ جب اصرار ہوا تو پھر ضابطے کا جواب کہلا بھیجا کہ عجیب بات ہے کہ اشتیاق تو آپ کو ہے۔ اور آؤں میں۔۔۔۔۔۔۔؟ غرض یہ کہ مولانا تشریف نہیں لے گئے۔

(ماہنامہ الجمعیت جلد ۵، شمارہ ۵)

۱۸۔ بایزید بسطامیؒ کے ہاتھ پر پادری کا قبولِ اسلام

بایزید بسطامیؒ ایک دن نصاریٰ کے گرجے میں لباس نصاریٰ پہن کر تشریف لے گئے۔ ان کی عبادت کا ایک خاص دن ہوتا تھا جب پادری خطبہ دینے کھڑا ہوا تو اس کی زبان بند ہوگئی۔ تو کہا کہ کسی اجنبی شخص کی وجہ سے میرے قلب پر اثر ہوا کہ زبان چلتی نہیں۔ لوگوں نے تلاش شروع کروائی مگر بایزید کو پہچان نہ سکے جب پادری دوبارہ منبر پر کھڑا ہوا تو دوبارہ زبان بند ہوگئی۔ تو تلاش شروع کروائی اور کہا کہ ظاہری لباس کو مت دیکھو۔ بلکہ اجنبی چہرہ اور صورت کو پہچاننے کی کوشش کرو، صورت نئی تھی اور حضرت بایزیدؒ پہچانے گئے پادری کو بتلایا تو وہ آیا ہاتھ چومیں اور فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور کلمہ کیا پڑھا کہ جلسہ میں جتنے لوگ تھے۔ سب نے کلمہ پڑھا۔ مولانا روم نے اس مقام پر لکھا ہے کہ شان الوہیت دیکھئے کہ ایک شخص کو لباس نصرانیت پہنا کر سینکڑوں ہزاروں سے لباس نصرانیت اتروا دیتا ہے۔ تو اللہ والوں کی

بعض ظاہری چیزیں اس قسم کی ہوتی ہیں اور اس سے بھی اتنی ہی غیر ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں پر تنقید سے بچائے۔ (ماہنامہ وفاق المدارس، مارچ ۲۰۰۵)

مطالعہ کا شوق

احمد بن عمران کہتے ہیں۔ میں احمد بن محمد شجاع کی مجلس میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے خادم کو بھیجا کہ ابن الاعرابی کو بلا لائے۔ خادم نے لوٹ کر بیان کیا کہ ابن الاعرابی کہتے ہے میرے پاس کچھ عرب آئے ہوئے ہیں۔ ان سے چھٹی پا کر آؤں گا۔ حالانکہ میں نے خود دیکھا اکیلے بیٹھے ہیں کتابوں کا ایک انبار سامنے لگا ہے۔ کبھی ایک کتاب دیکھتے ہیں کبھی دوسری کتاب اٹھاتے ہیں تھوڑی دیر بعد ابن الاعرابی آ گئے۔ ابن شجاع نے کہا سبحان اللہ آپ نے ہمیں اپنی صحبت سے محروم رکھا اور کہلا بھیجا کہ عرب آئے ہوئے ہیں، حالانکہ نوکر کہتا ہے آپ کے پاس کتابوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس پر ابن الاعرابی نے یہ شعر پڑھے......

لنا جلساء ما نمل حدیثهم
الباء مامونون غیاد مشهداء

ہمارے ہم نشین ایسے ہیں کہ ان کی گفتگو ہمیں اکتاتی نہیں یہ لوگ دانشمند ہیں اور حالت غیبت وحضور میں بے ضرر

یفیدوننا من علمهم علم ما مضی
وعقلا وتادیبا ورایا مسددا۔

ہمارے دامن علم وادب وعقل کی دولتوں سے بھرے رہتے ہیں

لا فتنة تخشی ولا سوء عشرة
ولا نتقی منهم لسانا ولا یا

خود ان سے کسی فتنے، کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں۔ ان کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کوئی خطرہ نہیں۔

فان قلت اموات فما انت کاذب
وان قلت احیاء فلست مفندا

اگر کہو کہ وہ مردے ہیں تو ٹھیک ہے اور کہو کہ زندہ ہیں تو بھی غلط نہیں۔

(الازھار علی کتاب الاثار ج ۱ ص: ۵۵)

بہلول کی شرط

علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ آؤ بہلول کو چھیڑیں گے۔ بہلول نے بھی ان کی گفتگو سن لی تھی تو ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا اے بہلول، اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو ہم تمہیں دس درہم دیں گے، کہا اچھی بات (لاؤ) انہوں نے دس درہم دے دیئے۔ اس نے ان کو آستین میں ڈال دیا۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ لاؤ سیڑھی! تو انہوں نے کہا یہ تو شرط میں داخل نہیں تھی۔ بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھی۔

(لطائف علمیہ ص ۱۳۹۶)

امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت

ایک دن حسن اتفاق سے امام سفیان ثوری قاضی ابن ابی لیلیٰ شریک امام ابو حنیفہ ایک مجلس میں جمع تھے، شائقین علم کو اس سے عمدہ کیا موقع مل سکتا تھا۔ ایک شخص نے آ کر مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ مجتمع تھے دفعتاً ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا، اس نے گھبرا کر پھینک دیا۔ وہ دوسرے شخص پر جا گرا اس نے بھی اضطراب میں ایسا ہی کیا، یوں ہی ایک دوسرے پر پھینکتے رہے یہاں تک کہ اخیر شخص کو اس نے کاٹا اور مر گیا۔ دیت کس پہ لازم آئے گی۔ یہ فقہ کا ایک دقیق مسئلہ تھا۔ سب کو تامل ہوا، کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی۔ بعض نے کہا صرف پہلا شخص ذمہ دار ہوگا۔ سب کے سب مختلف الرائے تھے۔ اور باوجود بحث کے کچھ تصفیہ نہ ہوتا تھا۔ امام ابو حنیفہؒ چپ تھے اور مسکراتے جاتے تھے، آخر سب نے ان کی طرف خطاب کیا کہ آپ بھی تو اپنا خیال ظاہر کیجئے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا

جب پہلے شخص نے دوسرے پر پھینکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو چکا تھا۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا بھی، بحث اگر ہے تو صرف اخیر شخص کی نسبت ہے۔ اسکی دو حالتیں ہیں اگر اس کے پھینکنے کے ساتھ ہی سانپ نے کاٹا تو خود اسکی غفلت ہے کہ اس نے اپنی حفاظت میں جلدی اور تیز دستی کیوں نہ کی۔ اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام صاحب کی جودت طبع کی تحسین کی۔

(سیرت النعمان ص ۸۴)

ایک عالم کے امتحان کی حکایت

بعض حکایات میں مذکور ہے کہ بغداد کے فقہاء میں سے ایک ایسا شخص تھا جس کی طرف لوگ علم اور اصلاح کیلئے آتے جاتے تھے یہ شخص بہت بڑا فاضل تھا۔ اس نے حج بیت اللہ شریف اور نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کا ارادہ کیا اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے تیار کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے توکل پر چلیں گے۔ جب ان حضرات نے کچھ راستہ طے کیا تو ایک عیسائی کے گرجا گھر تک جا پہنچے ان کو گرمی اور پیاس نے حال سے بے حال کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا اے استاد ہم اس گرجا گھر کی طرف چلتے ہیں اور دن ٹھنڈا ہونے تک اس کے سایہ میں رہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو (اگلے سفر کو) چل پڑیں گے تو شیخ (استاد) نے فرمایا جیسے چاہو کر لو۔ تو یہ لوگ اس گرجا گھر کی طرف چلے گئے اور اس کی دیوار کے پاس اتر گئے' ان کو تھکاوٹ بھی بہت تھی' اور پیاس بھی طالب علم تو سب سو گئے اور شیخ نہ سویا۔ یہ شیخ ان کو سوتا ہوا چھوڑ کر وضو کیلئے پانی طلب کرنے چلا گیا۔ اس نے جب سر اٹھایا تو ایک کمسن عورت کو دیکھا گویا کہ وہ نکلنے والے سورج کی طرح (خوبصورت) ہے جب شیخ نے اس کو دیکھا تو ابلیس نے (اس کو) اس کے دل میں بٹھا دیا۔ یہ وضو کو بھی بھول گئے اور پانی کو بھی' بس اب اس کو صرف اور صرف اسی عورت کی لگن تھی اس نے آگے بڑھ کر آہستہ سے دروازہ کھٹکایا تو ایک راہب (عیسائیوں کا عبادت گذار) باہر نکلا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں فلاں عالم ہوں اور اپنا پورا تعارف کرایا اور نام بتلایا تو راہب نے کہا اے فقیہ المسلمین آپ کیا چاہتے ہیں؟ کہا اے راہب یہ لڑکی جو گرجا گھر کے اوپر سے نمودار ہوئی تھی تمہاری کیا لگتی ہے؟ راہب نے کہا یہ میری بیٹی ہے لیکن آپ کیوں پوچھتے ہیں؟ شیخ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے میرا نکاح کر دو۔

راہب نے کہا یہ ہمارے دین میں ناجائز ہے اگر جائز ہوتا تو میں لڑکی کے مشورہ کے بغیر اس کا نکاح آپ سے کر دیتا۔ لیکن میں نے اس کے حق میں اپنے دل میں ایک عہد کیا ہوا ہے کہ میں اس کا نکاح اسی سے کروں گا جس کو وہ اپنے لئے پسند کرے گی۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس کو آپ کے متعلق اطلاع کرتا ہوں اگر وہ اپنے لئے آپ کو پسند کر لیتی ہے تو میں اسے آپ سے بیاہ دوں گا۔ تو شیخ نے کہا بڑی خوشی اور مہربانی کے ساتھ۔ وہ راہب اپنی بیٹی کے پاس گیا اور سارا قصہ سنایا جس کو وہ شیخ بھی سن رہا تھا۔ لڑکی نے کہا ابا جان! آپ اس سے مجھے کیسے بیاہیں گے میں عیسائیت پر ہوں اور وہ دین اسلام پر ہے اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی اِلّا یہ کہ وہ بھی عیسائی ہو جائے۔ تو راہب نے بیٹی سے کہا تیرا کیا خیال ہے اگر وہ تیرے دین میں داخل ہو جائے تو اس سے شادی کر لے گی؟ اس نے کہا ہاں (کرلوں گی) شیخ عالم کا تقاضا اس اثنا میں بڑھتا چلا جا رہا تھا اور شیطان اس کے دل میں لڑکی کو خوب بنا سنوار رہا تھا شیخ کے شاگرد سو رہے تھے ادھر جو کچھ ہو رہا تھا اس کا ان کو کچھ پتہ نہ تھا اسی وقت شیخ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں اپنا دین اسلام چھوڑتا ہوں اور تیرے دین کو قبول کرتا ہوں۔ لڑکی نے شیخ سے کہا یہ شادی عزت و وقار کی ہے لیکن زوجیت کا حق اور مہر ادا کرنا ضروری ہے اور یہ حق تو کیسے ادا کرے گا میرا خیال ہے کہ تو ایک فقیر آدمی ہے بہر حال میں اپنے حق میں تم سے مطالبہ کرتی ہوں کہ ان خنزیروں کو ایک سال تک چراؤ گے اور یہی میرا حق مہر ہوگا۔ شیخ نے کہا درست ہے یہ تیرا حق ہے لیکن میری ایک شرط ہے تو میرے سامنے اپنا چہرہ نہیں چھپائے گی تا کہ میں صبح شام دیکھ سکوں۔ لڑکی نے کہا ٹھیک ہے۔ شیخ نے اپنا وہ عصا اٹھایا جس سے خطبہ دیا کرتا تھا اسے لیکر کے خنزیروں کو ایک طرف لے جانے کیلئے ہانکنے لگا۔ یہ سب کچھ ہو گیا لیکن اس کے شاگرد نیند میں تھے جب وہ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو شیخ کو تلاش کیا تو وہ نہ ملے انہوں نے راہب سے پوچھا تو اس نے سارا قصہ سنا ڈالا۔ کوئی تو اس سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور رونے لگا اور اس کی حالت پر افسوس کرنے لگا پھر راہب سے پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا وہ خنزیر چرا رہا ہے۔ تو وہ شاگرد اس کی طرف چل دیئے اور استاد کو اپنے اس عصاء کی ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جس سے خطبہ دیتا تھا اس سے وہ خنزیروں کو ہانک بھی رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے کہا اے ہمارے سردار! یہ کونسی مصیبت ہے جو آپ پر ٹوٹ پڑی ہے اور ہم اس کو قرآن اور اسلام کی فضیلت یاد دلاتے

اور حضرت محمد ﷺ کی فضیلت بیان کرتے اور اس کے سامنے قرآن وحدیث پڑھتے رہے۔ شیخؒ نے ہمیں کہا تم میرے پاس سے چلے جاؤ، جو تم مجھے یاد دلا رہے ہو اس کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں مجھ پر اللہ رب العالمین کی طرف سے امتحان نازل ہوا ہے۔ (شاگرد کہتے ہیں) ہم نے ان کو ساتھ لے جانے کی جتنی کوشش کی ناکام رہی، اس کے بعد ہم مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے اور ان کو چھوڑ دیا لیکن ہمارے دلوں میں اس کی حسرت رہی۔ ہم نے حج کر لیا اور بغداد کی طرف واپس لوٹنے کا ارادہ کیا جب ہم اسی جگہ پر پہنچے تو کہا آؤ شیخؒ کو دیکھتے چلیں اس نے کیا کیا، شاید وہ شرمندہ ہوا ہو، اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہو اور اپنے برے حال سے واپس ہو گیا ہو۔ کہتے ہیں کہ ہم اس کی طرف گئے تو اس کو سابقہ حالت میں پایا اور وہ خنزیر چرا رہا تھا ہم نے اس کو سلام کیا اس نے ہمیں سلام کا جواب دیا ہم نے اس کے سامنے قرآن کریم پڑھا اس نے ہمیں کوئی جواب نہ دیا تو ہم اس کے پاس سے چلے گئے لیکن اس کی خاطر ہمارے دلوں میں بہت حسرت رہی۔ کہتے ہیں جب ہم گرجا گھر سے کافی دور نکل آئے تو ہم نے ایک سایہ دیکھا جو گرجا گھر کے کونہ سے ہماری طرف کو آ رہا ہے اور زور زور سے پکار رہا ہے تو ہم اس کیلئے رک گئے یہ وہی شیخؒ تھا جو ہمارے ساتھ آیا اور کہا اشهد أن لا إله الا الله، واشهد ان محمداً رسول الله،

میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہے اور جس حالت میں تھا اس سے واپس آ گیا ہوں۔ اور یہ مصیبت ایک گناہ کی وجہ سے ہوئی جو میرے پروردگار کے مابین تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی سزا دی تھی یہ اس کی مصیبت تھی جو تم نے دیکھی۔ کہتے ہیں ہم ان (کے لوٹنے) سے بے حد خوش ہوئے اور بغداد آ گئے۔ اور شیخ جتنی عبادت کرتے تھے اب اس سے بھی زیادہ عبادت میں متوجہ ہو گئے۔ اسی طرح سے ہم شیخؒ کے گھر میں ایک دن پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت نے آ کر دروازہ کھٹکایا ہم اس کے پاس گئے تو اس سے پوچھا کیا کام ہے؟ کہنے لگی شیخؒ کے پاس آئی ہوں ان کو بتلاؤ فلاں راہب کی بیٹی آئی ہے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا چاہتی ہے، تو شیخؒ نے اس کو اندر آنے کی اجازت دیدی۔ جب وہ اندر آئی تو شیخؒ سے کہا اے میرے سردار! میں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ شیخؒ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے۔ کہنے لگی جب آپ مجھے چھوڑ کر آئے تھے تو مجھ پر نیند نے غلبہ کیا تو میں سو گئی اور میں نے خواب میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے حضرت محمد ﷺ کے دین کے علاوہ کوئی

دین (سچا) نہیں ہے یہ بات انہوں نے تین دفعہ فرمائی۔ اس کے بعد مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ اپنے اولیاء میں سے ایک کا امتحان لیا ہے۔ میں اسی وجہ سے آپ کے پاس آئی ہوں اور آپ کے سامنے حاضر ہوں میں

اشہد ان لا الہ الااللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھتی ہوں تو وہ بزرگ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اس کے اسلام قبول کرنے کا احسان فرمایا اور اس کو اللہ کے حکم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اسلام پر بیوی بنا دیا۔ شاگرد کہتے ہیں پھر ہم نے شیخ سے اس گناہ کے متعلق پوچھا جو ان سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرزد ہوا تھا۔ شیخ نے بتلایا کہ میں ایک دن کسی گلی سے گزر رہا تھا تو ایک نصرانی مجھے چمٹ گیا میں نے اس سے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو مجھ سے دور ہو جا' تو اس نے کہا (مجھ پر اللہ کی لعنت) کیوں ہو؟ میں نے کہا اس لئے کہ میں تم سے بہتر ہوں۔ (یعنی میں مسلمان ہوں اور تو کافر ہے) تو نصرانی (عیسائی میری طرف) متوجہ ہوا اور کہا تمہیں کس نے بتلایا کہ تم مجھ سے بہتر ہو؟ تمہیں علم ہے کہ اللہ کے ہاں کیا منظور ہے جو تم یہ بات کہہ رہے ہو؟ اس شخص کے متعلق مجھے بعد میں علم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور بہترین طریقہ سے اسلام پر عمل کر رہا ہے اور خوب عبادت کر رہا ہے اسی بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تنبیہ کی جس کو تم نے دیکھا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں ایمان کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

(آنسو کا سمندر ص:۱۱۵تا۱۱۸)

عربی زبان کے بے مثال مرثیہ گو شاعر

عربی زبان کے بے مثال مرثیہ گو شاعر متمم بن نویرہ ہیں، عربی ادب کی تاریخ نے آج تک ان جیسا مرثیہ خوان پیدا نہیں کیا، ان کی ساری شاعری اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے گرد گھومتی ہے۔ مالک بہت بڑے بہادر انسان تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ جب تک مالک زندہ رہے۔ متمم کو کوئی فکر نہ تھی نہ معاش کی اور نہ گھر کی لیکن مالک بن نویرہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے مارے گئے۔ مالک کے چلے جانے کے بعد متمم نے پوری زندگی بھائی کے غم میں مرثیے کہنے کیلئے وقف کر دی اور حقیقت یہ ہے کہ مالک کے غم نے متمم سے وہ درد

ناک مرثیے کہلوائے جنہیں پڑھ کر آج بھی دل غمگین اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے۔ ذرا پڑھیے اور دیکھیے کہ کس قدر قیامت کے عالم میں انھوں نے یہ اشعار کہے ہیں۔

١۔ لقد لامني عند القبور على البكاء
رفيقي لتذراف الدموع السوافك

۲۔ فقال: اتبكي كل قبر رائيته
لقبر ثوى بين اللوى فالدكادك

۳۔ فقلت له: ان الشجا يبعث الشجا
فدعني فهذا كله قبر مالك

۱۔ قبروں کے پاس میرے اشکہائے غم کا سیلاب رواں دیکھ کر میرے رفیق نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا ۲۔ آپ مقام ثوی، لوی، دکادک کی ہر قبر کو دیکھ کر کیوں روتے ہیں ۳۔ میں نے کہا ایک غم کا منظر دوسرے غم کی یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا مجھے رونے دیں میرے لئے یہ تمام قبریں مالک کی ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے لطیف ادبی ذوق کی بناء پر متمم کو بلاتے اور ان سے ان کے اشعار سنتے ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، متمم! تم اپنے بھائی کی یاد میں مرثیے پڑھ کر دنیا بھر کو رلاتے ہو آخر تمہارے بھائی میں کیا بات تھی؟ صاحب نزہۃ الابصار نے متمم کا جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ کچھ اس طرح ہے۔

" كان والله اخي في الليلة ذات الازيز والصر يركب الجمل الثقال و يجنب الفرس الجرور و يحمل الرمح الطويل و عليه الشملة الفلوت وهو بينه مذاد تين فيصبح و هو متبسم۔"

''خدا کی قسم! میرا بھائی جاڑے کی ٹھٹھری ہوئی رات میں سرکش اونٹوں پر سوار ہوتا، منہ زور گھوڑے دوڑاتا، لمبے نیزے اٹھاتا اس پر صرف ایک تنگ چادر ہوتی۔ وہ دو مشکیزوں کے درمیان ہوتا اس حال میں صبح ہوتی اور وہ مسکرا رہا ہوتا''

(درس مقامات ص: ۱۴۰)

کچھ درید بن الصمہ کے بارے میں

درید بن الصمہ ایک بہادر اور فصیح آدمی تھا جنگ حنین میں جب ہوازن وثقیف بیس ہزار (۲۰۰۰۰) کا لشکر جرار لیکر بچوں، عورتوں اور جانوروں سمیت مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے مالک بن عوف کی زیر سرکردگی آئے۔ تو درید بن الصمہ کو بھی جنگی تجربات کی بناء پر ہودج میں اٹھا کر لایا گیا۔ اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال سے زائد تھی۔ اس نے لوگوں سے پوچھا۔ " بـــای وادیا نتم تم کونسی وادی میں ہو۔ لوگوں نے کہا اوطاس ہے۔ کہنے لگا۔

نِعْـمَ مَـجَـالُ الْخیل لا حُزنٌ ضوسٌ ولا سهْلٌ دهْسٌ، مالی اَسْمَعُ رُغاء البعیر و نُماق الحمیر و يُعَارَ الشَاءِ و بکاء الصغیر؟

"یعنی یہ گھوڑوں کی جنگ کیلئے اچھی جولان گاہ ہے۔ نہ تو زیادہ اونچی سخت پتھریلی ہے۔ اور نہ بہت ریتلی کہ پاؤں پھنس جائیں۔ لیکن یہ اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کا رینکنا، بکریوں کی ممیاہٹ، اور بچوں کا رونا کیسے میں سن رہا ہوں" لوگوں نے بتایا کہ بال بچے، ڈھور ڈنگر سب ساتھ ہیں۔ اس پر ناراض ہوئے اور کہا۔ میدان جنگ میں نیزہ تلوار کام کی چیزیں ہیں، بال بچوں اور عورتوں کو لانا غلط ہے۔ کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو یہ عورتیں امان ذلت بن جائیں گی۔ لیکن اس کی بات کسی نے نہ سنی اور بالآخر وہی ہوا جس کا درید نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔ ہوازن اور ثقیف کی عورتیں اور بچے قید ہوئے میدان جنگ سے ثقیف اور ہوازن کے لوگ اوطاس کی طرف گئے۔ درید بن الصمہ بھی ان کے ساتھ تھا مسلمانوں نے جب انکا پیچھا کیا۔ تو حضرت ربیعہ بن رفیع سلمیؓ درید کو ہودج میں دیکھ کر مارنا چاہا لیکن وار ٹھیک نہیں لگا۔ درید ان سے کہنے لگا:" بِئسَ مَا سَلَّحتَكَ اُمُّكَ، خُذْ سَيْفِی، فَاضْرِبْ بِه، ثُمَّ ارْفَع عَنِ العظَام، وَاَخْفِضْ عَنِ الدِمَاغِ فانی کذلك كنتُ اَقتُلُ الرِّجَالَ" "تیری والدہ نے تجھے بُرا ہتھیار پہنایا ہے۔ یہ میری تلوار لیکر مار، ہڈیوں سے اوپر اور دماغ سے نیچے وار کر، میں اسی طرح لوگوں کو قتل کرتا تھا۔ چنانچہ ربیع نے مار کر اس کا کام تمام کردیا۔

(درس مقامات ص:۲۰۹)

حضرت عاتکہؓ کے شوہر کی شہادت

علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ غزوہ طائف میں زخمی ہوئے۔ جس کی وجہ سے بعد میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کی بیوی عاتکہ بنت زید نے اپنے شوہر کی وفات پر بڑا پر درد مرثیہ کہا۔ حضرت عبداللہؓ کو اپنی بیوی سے محبت کیا معنی عشق تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن بیوی کے ساتھ کھیل کود میں اس طرح مشغول ہوئے۔ کہ نماز جمعہ کی تیاری کا دھیان نہ رہا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو جب اس کا علم ہوا۔ تو طلاق کا حکم دیا۔ سعادتمند بیٹے نے عظیم والد کے حکم کی تعمیل میں طلاق تو دے دی لیکن شدت محبت نے فراق میں غمگین کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حالت غم میں انہیں یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

فَلَم اَرَ مِثلِی طَلَّقَ الیَومَ مِثلَهَا
وَلَا مِثلُهَا فِی غَیرِ جُرمٍ تُطَلَّقُ

”میں نے اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا کہ اس نے آج اس جیسی کو طلاق دی ہو اور نہ اس جیسی عورت کو بغیر جرم کے طلاق دی جاتی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ شعر سنا تو طلاق سے رجوع کا حکم دیا تو انہوں نے خوشی میں اپنا غلام آزاد کیا۔ جب حضرت عبداللہؓ کی وفات ہوئی تو عاتکہ نے ان کا مرثیہ کہا۔ جس کا ایک شعر ہے۔

آلَیتُ لَا تَنفَکُّ عَینِی حَزِینَةً
عَلَیكَ وَلَا یَنفَكُّ جِلدِی اِغبَرَا

”میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھ آپ پر ہمیشہ غمگین رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا“ مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد زیب و زینت اختیار کر کے کسی اور سے شادی نہیں کرونگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کی، شب زفاف کے بعد حضرت علیؓ نے عاتکہ کے ساتھ بات کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت فاروق اعظم نے اجازت دیدی حضرت علیؓ نے آ کر عاتکہ سے کہا یہ شعر آپ کا ہے۔

آلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِي قَرِيرَةً
عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُّ جِلْدِي اِصْفَرَّا

”میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ آپ (کی وفات) پر میری آنکھ (خوشی کی وجہ سے) ٹھنڈی رہے گی۔ اور ہمیشہ میرے جسم پر زرد رنگ کی خوشبو رہے گی“ حضرت علیؓ نے درحقیقت ان کے مرثیہ پر تعریض کی کہ اپنے پہلے شوہر کے مرثیے میں کہا تھا؟ کہ میرا جسم غبار آلود اور دل غمگین رہے گا، اور اب سب غم بھول کر دوسری شادی کر لی، عاتکہ نے جب یہ شعر سنا کہنے لگیں کہ اس طرح تو میں نے نہیں کہا تھا، پہلے شوہر عبداللہ کا غم تازہ ہوا تو رونے لگیں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے، پھر جب فاروق اعظمؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو عاتکہ نے ان کا بھی ایک پردرد مرثیہ کہا جس کے دو شعر ہیں۔

مَنْ لِنَفْسِي عَادَهَا أَحْزَانُهَا
وَلِعَيْنٍ شَفُّهَا طُولُ السَّهَد
جَسَدٌ لُفِّفَ فِي اَكْفَاتِهِ
رَحْمَةُ اللهِ عَلَى ذَاكَ الجَسَد

”اب کون سہارا ہوگا، اس نفس کیلئے جس کے پاس اسکے غم لوٹ آئے اور اس آنکھ کا کون سہارا ہوگا۔ جس کو طویل بیداری نے کمزور وضعیف کر دیا ہو، یہ جسم آج کفن میں لپٹا ہوا ہے۔ اس جسم پر اللہ کی رحمت ہو۔ اس کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ حضرت زبیرؓ جب شہید ہوئے تو ان کا بھی عاتکہ نے مرثیہ کہا جس کا ایک شعر ہے۔

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ اِن قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا
حَلَّتْ عَلَيكَ عُقُوبَةُ المُتَعَمِّد،

اے قاتل تیری ماں تجھے گم کر دے تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا، قتل عمد کا ارتکاب کرنے والے کی سزا تجھ پر آپڑی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے عاتکہ کو پیغام نکاح بھیجا، لیکن عاتکہ نے کہا کہ میں جس سے شادی کرتی ہوں وہ شہید ہو جاتا ہے، آپ کی ذات کی مسلمانوں کو ابھی ضرورت ہے، یہیں سے ان کے متعلق یہ جملہ مشہور ہوا۔ من اراد الشهادة فعليه بعاتكة (سیرۃ حلبیہ: ۳: ص:۱۱۹)

حضرت ابن عباسؓ کی ذکاوت

حضرت ابن عباسؓ مشہور صحابی، علم تفسیر کے امام، ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث کے روای، فقیہ، ادب عربی پر وسیع نظر کے مالک اور ذکاوت و ذہانت میں یگانہ روزگار تھے۔ ہجرت کے تین سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔ امام حاکم نے مستدرک (ج:۳ ص:۵۳۴) میں اور ابن سعد نے طبقات (ج:۲ ص:۳۶۵) میں روایت نقل کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ضرورت سے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو وضو کیلئے پانی تیار رکھا ہوا تھا۔ دریافت فرمایا کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا "میں نے" تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کیلئے دعا فرمائی: "اللهم علمه التاويل و فقهه في الدين"

اے اللہ! انہیں تفسیر کا علم اور دین کی فقاہت نصیب فرما۔ اللہ جل شانہ نے حضرت ابن عباسؓ کو تحصیل کا جذبہ تاباں اور شوق فراواں عطا کیا تھا۔ اور علم آداب کی رعایت کرکے حاصل کرتے۔ علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۴ میں انکا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب حضرت ابن عباسؓ کو علم حدیث کے متعلق کوئی بات کسی انصاری صحابی سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی۔ اور ان کے گھر جا کر معلوم ہوجاتا کہ وہ صحابی آرام کر رہے ہیں تو انہیں جگانے کے بجائے دروازے کے پاس بیٹھ جاتے غبار اڑاتی ہوئی ہواؤں سے ان کا چہرہ خاک آلود ہوجاتا۔ لیکن نہ اٹھتے اور نہ اٹھاتے جب وہ صحابی خود بیدار ہوتے تب ان سے حدیث کے متعلق پوچھتے۔ غیر معمولی ذکاوت وذہانت اور شرعی مسائل میں فقاہت کی بناء پر حضرت عمرؓ کے ہاں انہیں قرب حاصل تھا۔ جہاں حضرت عمرؓ بدری بزرگ صحابہؓ سے اہم معاملات میں مشورہ کرتے وہاں حضرت ابن عباسؓ سے بھی ان کی کم سنی کے باوجود رائے طلب کرتے۔ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۹ ص ۲۷۷) میں ابن عباسؓ کے متعلق حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ذلك فتى الكهول له لسان سؤول و قلب عقول

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء (ج ۳ ص ۳۴۹) میں لکھا ہے کہ جنگ صفین

کے موقع پر جب طرفین سے حاکم مقرر کیے گئے، تو حضرت معاویہؓ کے جانب سے حضرت عمرو بن العاصؓ حاکم مقرر ہوئے حضرت عمرو بن العاصؓ سیاست و تدبر میں پورے عرب میں مشہور تھے اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مقرر ہوئے حضرت ابوموسیٰ سادہ دل انسان تھے۔ اس موقع پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا ابوموسیٰ کو حاکم نہ بنائے کیونکہ اس کے مقابلے میں ایک خطرناک تجربہ کا چالباز آدمی ہے اسکے مقابلے میں مجھے رکھا جائے اس لیے کہ وہ کوئی گرہ نہیں کھولے گا مگر یہ کہ میں اس کو باندھ لونگا اور کوئی گرہ نہیں باندھے گا مگر میں اس کو کھول دوں گا۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا۔ اب لوگوں نے انہیں فیصل بنا دیا ہے، بعض مورخین کا خیال تھا۔ اگر حضرت ابن عباسؓ حاکم مقرر ہوتے تو نقشہ مختلف ہوتا۔ (درس مقامات ص۔ ۳۲۰)

قاضی ایاس کی فراست

قاضی ایاس بن معاویہ بن قرہ فراست و ذکاوت میں ضرب المثل ہیں بصرہ کے قاضی تھے علامہ ابن خلکان نے ان کے عہدہ قضاء کے سنبھالنے کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بصرہ کے عامل عدی بن الطاۃ کو لکھ بھیجا کہ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیع میں سے جو بڑا فقیہ ہوا سے بصرہ کا قاضی بنا دو جب دونوں بزرگ عدی کے ہاں گئے اور معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو قاضی بنایا جائیگا۔ تو ایاس نے کہا قاسم بڑا فقیہ ہے منصب قضاء کے زیادہ لائق ہے قاسم نے کہا ایاس فقاہت میں آگے ہے یہ جب بات آگے بڑھی تو ایاس نے کہا حسن بصری اور محمد بن سیرینؒ سے معلوم کر لو وہ ہم دونوں میں جس کا انتخاب کریں اس پر فیصلہ ہوگا ایاس نے یہ مشورہ اس لئے دیا کہ حضرت حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ ایاس سے واقف نہیں تھے۔ جب کہ قاسم کی فقاہت کا انہیں علم تھا، قاسم جب سمجھ گئے کہ قضاء کے بکھیڑوں میں الجھنے سے فرار کا راستہ مسدود ہو رہا ہے تو کہنے لگا۔ آپ نہ ان سے پوچھے اور نہ مجھ سے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ایاس مجھ سے بڑا فقیہ اور قضاء کو زیادہ جاننے والا اب اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ کے لئے جائز نہیں کہ مجھ جھوٹے کو قاضی بنا دیں اور اگر سچا ہوں تو آپ کو میری بات مان لینی چاہیے۔ تب ایاس نے عدی سے کہا۔ آپ نے ایک آدمی کو جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا

جھوٹی قسم کھا کر وہ وہاں سے ہٹا۔ جھوٹی قسم پر تو وہ بعد میں استغفار پڑھ لے گا۔ لیکن اس کے ذریعہ وہ اس خطرے سے بچ جائے گا جس کا اسے خوف ہے عدی نے کہا جب آپ قاسم کی قسم کی حقیقت سمجھ گئے تو آپ کو قاضی بننا چاہئے چنانچہ ایاس بصرہ کے قاضی بنا دیئے گئے۔

(وفیات الاعیان ج: ۱ ص ۲۳۹)

چند ڈاکوؤں کی حکایت

حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ضمیر الدینؒ (م ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰) تحریر فرماتے ہیں۔ ایک شہر میں اتفاقیہ چند ڈاکو جا پہنچے آپس میں کہنے لگے کہ ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم پکڑے نہ جائیں ان کے سردار نے کہا کہ سب کے سب درویش صورت بن جاؤ، وہ بولے حضور کیوں کر؟ سردار نے جواب دیا سب کپڑے رنگوا لو اور ہاتھ میں ایک تسبیح لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کرتے رہو جہاں بھی جاؤ سوائے سبحان اللہ کے اور کچھ زبان پر مت لاؤ، چنانچہ سب شہر میں داخل ہو کر مہمان سرائے میں ٹھہرائے ایک مکان میں سارے حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور درمیان میں سردار بھی ایک لمبی چوڑی تسبیح لے کر بیٹھ گیا سب کے سب سوائے سبحان اللہ کے لب کشائی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ تمام شہر میں مشہور ہو گئے کہ مہمان سرائے میں ایک درویش صاحب باہر سے تشریف لائے ہیں سوائے ذکر خدا کے ان کی زبان پر اور کچھ شغل نہیں ہے شہر کے سب باشندے دور سے آ کر مصافحہ کرنے لگے اور اپنی حاجتیں بھی ظاہر کرنے لگے۔ اس شہر کے بادشاہ نے بھی ایک دن بمعہ فوج کے آ کر عرض کیا کہ درویش صاحب ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ آپ نے ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایا ہم کو بھی فیض حاصل ہوگا اور سب کی دعوت کی کہ آج غریب خانہ پر تشریف لائیں درویش صاحب نے بھی دعوت قبول کر لی، بادشاہ کا ایک لڑکا مدت سے مرض فالج میں مبتلا تھا۔ بہت علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا، بادشاہ نے کھانا کھانے کے بعد درویش صاحب سے یہ تمنا ظاہر کی کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں ہمارے اس لڑکے کے حق میں دعائے خیر کیجئے۔ تاکہ اللہ پاک اس کو شفاء بخشے کیونکہ اس کے سوا میرا اور کوئی فرزند نہیں جس کو دیکھ کر میں خوش ہوں، درویش صاحب مع کل مریدن کے ہاتھ اٹھا کر نہایت عجز وانکسار سے دعا کرنے لگے۔ اے یا خدایا! اگرچہ ہم سب گنہگار ہیں لیکن تیرے بنائے ہوئے بندے تو ہیں تیرا در چھوڑ کر کہاں گریہ وزاری

کریں آج ہماری شرم تو ہی رکھنے والا ہے۔ ادھر ان کا رونا تھا ادھر دریائے رحمت خداوندی کا جوش میں آنا اور اسی وقت دعا قبول ہوئی اور شہزادے نے آرام پایا بس اس رحمت الٰہی کو درویش دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ ہم نے لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ مکر گانٹھ کر عابدوں کی سی صورت بنائی تھی، اس ریاکاری میں جب یہ نتیجہ برآمد ہوا تو معلوم نہیں اگر ہم خاص اللہ کے واسطے ہی ذکر الٰہی کرتے اور سچے طریقے سے عابد بن جاتے خدا جانے کیا نفع ہوتا یہ کہہ کر سب نے اللہ کا نعرہ مارا اور شہر کے ایک طرف جا کر عبادت شروع کی اور سب کے سب ولی کامل بن گئے۔

(جواہر پارے ج:۱، ص:۹۳)

منطق بھٹیارہ

انگریز نے ہندوستان میں جب مروجہ عیسائیت کی تبلیغ شروع کرائی اور اسکے لئے یورپ سے پوپ اور پادری بلائے تو ہمارے اکابر نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان کو ہندوستان سے بھگا دیا۔ عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں ایک مرتبہ دہرہ دون میں ان کا جلسہ ہوا۔ پادری نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور اس کو بہت شد و مد سے بیان کیا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی عالم موجود نہ تھا۔ ایک بھٹیارہ جو روٹی پکا رہا تھا۔ سنتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ کوئی جواب دے۔ لیکن جب کوئی جواب دینے والا سامنے نہ آیا۔ تو وہ بھٹیارہ اپنے ہاتھ جھاڑ کر پادری کے سامنے آکھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ پادری صاحب مجھے کچھ آپ سے پوچھنا ہے۔ لیکن میں جاہل آدمی ہوں بھٹیارہ ہوں۔ روٹی پکاتے ہوئے اٹھکر آیا ہوں جواب ایسا دینا کہ میری سمجھ میں آجائے یعنی جواب علمی انداز کا نہ ہو پادری نے وعدہ کیا بھٹیارے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی عمر ہے۔ پادری نے کہا کہ وہ ازل ہے ابد تک رہیگا۔ بھٹیارے نے کہا میں اجل ابد نہیں جانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بتادو کہ وہ کتنے برس کا ہے۔ پادری نے کہا تو یہ سمجھ لے کہ ایک لاکھ برس کا ہے، بھٹیارے نے کہا، اب تک میری سمجھ میں آگیا۔ اب یہ بتادو کہ اس کی کتنی اولاد ہیں۔ پادری نے کہا کہ اس کا بس ایک بیٹا ہے عیسیٰ بھٹیارے نے کہا مجھے دیکھو میں صرف ساٹھ سال کا ہوں۔ اور میرے دس بیٹے ایسے موجود ہیں۔ کہ اگر تجھے ان میں سے کوئی ایک تھپڑ ماردے تو منہ پھر جائے گا اب تو بتا کہ تیرا خدا زیادہ طاقتور ہے یا میں پادری لاجواب ہو کر بھاگ گیا۔ یہ واقعہ کسی نے حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ سے

آ کر بیان کیا، مولانا نے فرمایا۔ سبحان اللہ اللہ کی شان بھی عجیب ہے اور وہ کسی سے بھی کام لیتا ہے اتنی اونچی دلیل اس نے ایک بھٹیارے کے دماغ میں ڈال دی۔ (درسی تفسیر پارہ عم ص: ۴۶۹)

اللہ تعالیٰ رازق ہے

ایک دفعہ ایک زاھد نے ارادہ کیا کہ میں یہ یقین حاصل کرتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے؟ پس اس مقصد کے لئے وہ جنگل کی طرف نکلا ایک پہاڑ پر چڑھ کر ایک غار میں گھس گیا۔ اور غار کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مجھ کو رزق پہنچاتا ہے۔ ایک قافلے سے راستہ بھول گیا۔ اور بارش شروع ہوگئی پس انھوں نے ایک مکان کی تلاش کی۔ تا کہ اس میں داخل ہو جائیں پس یہی قافلہ اس غار میں داخل ہو گیا قافلے والوں نے اس شخص کو دیکھ کر آواز دی مگر اس نے جواب نہیں دیا۔ انھوں نے سوچا کہ شاید اس کو سردی پہنچ گئی ہو۔ اور اس وجہ سے یہ باتیں نہ کر سکتا ہو پس انھوں نے آگ جلائی اور اس کو گرم کیا مگر اس نے باتیں شروع نہیں کی۔ اس کے بعد قافلے والوں نے سوچا کہ شاید یہ فقیر بھوکا ہو پس اس کے قریب کھانا لایا اور کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ مگر اسنے کھانا نہیں کھایا۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ کئی دنوں سے اس نے کھانا نہیں کھایا ہے پس اس کیلئے دودھ گرم کیا اور پالودہ بنایا مگر اس نے اس کی طرف التعاق نہ کیا تب ان لوگوں نے کہا کہ شاید اس کے دانت اور جبڑے جم گئے ہوں تو ان میں سے دو شخص کھڑے ہو گئے تا کہ اس کے منہ کو کھولیں اور اس میں لقمہ دے دیں پس وہ شخص ہنس گیا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے اس نے کہا میں دیوانہ نہیں ہوں۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کو آزما رہا تھا کہ کس طرح مجھ کو رزق دیتا ہے پس میں سمجھ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے مجھ کو اور رزق دیتا ہے اپنے بندوں کو جس جگہ ہو اور جس حال میں ہو۔

(قرۃ الواعظین جلد نمبر ۱ ص۔ ۱۸۹)

دنیا اور آخرت کی حقیقت

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ بصرہ کی گلی میں چل رہے تھے آپ کے پاس سے بادشاہ کی ایک لونڈی گزری، اس کے ساتھ خدمتگار اور غلام بھی تھے جب آپ نے اپنے

پیچھے سے اس کی آہٹ سنی تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو وہ سوار تھی۔ آپ نے اس کی چمک دمک دیکھی شکل و شباہت دیکھی اور اس کی حالت دیکھی (یاد رہے کہ لونڈی کو دیکھنا اسلام میں جائز ہے) تو پکار کر کے فرمایا اے لونڈی کیا تجھے تیرا آقا فروخت کرے گا۔ جب یہ کلمہ لونڈی نے آپ سے سنا تو آپ کی طرف دیکھا تو ان پر پھٹا پرانا جبہ تھا لیکن شکل و صورت خوبصورت تھی۔ تواضع تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان جھلکتا تھا۔ لونڈی نے نوکروں سے کہا میری سواری کو روک دو۔ انہوں نے سواری کو روک دیا۔ لونڈی نے اپنا سر آپ کی طرف گھمایا اور کہنے لگی اے شیخ! اپنی بات میرے سامنے پھر دہراؤ۔ آپ نے فرمایا کیا تیرا آقا تجھے فروخت کرے گا؟ کہنے لگی۔ میری مصیبت تم پر پڑے اگر میرا مالک مجھے فروخت بھی کرے تو تیرے جیسا مجھے خرید بھی سکتا ہے۔ تو حضرت مالک بن دینار کو غلاموں نے گھیرے میں لے لیا۔ آپ نے فرمایا میرے راستے سے ہٹ جاؤ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں تو آپ ان کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ اس کے محل تک آپہنچے تو محل کے ملازمین لونڈی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو اتارا اور وہ اندر داخل ہوگئی۔ حضرت مالک محل کے دروازہ پر تنہا رہ گئے وہ لونڈی جب اپنے آقا کے پاس آئی اور کہنے لگی اے میرے آقا آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں۔ اس نے کہا اے حسینہ! وہ کونسی بات ہے؟ کہنے لگی اے مالک! مجھے ایک بوڑھا فقیر ملا ہے جس نے پھٹا پرانا جبہ پہن رکھا ہے اس نے میرا حسن و جمال، رونق و کمال اور غلام دیکھے ہیں اور میری شکل و صورت نے اس کو حیران کر دیا ہے۔ اس نے مجھے کہا کیا تمہیں تمہارا آقا فروخت کرے گا؟ تو اس کا آقا اس بات سے ہنس پڑا اور اس سے کہا برباد ہو جائے وہ شخص اب کہاں ہے؟ کہنے لگی میں اسکو ساتھ لائی ہوں۔ اس وقت وہ محل کے دروازے پر کھڑا ہے آقا نے کہا اسکو میرے سامنے پیش کرو۔ تو حضرت مالک بن دینار تشریف لائے لیکن وہ جوان آپکو نہ پہچان سکا۔ جب آپ اس کی مجلس کے دروازہ پر رکے تو دیکھا کہ وہ گھر مختلف قسم کے قالینوں اور تکیوں سے آراستہ ہے اور محل کا مالک ایک اونچے تخت پر بیٹھا ہے۔ حضرت مالک بن دینار اس آدمی کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ اس آدمی نے کہا اے شیخ! تمہیں کیا ہو گیا اندر آجاؤ۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا میں اس وقت تک اندر نہیں آسکتا جب تک کہ تم ان قالینوں کو اٹھا نہیں لیتے۔ اور اس کے فتنہ کو مجھ سے دور نہیں کر دیتے۔ اس وقت تک نہ تو میں اس کی طرف نظر کروں اور نہ اس پر پاؤں رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مالک محل کے دل میں ان کی ہیبت طاری کر دی

اور اطاعت ڈال دی اور اس نے ان قالیچوں اور قالینوں کے ہٹانے کا حکم دے دیا۔ اور سنگ مرمر کا (فرش نظر) آنے لگ گیا۔ اور خود مالک محل بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور کہا اے شیخ! جہاں جی چاہے بیٹھ جا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! بالکل نہیں جب تک کہ تو اس کرسی سے نہیں اترے گا اور اس سنگ مرمر پر نہیں بیٹھے گا (میں اندر نہ آؤں گا) تو یہ شخص (سنگ مرمر پر) بیٹھ گیا۔ اور حضرت مالک بن دینار بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ محل کے مالک نے کہا اے شیخ کہو یہاں کس کام سے آئے ہو۔ مالک ابن دینارؒ نے کہا لونڈی خریدنے کیلئے آیا ہوں مالک محل نے کہا کیا تمہارے پاس اتنی دولت ہے جس سے اس کو خرید سکو۔ فرمایا اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا اس کی شان، قدر، حال اور مالیت اتنے اتنے ہزار (دینار) ہے۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا قسم بخدا! میرے نزدیک تو یہ کھجور کی دو پرانی گٹھلیوں کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ حضرت مالکؒ کی یہ بات سن کر مالک محل ہنس پڑا۔ وہ لونڈی بھی ہنس پڑی اور دوسری لونڈیاں اور غلام جو پردے کے پیچھے تھے یہ سب بھی ہنس پڑے۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے پوچھا کس وجہ سے ہنستے ہو؟ مالک مکان نے کہا تمہارے نزدیک اس کی اتنی معمولی قیمت کس وجہ سے ہے؟ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا اس لئے کہ اس کے عیب بہت ہیں۔ مالک مکان نے کہا اس کے عیب تمہیں کس نے بتائے ہیں؟ حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا میں اس کے عیب ایسے جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔ اس نے کہا مجھے بتلاؤ اور ان سے واقف بناؤ۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ عطر نہ لگائے تو اس کی یہ رونق نہ رہے۔ اگر مسواک نہ کرے تو منہ سے بدبو آنے لگے۔ اگر غسل نہ کرے تو میلی کچیلی ہو جائے۔ اگر کنگھا نہ کرے تو جوئیں پڑ جائیں اور پراگندہ بال ہو جائے۔ اگر کچھ عمر بڑھ جائے تو بوڑھی ہو جائے۔ اس کو بخار بھی آتا ہے۔ تھوک و بلغم بھی۔ ماہواری بھی۔ پاخانہ بھی اور دوسری کئی گندگیاں اور مصیبتیں ہیں۔ اور شاید یہ تمہیں نہیں چاہتی مگر اپنے نفس کے لئے، اور تم سے محبت نہیں کرتی مگر اپنے فائدہ کے لئے کہ وہ تم سے فائدہ حاصل کرے اور تم اس سے۔ یہ اپنے عہد کو پورا کرنے والی نہیں۔ یہ تیری محبت اور معاہدہ میں صادق نہیں۔ تمہارے بعد یہ جس کی ملکیت میں جائے گی۔ اس کو تمہاری طرح کا دیکھے گی۔ میرے پاس اس لونڈی سے کہیں زیادہ بہتر لونڈی ہے۔ وہ کافور کے خمیر سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر اس کا لعاب کڑوے پانی میں ڈالا جائے تو وہ

پاکیزہ بن جائے۔ اگر میت سے کلام کرے تو (میت بھی) اس سے بول پڑے۔ اگر سورج کے سامنے اس کی کلائی ظاہر ہو جائے تو سورج بے نور ہو جائے۔ اگر رات کی تاریکی میں سامنے آئے تو اس کا نور چہار سو پھیل جائے۔ اگر اپنے زیوروں اور پوشاکوں سے آقا کی کا رخ کرے۔ سب کو چکا دے۔ اگر زمین پر اس کی زلفوں کی خوشبو پھیلائی جائے تو ساری زمین اور اس کی اشیاء کو معطر کر دے۔ یہ خود خوشبو ہے۔ حسین ہے۔ نازنین ہے۔ اس کے جسم کو پورے سلیقوں اور خوبیوں کے ساتھ ترتیب دیا گیا۔ جو کستوری اور زعفران کے باغ میں پروان چڑھی ہے اور (جنت کے) تسنیم کے چشمہ سے آبدار اور چمک رہی ہے۔ اس کی کیفیت کبھی خستہ نہ ہو گی۔ اس کی حالت کبھی نہ بدلے گی۔ اس کا وقت کبھی پیچھے نہ رہے گا۔ اس کی محبت کبھی تبدیل نہ ہو گی۔ اس کا قد کاٹھ کبھی کمزور نہ پڑے گا۔ تب مالک محل نے کہا خدا کی قسم! وہی حیثیت میں بڑی ہے۔ جس کی آپ نے خوبیاں بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے اس کی قیمت کیا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا معمولی سی محنت اس کی قیمت ہے) وہ یہ کہ اپنی رات میں ایک گھڑی فارغ کر کے اٹھو اور خالصۃً اپنے پروردگار کے لئے دو رکعتیں ادا کیا کرو۔ جس وقت کھانا اپنے سامنے رکھو تو بھوکے یاد کر لیا کرو۔ اور اپنی خواہش کی بجائے اس کو ترجیح دیدو۔ اور جب راستے پر چلتے ہو تو اس سے پتھر اور کانٹے ہٹا دو۔ اور اپنی زبان کو پاکیزہ کلام سے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حرکت دیا کرو۔ اور اپنی زندگی کے ایام معمولی سی روزی پر بسر کرو اور دنیا کے اس غفلت بھرے گھر کی طرف سے توجہ ہٹا لو۔ دنیا میں قناعت پسندی اور پختہ عزم کے ساتھ زندگی گزارو۔ قیامت کے دن اطمینان کے ساتھ آؤ گے اور ہمیشہ کے لئے (جنت میں) اللہ کے مہمان بن جاؤ گے۔ اس بات پر مالک محل نے پکار کر کہا اے لونڈی۔ لونڈی نے کہا لبیک اے میرے سردار کیا جو باتیں اس آدمی نے کہی ہیں۔ ان کو تو نے سنا ہے۔ کہنے لگی ہاں سنا ہے۔ پوچھا یہ اپنی بات میں سچا ہے یا جھوٹا؟ کہنے لگی اللہ کی قسم یہ سچا ہے۔ تو اس جوان نے کہا: تو تو اس وقت سے اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ اور یہ سامان تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور اے غلاموں! تم بھی سب کے سب آزاد ہو، اور یہ سامان تمہارے لئے صدقہ ہے۔ اور اس گھر کو تمام اثاثہ اور مال و متاع سمیت فقراء اور مساکین کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ ایک دروازہ

کے پردہ کی طرف بڑھایا اور اسے لے کر اپنے بدن کو ڈھانپا اور جتنے لباس فاخرانہ اس پر تھے سب اتار پھینکے۔ لونڈی نے کہا اے میرے آقا! آپ کے بعد میری زندگی کو کوئی سواد نہیں ہے۔ اس نے بھی اپنی پوشاکیں پھینک دیں اور ایک کھردرا کپڑا پہن لیا۔ اور آقا کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے ان دونوں کو الوداع کہا اور ان کیلئے دعا فرمائی اور اپنا راستہ لیا۔ اور ان دونوں نے اپنا راستہ لیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے والے نے بتلایا ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ ان پر موت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ہمیں ان کی برکات سے نفع پہنچائے۔ آمین۔

نناوے قتل

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے زمانے میں ایک شخص تھا اس نے نناوے آدمیوں کو ناحق قتل کیا (اس کے بعد اس کو فکر لاحق ہوئی کہ آخرت میں میرا کیا انجام ہوگا) اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس وقت روئے زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اسے ایک راہب (یعنی بنی اسرائیل کے عبادت گذار) کا پتہ بتایا چنانچہ یہ شخص اس عابد کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے بیان کیا کہ میں نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عابد نے جواب دیا (یعنی اتنے ناحق قتل کے بعد توبہ کا کیا سوال ہے) تو اس نے عابد کو بھی قتل کر دیا اور سو قتل پورے کر لیے۔ (دوبارہ توبہ کی فکر لاحق ہوئی) پھر لوگوں سے دریافت کیا اس وقت روئے زمین میں بڑا عالم کون ہے؟ پھر ان کو ایک عالم کا پتا بتایا گیا یہ شخص ان کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں نے سو قتل کئے تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس عالم نے جواب دیا ضرور توبہ قبول ہو سکتی ہے تمہارے اور توبہ کے درمیان کیا چیز حائل ہے؟ (یعنی کوئی رکاوٹ نہیں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے) پھر ایک نیک لوگوں کی بستی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فلاں علاقے کی فلاں بستی میں چلے جائیں وہاں نیک لوگ آباد ہیں۔ جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ جا کر ان ہی کے ساتھ عبادت میں

شریک ہو جائیں۔ اور اپنی بستی کی طرف لوٹ کر نہ آنا۔ کیونکہ یہ بری جگہ ہے۔ یہ بستی میں جانے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکل پڑا ٹھیک جب آدھا راستہ طے کر لیا۔ تو ملک الموت آ پہنچا (چونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی روح رحمت کے فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جبکہ برے لوگوں کی روحیں عذاب کے فرشتے قبض کرتے ہیں) اب اس شخص کی روح قبض کرنے کے بارے میں دونوں قسم کے فرشتے آپس میں تکرار کرنے لگے سو رحمت کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ گناہوں سے تائب ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آیا ہے لہذا اس کی روح قبض کرنے کا حق ہمیں ہے۔ جب کہ عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ اس نے تو کبھی کوئی نیکی نہیں کی (یعنی برا آدمی ہے، لہذا اس کی روح قبض کرنے کا حق ہمیں ہے) تو ان فرشتوں کے پاس ایک اور فرشتہ انسان کی روح میں حاضر ہوا دونوں فریقوں نے فیصلہ کے لئے ان کو حاکم بنالیا تو انہوں نے فیصلہ سنایا کہ جس برے گاؤں سے چل کر آیا ہے اور جس نیک لوگوں کی طرف جارہا ہے۔ دونوں کے درمیان فاصلہ کو ناپیں جس طرف قریب ہوگا اس طرف کے فرشتوں کو روح قبض کرنے کا حق ہوگا چنانچہ زمین ناپی گئی تو جس بستی کا ارادہ تھا اس طرف قریب تھا لہذا رحمت کے فرشتوں نے روح قبض کر لی۔

(ریاض الصالحین ص ۶۷)

انوکھی ترکیب

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمتہ اللہ کے نام سے آپ واقف ہوں گے جنہیں پاکستان میں شعبہ حفظ وقرات کا مجدد کہا جاتا ہے۔ وہ استاذ القراء حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمتہ اللہ کے جانشین تھے۔ انھوں نے حفظ وقرات کی روشنی کو اتنا عام کیا کہ آج اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پاکستان سے لے کر امریکا تک قرآن کا نور پھیلا رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ بڑے مہربان اور محنتی استاد تھے۔ اللہ نے انہیں رعب اور دبدبہ بھی بے مثال عطا کیا تھا۔ مگر شفقت بھی اسی قدر فرماتے تھے کہ ان کی شفقت اور تربیت کا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔ ڈیرہ غازی خان کا ایک

طالب علم حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ سے پڑھتا تھا۔ مدرسے کے ناظم نے قاری صاحب کو بتایا کہ آپ کا یہ شاگرد سینما میں جا کر فلمیں دیکھتا ہے۔ قاری صاحب کو یقین نہ آیا، بولے نہیں حضرت یہ اطلاع درست نہیں ہو سکتی میرا شاگرد اور سینما دیکھے ممکن نہیں ناظم چپ ہو گئے کچھ دن بعد انہوں نے اس طالب علم کو سینما کے ٹکٹ سمیت پکڑ کر قاری صاحب کے سامنے پیش کیا سینما کا ٹکٹ دیکھ کر قاری صاحب کو یقین آ گیا۔ انہیں بہت صدمہ ہوا۔ مدرسے کے نگران کو حکم دیا کہ اسے سزا دیں۔ چنانچہ اسے سزا دی گئی۔ کچھ مدت بعد طالب علم پھر پکڑا گیا۔ قاری صاحب کو یہ بات بتائی گئی وہ سکتے میں آ گئے، پھر طالب علم کو اپنے سامنے بٹھا لیا، خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ سب کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور اس طالب علم کے آگے ہاتھ جوڑ کر درد بھرے لہجے میں بولے: بھائی! دن رات اس لیے محنت کر رہا ہوں کہ قرآن کا نور تمہارے سینے میں آ جائے۔ سینما دنیا کی بدترین جگہ ہے، وہاں قرآن کے کسی طالب علم کا کیا کام۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، آج تک کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے۔ آج تمہارے سامنے جوڑ رہا ہوں۔ اللہ کے لئے اس حرکت سے باز آ جاؤ۔ اب تو طالب علم کی چیخیں نکل گئیں۔ دوسرے طلباء بھی رونے لگے۔ قاری صاحب کی وفات کے بعد وہ طالب علم کسی پرانے واقف کار کو رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں ملا۔ اس نے مزاح کے طور پر اس سے پوچھا: کیوں بھئی! سینما بینی کا شوق باقی ہے یا ختم ہو چکا ہے۔ طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہنے لگا: ان جیسے استاد آج کہاں ملتے ہیں۔ ایک ہی بار میں میری کایا پلٹ دی۔ جس دن قاری صاحب نے مجھ گناہ گار کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔ اس دن سے میری تو کبھی تہجد کی نماز بھی فوت نہیں ہوئی۔ تہجد میں کبھی دو اور کبھی تین پارے پڑھتا ہوں۔ تم سینما بینی کی بات کرتے ہو۔ میں تو کبھی ٹی وی کے سامنے نہیں بیٹھا۔

(ہفت روزہ بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۳۶)

ابو منصور کی دلیری

ابو منصور جو سلطان طغرل کا وزیر تھا۔ اس کا ایک نصیحت آموز واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ نماز کا بہت پابند تھا اور نماز فجر کے بعد اس کے کچھ معمولات تھے جو وہ پورے کرتا تھا ایک دن طغرل کو کوئی

اہم معاملہ پیش آ گیا اس نے ابو منصور کو بلاوا بھیجا مگر اس نے سُنی ان سنی کر دی اور بدستور اپنے معاملات میں مشغول رہا۔ حاسدوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے لگائی بجھائی سے بادشاہ کو خوب بھڑکا دیا ابو منصور معمولات سے فارغ ہو کر جب خدمت میں حاضر ہوا تو طغرل نے سختی سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی، ابو منصور نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ جناب عالی میں اللہ کا بندہ ہوں اور آپ کا نوکر (ملازم) ہوں جب تک اللہ کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں آپ کی نوکری نہیں کر سکتا۔ بادشاہ اس کے اس سچے اور دلیرانہ جواب سے بڑا متاثر ہوا اس کی بہت تعریف کی اور کہا بہت خوب تم اپنی یہ روش مت بدلنا اللہ کی بندگی کو ہماری نوکری پر ہمیشہ مقدم رکھنا انشاءاللہ اسی کی برکت سے ہمارے سب کام ہو جائیں گے۔

دوئی میں یک دلی کا رنگ پیدا ہو نہیں سکتا
شنا سا غیر کا تیرا شنا سا ہو نہیں سکتا۔

(ندائے منبر و محراب ص:۱۹۰)

تقویٰ کا کرشمہ

ایک دفعہ کوفہ میں لوٹ مار کی چند بکریاں آ گئیں۔ اہل کوفہ کی بکریوں کے ریوڑ بھی وہاں چرتے تھے۔ وہ بکریاں آ کر ان میں شامل ہو گئیں۔ جب لوٹ مار کی بکریوں کو الگ کیا گیا۔ تو پتہ چلا کہ ان میں سے ایک بکری کم ہے۔ ہوا یہ تھا۔ کہ وہ بکری اہل کوفہ کے کسی ریوڑ میں شامل ہو گئی تھی۔ لیکن پتہ چلانا دشوار تھا۔ کہ بکری کس ریوڑ میں شامل ہوئی ہے۔ اور کونسی بکری ہے۔ بہت تلاش کی اور جستجو کی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اس تمام واقعہ کا علم ہوا۔ آپؒ نے پوچھا کیا اس بکری کا بالکل پتہ نہیں چل سکا۔ جواب ملا بہت تلاش کی مگر ہم پتہ نہ لگا سکے آپؒ نے پوچھا کہ ایک بکری کی عمر کتنی ہوتی ہیں۔ کسی نے جواب دیا پانچ سال کسی نے جواب دیا چھ سال ایک شخص نے جواب میں کہا کہ بکری زیادہ سات سال تک زندہ رہتی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں اب سات سال تک کوفہ میں بکری کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس چوری کی بکری کا گوشت میرے کھانے میں آ جائے حالانکہ اگر ایسا ہو جائے اور اس بکری کا گوشت آپؒ کے کھانے میں آ بھی جائے تو آپؒ اس سے قصوروار نہ ہوتے کیونکہ آپؒ نے تو

گوشت قصاب سے خرید کر پکواتا تھا۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تقوی نے یہ گوارہ نہ کیا کہ وہ چوری کی بکری کا گوشت نادانستہ کھانے کی غلطی کر بیٹھیں اس مقصد کیلئے انہوں نے سات سال تک بکری کا گوشت نوش نہ فرمایا۔

(ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ ج:۲، شمارہ:۱۱، ص:۱۰)

رئیس بصرہ

بصرہ میں ایک رئیس تھا۔ وہ ایک مرتبہ اپنے باغ میں گیا۔ باغ کا جو باغبان تھا۔ وہ وہیں باغ میں اپنے بیوی بچوں سمیت رہتا تھا۔ اس باغبان کی بیوی حسین وجمیل اور خوبصورت تھی۔ رئیس اس کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا اور اس پر ایسا فریفتہ ہوا کہ اس کے ساتھ ناجائز خواہش پوری کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے اس نے اپنے نوکر یعنی باغبان کو کسی کام سے بھیج دیا۔ اور اس عورت سے کہا کہ گھر کے تمام دروازے بند کر لو۔ عورت نے جواب دیا کہ سب دروازے بند کر دئیں۔ لیکن ایک دروازہ نہیں بند کر سکتی۔ رئیس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے۔ باغبان کی بیوی نے جواب دیا۔ "درے کے درمیان ما وخداوند ست" یعنی جو دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان ہے۔ میں اسکو کسی طرح بند نہیں کر سکتی۔ یعنی ہم لوگ دروازے بند کر کے اوروں کی نظر سے اپنے آپ کو چھپا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں وہ ہمارے اندر و باہر ظاہر و باطن سارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس سے کوئی ذرہ ڈھکا چھپا نہیں رہتا۔ رئیس نے خدا کی اس بندی کا یہ جملہ سنا تو اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کانپ اٹھا اور برائی کا ارادہ ختم کر دیا اور خدا سے توبہ کی۔

(کشف المحجوب ص:۱۰)

انوکھی وصیت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو جنازے کے ساتھ جہاں تک نظر جاتی تھی، پھیلا ہوا تھا۔ جنازے کا وقت آیا تو ایک شخص آگے بڑھا، اس نے کہا: "حضرت نے مجھے وصیت کی تھی، میں وہ سنانا

چاہتا ہوں، خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت یہ تھی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس میں چار خوبیاں ہوں، پہلی خوبی یہ کہ اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ تیسری بات یہ کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بری نظر نہ ڈالی ہو اور چوتھی یہ کہ اتنا عبادت گزار ہو کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں'' جب یہ بات کہی گئی تو مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ کافی دیر گزر گئی۔ یہاں تک کہ ایک شخص روتا ہوا آگے آیا۔ اس نے جنازے سے چادر ہٹائی اور کہا: ''حضرت قطب الدین! آپ خود تو فوت ہوگئے اور مجھے رسوا کر گئے۔'' اس کے بعد بھرے مجمعے میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر قسم کھائی کہ مجھ میں یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں۔ یوں حضرت کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ کیا آپ جانتے ہیں، یہ کون تھے۔ یہ تھے ہندوستان کے بادشاہ جنہیں لوگ سلطان شمس الدین التمش کے نام سے جانتے ہیں۔

(ہفت روزہ بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۲۵)

محدثین کی خبر لو

تیسری صدی ہجری میں مصر میں چار محدثین بہت مشہور تھے۔ چاروں کا نام محمد تھا۔ اور چاروں علم حدیث کے جلیل القدر آئمہ شمار ہوئے۔ ان میں سے ایک محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دوسرے محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے محمد بن المنذر رحمۃ اللہ علیہ اور چوتھے محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا ایک عجیب واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ یہ چاروں حضرات مشترک طور پر حدیث کی خدمت میں مشغول تھے۔ بسا اوقات ان کی علمی خدمات میں توجہ اس قدر بڑھتی کہ فاقوں تک رات پہنچ جاتی۔ ایک دن ایک گھر میں جمع ہو کر احادیث لکھنے میں مشغول تھے۔ کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ آخر کار طے پایا کہ چاروں میں سے ایک صاحب محنت مزدوری کیلئے باہر نکلیں گے تاکہ غذا کا انتظام ہو سکے۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نکلا۔ انہوں نے محنت مزدوری کیلئے نکلنے سے پہلے نماز پڑھی اور دعا شروع کر دی۔ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور مصر کے حکمران احمد بن طولون رحمۃ اللہ علیہ اپنی قیام گاہ میں آرام کر رہے تھے۔ انہیں سوتے ہوئے خواب میں

سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ فرمار ہے تھے: "محدثین کی خبر لو ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔" ابن طولون رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو لوگوں سے تحقیق کی کہ اس شہر میں محدثین کون کون ہیں؟۔ لوگوں نے ان حضرات کا پتا دیا۔ ابن طولون رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت ان کے پاس ایک ہزار دینار بھجوائے اور جس گھر میں وہ خدمت حدیث میں مشغول تھے۔ اسے خرید کر وہاں ایک مسجد بنوا دی اور اسے علم حدیث کا مرکز بنا کر اس کیلئے کئی بڑی جائیداد وقف کر دیں۔

(ایضاً)

امام احمد ابن حنبل کا رات بھر علم کیلئے جاگنا

امام احمد ابن حنبل جلیل القدر امام ہیں، مگر امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں امام شافعیؒ کا مصر میں قیام تھا، امام شافعیؒ نے انہیں لکھا کہ بہت عرصہ ہوا ملاقات کئے ہوئے۔ اگر کوئی ملاقات کا موقع ہو تو کوشش کر کے آجاؤ، مصر میں ملاقات ہو اور علماء آپ کے منتظر ہیں امام احمدؒ نے لکھا کہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور تاریخ متعین کر دی کہ فلاں تاریخ کو پہنچوں گا۔ مقررہ تاریخ پر امام احمدؒ پہنچے، تو امام شافعیؒ استقبال کیلئے شہر سے باہر نکلے، بادشاہ وقت چونکہ امام شافعیؒ کا معتقد تھا وہ بھی ساتھ ہوئے، جب بادشاہ آئے تو وزراء، امراء علماء اور زعماء غرض پورا مصر استقبال کیلئے نکل آیا اور بڑی عزت و احترام سے امام احمدؒ کو لے کر آئے۔ امام شافعیؒ کے مکان میں عید کی سی خوشی تھی، امام شافعیؒ کی بچیاں کودتی پھرتی تھیں کہ امام وقت ہمارے ہاں مہمان ہو رہا ہے، ایک عجیب خوشی تھی، جب کھانے کا وقت ہوا تو امام شافعیؒ نے دستر خوان بچھایا، امام احمدؒ کو بٹھلایا گیا اور بھی لوگ بیٹھے۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے جو کھانا شروع کیا تو اس طرح سے کھایا، جیسے کوئی بہت حریص آدمی کھایا کرتا ہے اور جیسے کہ بہت دن کا بھوکا کھاتا ہے تو بہت زیادہ کھایا اور جلدی جلدی کھایا، امام شافعیؒ جب کھانے کے بعد گھر پہنچے تو امام شافعیؒ کی بچیوں نے امام شافعیؒ پر اعتراض کیا کہ آپ تو کہتے تھے کہ یہ امام وقت ہے، یہ کیسا امام وقت ہے جو عوام الناس کی طرح پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اتقیاء کی شان تو یہ ہے کہ وہ کم کھاتے ہیں اطاعت زیادہ کرتے ہیں، یہ پیٹ بھر کے کھانا اور وہ بھی ناک تک کھالینا، یہ تو عوام کا کام ہے خواص کا نہیں، خواص میں بھی جو شخص امام کے رتبہ کو پہنچا ہوا ہو اس کا

یہ کام نہیں۔ تو امام شافعیؒ سے جواب نہیں بن پڑا اور فرمایا کہ محسوس تو میں نے بھی اس کو کیا مگر میں بول نہیں سکتا تھا، کہ میں میزبان ہوں، اگر میں یوں کہتا کہ تم زیادہ کیوں کھاتے ہو تو تہمت آتی کہ شاید میں مہمان سے اپنا کھانا بچانا چاہتا ہوں، اس لئے میرے بولنے کا موقع نہیں تھا مگر محسوس میں کر رہا تھا کہ یہ امام احمدؒ کو کیا ہو گیا۔

اندروں از طعام خالی دار
تا نور مغفرت در و بینی

ترجمہ: پیٹ کو خالی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ نور مغفرت پیدا ہو (نہ یہ کہ آدمی پیٹ بھر لے) بہر حال امام شافعیؒ سے جواب نہیں بن پڑا بچیوں نے اعتراض کیا تو چپ ہو گئے، وہ وقت گذر گیا اور امام احمدؒ عشاء کی نماز کیلئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد چھوٹی بچیوں نے بستر بچھایا اور پانی کا لوٹا بھر کے رکھا کہ امام صاحبؒ جب تہجد کیلئے اٹھیں تو پانی لانے کی دشواری نہ ہو اطمینان سے وضو کر لیں۔ امام احمدؒ صبح کی نماز کیلئے جب اٹھ کر گئے تو بستر وغیرہ اٹھانے کیلئے بچیاں آئیں دیکھا کہ لوٹا اسی طرح بھرا ہوا رکھا ہے، اب تو ان کے غصے کی کوئی حد نہ رہی کہ یہ کیسا امام ہے کہ پیٹ بھر کے یہ کھانا کھالے رات کا کوئی وقت عبادت کا اسے نصیب نہ ہو، وضو نہ کرے تہجد نہ پڑھے، یہ خوامخواہ ہی دنیا میں غلط شہرت ہو گئی کہ اپنے وقت کا بڑا امام ہے۔ جب امام شافعیؒ گھر پہنچے تو بچیوں نے دامن پکڑ لیا کہ آپ نے ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا کہ احمد بن حنبلؒ راس الاتقیاء، متقیوں کا سردار ہے، یہ کیسا امام ہے کہ ناک تک یہ کھانا کھاتا ہے، اور تہجد کی توفیق اسے نہیں، رات بھر بستر پر پڑ کر یہ سوئے، اب امام شافعیؒ کے صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا اور باہر آ کر امام احمدؒ سے کہا کہ: اے احمد ابن حنبل! یہ تغیر تم میں کب سے پیدا ہوا؟ مجھے تو اس کی توقع نہیں تھی، یہ تمہاری حالت کب سے بدلی، پیٹ بھر کے تم کھانا کھاتے ہو، تہجد کی توفیق تمہیں نہیں ہوتی، رات کو آپ نہ اٹھے، وضو آپ نے نہ کیا آخر یہ تمہارے اندر کیا پیدا ہوا۔ امام احمدؒ مسکرائے اور عرض کیا، حضرت! واقعہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، فرمایا واقعہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ واقعہ یہ ہے کہ مجھے آج عشاء کے وضو سے تہجد اور صبح کی نماز کی نوبت آئی ہے اور عرض کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب دستر خوان پر کھانا رکھا گیا تو میں نے دنیا میں اتنی حلال کی کمائی نہیں دیکھی اس کے کھانے کے اوپر آسمانوں سے انوار

وبرکات کی اتنی بارش تھی کہ مکان منور تھا اور کھانے پر نظر ڈال کر قلب میں ذکر اللہ کی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ اتنی حلال اور پاک کمائی میں نے آج تک نہیں دیکھی تو میں نے ارادہ کیا کہ جتنا کھا سکوں کھا لوں چاہے بعد میں مجھے سات دن فاقہ کرنا پڑے پھر یہ نورانی کھانا مجھے کہاں نصیب ہوگا، اس واسطے میں نے زیادہ کھایا، اور عرض کیا۔ اس کھانے کی دو برکتیں نمایاں ہوئیں، ایک علمی برکت اور دوسری عملی برکت، عملی برکت تو یہ ہوئی کہ عشاء کے وضو سے میں نے فجر کی نماز پڑھی اور تہجد پڑھی، مجھے وضو کی ضرورت پیش نہیں آئی، اور علمی برکت یہ ہوئی کہ چارپائی پر لیٹ کر قرآن کریم کی ایک آیت سے آج میں نے فقہ کے سو مسئلے نکالے جواب تک مجھے سمجھ میں نہیں آئے تھے علم کے دروازے میرے دل پر کھل گئے، اور سو مسئلے ایک ہی آیت سے میں نے استنباط کئے، یہ علم کی برکت ہوئی تب امام شافعیؒ کی داڑھی کے بال بال خوشی سے کھل گئے، اور بچوں سے کہا کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے کہ یہ امام وقت ہیں تب بچوں کو تسلی ہوئی۔

(تحفۃ الطلباء والعلماء، ص: ۲۰۶)

امام بخاریؒ کا علم کی خاطر برہنہ رہنا

خطیب بغدادؒ تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں: عمر بن حفص اشقرؒ کی روایت ہے۔ کہ ایک وقت امام بخاریؒ بصرہ میں احادیث لکھانے کے دوران اچانک غائب ہو گئے، جب کئی روز ہو گئے تو ہم ان کی تلاش میں نکلے، آخر ان کو ڈھونڈ نکالا موصوف ایک مکان کے اندر برہنہ حالت میں تھے۔ معلوم ہوا کہ ان کے پاس خرچے کے پیسے ختم ہو گئے تو پہننے کے کپڑے تک بیچنے پڑ گئے ہم نے آپس میں کچھ رقم اکھٹی کی اور ان کو کپڑے خرید کر پہنائے تب جا کر وہ حدیث لکھانے میں مشغول ہوئے۔

(تاریخ بغداد، ص: ۱۳ ج ۲)

بچوں کی غیرت ایمانی

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی بات ہے کہ بچے میدان میں کھیل رہے تھے۔ میدان سے باہر کچھ لوگ۔ بچوں کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے گیند میدان سے باہر چلی گئی اور ایک شخص کو جا لگی۔ اس نے گیند دبوچ لی۔ بچوں نے اس کی منت سماجت کی کہ یہ گیند دے

دیں۔ اس نے کہا، میں ہرگز نہیں دوں گا۔ بچوں نے آخری طریقہ یہ اختیار کیا کہ اس شخص کو حضورﷺ کے نام کا واسطہ دیا کہ اب تو ہماری گیند دے دیں۔ وہ شخص غیر مسلم تھا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ بچوں کی اس بات کو نہ مانا بلکہ حضورﷺ کی شان میں گستاخیاں بھی کرنے لگا، بچوں نے یہ باتیں سنیں تو اپنی گیند کو بھول گئے اور جوش میں آگئے کہ تم ہمارے حضورﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہو، بس کھیل والی لکڑیوں سے اس گستاخ کو مارنا شروع کردیا اور خوب گت بنائی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ تک معاملہ پہنچا تو آپ نے معاملے کی تحقیق کی، تحقیق کے بعد جب ثابت ہوگیا کہ واقعی اس شخص نے جرم کیا ہے تو آپ بہت خوش ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے بچوں میں حضورﷺ کی اتنی محبت ہے اور وہ اس معاملہ میں اتنے حساس اور بہادر ہیں۔

(مثالی بچپن، ص:۲۲۳)

بے نیاز لوگ

ایران کے آتش پرستوں کی طرف ایک لشکر بھیجا گیا۔ لشکر کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ انہوں نے لشکر کے ایک افسر حضرت عاصمؓ کو کسی کام سے میان کے مقام پر بھیجا۔ یہ مقام دشمن کے علاقے میں تھا۔ جب حضرت عاصمؓ وہاں پہنچے تو کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا۔ ان کے ساتھیوں کے پاس کھانے کیلئے کچھ نہ بچا۔ انہوں نے آس پاس تلاش شروع کی کہ کوئی بکری یا گائے مل جائے۔ کافی تلاش کے باوجود کوئی جانور نظر نہ آیا، لیکن آخرکار ایک خیمہ دکھائی دیا۔ خیمے کے باہر ایک آدمی کھڑا نظر آیا۔ حضرت عاصمؓ نے اس سے پوچھا: ''کیا یہاں آس پاس کوئی گائے یا بکری مل جائے گی'' اس نے نفرت زدہ انداز میں منہ سکوڑ کر کہا: ''مجھے نہیں معلوم'' حضرت عاصمؓ جانے کیلئے مڑے ہی تھے کہ خیمے کے اندر سے آواز آئی: ''یہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے، ہم یہاں موجود ہیں۔'' حضرت عاصمؓ خیمے میں داخل ہوئے۔ وہاں انہیں کئی گائے بیل کھڑے نظر آئے۔۔۔ البتہ وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ حضرت عاصمؓ وہاں سے وہ گائے اور بیل لے آئے اور ان کا گوشت لشکر میں تقسیم کیا۔ یہ واقعہ کسی نے حجاج بن یوسف کو سنایا، اسے یقین نہ آیا۔ اس نے قادسیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کے پاس پیغام بھیجا

کہ وہ بتائیں، یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں۔ تب بہت سے حضرات نے گواہی دی کہ اس واقعے کے وقت وہ موجود تھے۔ حجاج نے ان سے پوچھا: ''اس زمانے میں لوگوں کا اس واقعے کے بارے میں کیا خیال تھا'' انہوں نے جواب میں کہا: ''اس واقعے کو اس بات کی دلیل سمجھا جاتا تھا کہ اللہ ہم سے راضی ہے اور وہ ہمیں فتح عطا فرمائے گا۔'' یہ سن کر حجاج نے کہا: ''یہ بات اس صورت میں ہوسکتی ہے جب اکثر لوگ متقی اور پرہیزگار ہوں'' اس پر انہوں نے کہا: ''دلوں کا بھید تو اللہ ہی جانتا ہے، اتنا ہم جانتے ہیں کہ اس قدر بے نیاز لوگ ان کے بعد ہم نے نہیں دیکھے۔''

(تاریخ ابن اثیر:175/2)

مفتی اعظم کی تواضع اور خدمت خلق

مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰنؒ کسی قسم کے تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ صرف عالم اور مفتی نہ تھے۔ بلکہ عارف باللہ اور صاحب کشف اکابر میں سے تھے۔ علم کا سمندر سینے میں جذب کرنے کے باوجود تواضع اور فنائیت کا یہ عالم تھا۔ کہ روزانہ نماز عصر کے بعد محلہ کے آس پاس کے گھروں کے دروازوں پر جا کر پوچھتے کہ بازار سے کسی کو کچھ سودا منگوانا ہو تو بتلا دے گھروں سے آواز آتی مفتی جی مجھے چار پیسے کی مرچیں لا دو۔ کہیں سے آواز آتی کہ تیل چاہئے۔ کسی گھر سے کہا جاتا کہ نمک درکار ہے۔ حضرت ممدوح سب کے پیسے لے لیتے اور بازار جا کر ایک ایک کا فرمائشی سودا خریدتے۔ کسی کا نمک، کسی کی مرچ، کسی کی دھنیا اور یہ سب سامان رومال کے الگ الگ کونوں پر باندھ کر خود ہی لاتے۔ یہ کبھی گوارا نہ فرماتے کہ اس بوجھ کو کوئی بٹوائے۔ خود ہی یہ سامان اپنے کندھوں پر لادتے اور یہ سامان فرمائش کنندوں کے سپرد کرتے تھے۔ اسی طرح مفتی صاحب کے بے نفسی کا یہ حال تھا۔ کہ مفتی اعظم کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں ایک بڑی بوڑھی مقیم تھیں۔ جنہیں سب ''اماں خوبی'' کہا کرتے تھے۔ عمر میں حضرت ممدوح سے بہت بڑی تھیں۔ انہوں نے ایک دن کہا۔ عزیز الرحمٰن مکان کی چھت بہت خراب ہو گئی ہے۔ بارش میں ٹپکا اتنا لگا ہے۔ کہ رات بھر ٹپکے گزر گئی ہے۔ مٹی ڈلوانے کا کوئی بندوبست کرادوں۔ چنانچہ مٹی منگوائی اور ان کے گھر میں ڈھیر کرا دی اس پر کہنے لگیں۔ عزیز الرحمٰن مٹی تو

آ گئی مزدور کوئی نہیں کہ اسے چھت پر ڈلوادوں۔ فرمایا" اماں اس کا بندوبست ہو جائے گا۔ اس بارش میں لنگی باندھ کر چھت پر چڑھے اور خود ہی چھت پر مٹی ڈالنی شروع فرمائی۔ بارش میں بھیگتے ہوئے مٹی ڈالنے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بخار آیا۔ سخت تکلیف اٹھائی۔ مگر بوڑھی اماں پر واضح نہ ہونے دیا۔ کہ اس مٹی ڈالنے میں کونسے مزدور نے کام کیا اور اس محنت سے اس پر کیا گزری؟

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج:۱ ص:۳۳)

میری قبر میں پانی آرہا ہے

بیسویں صدی کا واقعہ ہے۔ کہ جب حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنی وفات کے تقریباً تیرا سو سال بعد عراق کے بادشاہ فیصل اول اور مفتی اعظم کے خواب میں آئے اور فرمایا۔ میری قبر میں پانی آرہا ہے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی قبر میں نمی آرہی ہے۔ اس لئے ہمیں محفوظ مقام پر منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ حج کے دس دن بعد پیر کے دن پانچ لاکھ افراد کی موجودگی میں ان صحابہ کرام کے مزارات کو کھولا گیا۔ تو لوگ حیران رہ گئے۔ کہ تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود ان کے کفن بالکل سفید و سالم اور اجسام مبارک ایسے تروتازہ تھے۔ گویا ابھی فوت ہوئے ہوں۔ حالانکہ حضرت حذیفہ اور حضرت جابرؓ کا وصال بالترتیب ۳۶ھ اور ۷۴ھ میں ہوا تھا۔ ان صحابہ کرام کو حضرت سلیمان فارسیؓ کے مزار اقدس کے قریب قبریں کھود کر دفنا دیا گیا۔ اس تمام کاروائی کو جرمن فلم ساز کمپنی نے ۳۰×۲۰ فٹ بڑی سکرین پر کیمرے کی مدد سے دکھایا۔ تاکہ لاکھوں افراد یہ مناظر باآسانی دیکھ سکیں۔ یہ ایمان افروز واقعہ دیکھ کر ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہوگئے۔ (حیوۃ طیبہ پیربابا کی سوانح عمری ص:۴۳)

"فیصلے"

ہادی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ امام اعظمؒ کے شاگرد حفص بن غیاثؒ بغداد کے قاضی تھے۔ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ خاتون کا ایک ملازم فارسی تھا۔ اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمتوں کا دعویٰ دائر کر دیا۔ فارسی نے رقم کا اقرار کر لیا مگر ادائیگی نہ کی۔ قاضیؒ صاحب نے مدعی

کے مطالبہ پر فارسی ملازم کو قید کر دیا۔ شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضب ناک ہوئیں کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی اس کو جیل بھیج دیا۔ اپنے خاص غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ۔ شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے فوراً فارسی کو چھوڑ دیا۔ امام اعظمؒ کے شاگرد قاضی غیاثؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یا تو زبیدہ کا فارسی ملازم جیل میں آئے ورنہ میں عہدہ قضاء سے مستعفی ہوتا ہوں۔ اس شاہی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفص کا معاملہ ہے۔ اگر خلیفہ ہارون نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضیؒ کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو چھوڑنے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟ اور کہا کہ اس وقت اس فارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیجئے۔ بعد میں قاضیؒ صاحب کو راضی کر کے اسے رہا کروالوں گا۔ زبیدہ بیگم نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔ کچھ دیر بعد خلیفہ ہارون الرشید محل میں آئے تو زبیدہ بیگم نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے۔ ہارون الرشید متفکر ہوا کہ کیا کرے کیونکہ زبیدہ کی ناراضگی بھی اسے بڑی شاق تھی آخر اس نے سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس فارسی کے معاملہ کو رفع دفع کر دو۔ ادھر خلیفہ یہ حکم لکھوا رہا تھا دوسری طرف قاضی صاحب کو کسی نے خبر پہنچا دی کہ ایسا حکم آنے والا ہے۔ قاضیؒ صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کر کے عدالت کی مہر لگانے کا حکم سے پہلے تمام کاروائی مکمل ہو جائے اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کاروائی کے دوران ہی خلیفہ کا حکم آ گیا۔ قاضیؒ صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کر لوں پھر فرمان پڑھوں گا خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا امیر المومنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتی کہ تمام کاروائی باضابطہ پوری کر دی۔ اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا اور میرے سامنے سب کاروائی کی ہے میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا قاضیؒ صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہہ دینا مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ ملازم نے سب حال خلیفہ کو جا کر سنایا مگر خلیفہ بجائے ناراض ہونے کے قاضیؒ صاحب کی جرأت اور انصاف پسندی کے فیصلے سے خوش ہوئے اور

صاحب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درہم روانہ کرو۔ اس صورتحال کی زبیدہ کو خبر ہوئی تو وہ اور بھی مشتعل ہوگئی اور کہنے لگی کہ اگر تم قاضی حفص کو برطرف نہیں کرتے تو میرا بھی تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہارون الرشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو سمجھنے پر مجبور تھے اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جس طرح اسی قسم کے واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہہ دیا تھا کہ اے جان جہاں میں نے تجھ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں۔ ہارون نے ایسی ہی بات زبیدہ خاتون سے کہہ دی۔ جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہوگیا۔ اسی ہارون الرشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسفؒ نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہوگئے تھے۔ خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کردی تھی۔ اس کی سخت بے عزتی ہوئی۔ وزیر نے خلیفہ سے جا کر شکایت کی۔ خلیفہ نے قاضیؒ سے دریافت کیا اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دے دیا؟ قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”میں خلیفہ کا غلام ہوں“ غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز باجماعت کا تارک ہے۔ خلیفہ یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

(ہفت روزہ القلم یکم جولائی ۲۰۰۵)

ٹی وی، دیکھنے کا عبرتناک انجام

رمضان المبارک کی بات ہے کہ افطار سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کیلئے تیاری میں مدد کرو، بیٹی نے جواب دیا، امی مجھے تو ٹی وی پروگرام دیکھنا ہے، وہ دیکھ لوں تو پھر کام کروں گی یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی، کمرے میں ٹی وی رکھی تھی۔ اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ کہیں مجھے زبردستی کام کیلئے اٹھا کر نہ لیجائے، دروازہ بھی بند کر لیا، ادھر ماں بیٹی کو آوازیں دیتی رہیں۔ بیٹی نے ایک نہ سنی کافی وقت گذر گیا۔ گھر میں سب مرد بھی آ گئے، افطاری ہوگئی لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز نہ آئی دل ڈر گیا، اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا، انہوں نے دروازہ توڑا، اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکی زمین پر اوندھے منہ پڑی ہوئی ہے، ہلا کر دیکھا تو مر چکی تھی۔ اب حالت یہ ہوئی کہ لڑکی زمین کے ساتھ چمٹی ہوئی

تھی، اٹھانے سے اٹھتی نہ تھی، اسکو اٹھا اٹھا کر تھک گئے اب حیران ہیں کہ کیا کریں، کسی کے ذہن میں اچانک یہ بات آئی کہ ٹی وی اٹھاتے ہیں اس نے اٹھ کر ٹی وی اٹھائی تو لڑکی اٹھ گئی اب یہ ہوا کہ اگر ٹی وی اٹھاتے ہیں تو لڑکی اٹھتی ہے۔ ورنہ اکیلی لڑکی کو اٹھانا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ آخر انہوں نے لڑکی کی ساتھ ٹی وی کو اٹھایا، اور اسکو نیچے لائے جب غسل دیکر کفنانے کے بعد جنازہ کیا تو پھر حیرتناک بات پیش آئی کہ، چارپائی ٹس سے مس نہیں ہوتی یعنی ٹی وی کے بغیر صرف جنازہ اٹھایا نہیں جا سکتا تھا، بالآخر ٹی وی کو بھی جنازہ کے ساتھ قبرستان لے گئے، اور لڑکی کو قبر میں دفن کر کے ٹی وی کو اٹھا کر گھر لانے لگے تو میت قبر سے باہر آپڑی، ایسا کئی بار ہوا کہ دفن کر کے ٹی وی لے کر روانہ ہوتے ہیں، تو میت باہر آجاتی ہے، حتیٰ کہ آخر میں ٹی وی کو بھی لڑکی کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا اب میت باہر نہیں آئی۔ اب قبر میں جو حشر ہوا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ (رسالہ ختم نبوت شمارہ ۸)

دلیر چرواہا

ہشام بن عبدالملک خاندان بنو امیہ کا دسواں خلیفہ تھا اس نے ۱۰۵ ہجری سے ۱۲۵ ہجری تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اپنی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ وہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک ہرن پر پڑی، ہشام نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ اتفاقاً اس ہرن نے ایک عرب چرواہے کے جھونپڑے کے قریب پناہ لی۔ جو جنگل میں بکریاں چرا رہا تھا۔ ہشام نے دور سے اس کو للکار کر کہا۔ او چرواہے اس ہرن کو پکڑ لے اور میرے پاس لے آ۔ چرواہے نے جو اپنے خیال میں ایک ٹیلے پر سر جھکائے بیٹھا تھا ہشام کی آواز سنی تو سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا تو کون ہے جو ایسی بدتمیزی سے بات کرتے ہو۔ تو شریفوں کی عادت سے ناواقف معلوم ہوتا ہے تو نے مجھ کو ذلیل سمجھ کر بڑے غرور سے مجھ پر حکم چلایا ہے۔ اس طرح شور مچانا تو ظالموں کا کام ہے۔ ہشام کو اس کا جواب سن کر سخت غصہ آیا اور اس نے کہا اے بدبخت تو جانتا نہیں میں کون ہوں؟ چرواہے نے کہا میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تیری تعلیم و تربیت اچھی نہیں تو کبھی شریف اور نیک آدمیوں کے پاس نہیں بیٹھا کیونکہ تو نے بغیر سلام کے گفتگو شروع کر دی اور گفتگو بھی ایسی جس سے غرور کی بو آتی ہے۔ ہشام نے کہا۔ اے

بدقسمت! میں ہشام بن عبدالملک ہوں۔ چرواہے نے بے خوفی سے جواب دیا۔ اللہ کرے تیرے گھر سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں دور رہیں اور تو نیکی اور بھلائی کی صورت نہ دیکھے کیونکہ تو بڑا باتونی ہے اور دوسرے لوگوں کی عزت تیری نظر میں کچھ نہیں ہے۔ ابھی چرواہے نے اپنا جواب ختم نہیں کیا تھا۔ کہ ہشام کے سپاہی گھوڑے دوڑاتے اس کے پاس آپہنچے اور جھک جھک کر اس کو سلام کرنے لگے۔ ہشام نے ان کو حکم دیا کہ اس چرواہے کو گرفتار کرلو۔ یہ حکم دے کر ہشام تو اپنے محل کی طرف چلا گیا اور سپاہیوں نے اس چراوہے کو گرفتار کرلیا ہشام نے محل میں پہنچتے ہی حکم دیا کہ اس چرواہے کو میرے سامنے پیش کرو سپاہی اس کو دھکے مارتے ہوئے لے چلے خلیفہ تک پہنچنے میں اسکو بہت سے بڑے بڑے کمروں اور دالانوں سے گزرنا پڑا جن میں سینکڑوں سپاہی اور دربان پہرہ دے رہے تھے ان کو دیکھ کر چرواہے کو ذرا بھی خوف محسوس نہ ہوا اور وہ ہشام کے سامنے پہنچ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ ایک غلام نے جو خلیفہ کے پیچھے کھڑا تھا کڑک کر اس سے کہا۔ او ذلیل آدمی۔ ! تو نے امیرالمومنین کو سلام کیوں نہیں کیا؟ چرواہے نے غصہ کی نظر میں غلام کی طرف دیکھا اور کہا او گدھے تو دیکھتا نہیں کہ راستے کی دوری اور تھکن کی وجہ سے میرا کیا حال ہے اسی لئے تو مجھے سلام کرنے کا ہوش نہیں رہا۔ ہشام نے غلام اور چراوہے کی گفتگو سنی تو اسکا غصہ اور بھڑک اٹھا اور اس نے گرج کر کہا۔ او بدنصیب چرواہے! تیری موت کا پیغام آپہنچا ہے جلد ہی تیری زندگی ختم ہونے والی ہے چرواہے نے کہا! اگر میری زندگی باقی ہے تو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور نہ تمہارے ہاتھ سے مجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ایک غلام نے کہا او چرواہے تیری یہ مجال کہ امیرالمومنین کے سامنے ایسی گستاخی سے بات کرے؟ چرواہے نے کہا او بے حیا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر شخص اللہ کے سامنے اپنی جان کے بارے میں بحث کرے گا جب بندوں کو اللہ کے سامنے بحث کرنے کی اجازت ہے تو پھر ہشام کی کیا حقیقت ہے کہ اس کے سامنے کوئی بات بھی نہ کر سکے ہشام نے گفتگو سن کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اس نے جلاد سے للکار کر کہا۔ اس چرواہے کا سر فوراً اڑا دے اس کم بخت نے سخت گستاخی کی باتیں کی ہیں۔ جلاد نے چمڑے کا ایک چوکور ٹکڑا زمین پر بچھا دیا اور چرواہے کو اس پر بٹھا کر چاہا کہ تلوار کا وار کر کے اس کی گردن اڑا دے پھر کچھ سوچ کر اپنا ہاتھ روک لیا اور کہا۔ امیرالمومنین یہ شخص اپنے جرم کی سزا میں مارا جا رہا ہے اس کے قتل

کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ ہشام نے کہا ہاں ہاں تم پر اس کے قتل کا کچھ الزام نہیں ہے تو اپنا کام کر دو۔ ابھی ہشام نے اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ چرواہے نے بے اختیار ایک قہقہہ مارا۔ ہشام نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ او چرواہے! موت تیرے سر پر کھڑی ہے اور تو قہقہے لگا رہا ہے آخر بات کیا ہے؟ چرواہے نے جواب دیا اگر میری زندگی ابھی باقی ہے تو مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ بات یہ ہے کہ اس وقت مجھے کچھ شعر یاد آ گئے ان کا خیال کر کے مجھے ہنسی آ گئی اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ اب میری موت ٹل نہیں سکتی تو اس سے پہلے کہ زبان ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائے یہ شعر مجھ سے سنو۔ ہشام نے کہا جو کچھ کہنا ہے جلد کہہ لے کیونکہ اب زیادہ مہلت نہیں ہے چرواہے نے چند شعر دردناک آواز میں پڑھے ان کا مضمون یہ تھا کہ ایک باز نے ایک مولے کو پکڑ لیا اور اس کو دبوچے ہوئے ہوا میں اُڑنے لگا مولے نے نہایت عاجزی سے کہا۔ اے زور اور طاقت والے باز تو نے مجھ کو پکڑ لیا ہے اور میں تیرے پنجوں میں بالکل بے بس ہوں مگر میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں مجھے امید ہے کہ تو اس کا جواب ضرور دے گا وہ بات یہ ہے کہ اگر تو مجھ جیسے چھوٹے اور کمزور جانور کو کھا جائے کہ تیری بھوک مٹ جائے گی باز مولے کی یہ بات سن کر شرمندہ ہوا اور اس نے فوراً اسکو چھوڑ دیا۔ ہشام نے یہ شعر سنے تو وہ مسکرایا اور اس نے کہا خدا کی قسم اگر یہ چرواہا یہ شعر مجھ کو میرے سامنے آتے ہی سناتا تو حکومت کے سوا وہ جو چیز مانگتا میں اسکو دیتا یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ اس چرواہے کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے پھر اس کو اور بہت سا انعام دیا اور اجازت دی کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ (کتاب دلیر چرواہا ص:۱۳۴۸)

امام ابو یوسف کی وسعت قلبی

ابراہیم بن الجراح کہا کرتے تھے کہ جب میں نے تحصیل علم کی غرض سے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوا کہ بصرہ جا کر میں کس کے حلقہ درس میں شریک ہو کر استفادہ کروں تو امام ابو یوسفؒ بڑی شفقت سے پیش آئے اور ارشاد فرمایا! حماد بن زیدؒ بہت بڑے عالم ہیں ان کا تلمذ اختیار کر لو۔ ابراہیم بن الجراحؒ کہتے ہیں چنانچہ میں بصرہ آیا اور حماد بن زیدؒ کی مجلس درس میں باقاعدگی سے حاضری دینے لگا مگر خدا کی قسم! مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ جب

بھی حمادؒ کی مجلس میں امام ابو یوسفؒ کا ذکر ہوتا تھا تو نہایت ہی ناشائستہ اور اہانت آمیز الفاظ کے ساتھ میں دل ہی دل میں کڑھا کرتا تھا آخر میں کر بھی کیا سکتا تھا۔۔۔؟ ایک روز حسب معمول میں حمادؒ کے درس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے حمادؒ سے استدعا کی کہ مجھے ایک دستاویز لکھ دیں حماد بن زیدؒ جو ہمہ تن تدریس اور افادہ علم میں مشغول تھے عورت کی یہ استدعا سن کر کشمکش میں پڑ گئے نہ تو اس عورت کو انکار کر کے اس کا دل توڑنا چاہتے تھے اور نہ طلبہ حدیث سے جو حاضر مجلس تھے بے توجہ ہونا چاہتے تھے ابراہیم بن الجراحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حمادؒ کی اس ذہنی کشمکش کا اندازہ کر لیا اور ان کی خدمت میں عرض ہوا کہ حضرت! عورت سے کہئے کاغذ مجھے دے دے میں اسے لکھ دیتا ہوں اور آپ اپنے درس میں مشغول رہئے عورت نے کاغذ مجھے دے دیا اور میں دستاویز لکھنے لگا مجھے مصروف دیکھ کر حمادؒ درس حدیث سے رک گئے کہ میں محروم نہ رہ جاؤں میں نے عرض کیا حضرت! درس روکنے کی ضرورت نہیں میں اپنے کام میں مشغول ہوں آپ اپنا کام جاری رکھیئے چنانچہ انہوں نے پھر درس حدیث شروع کر دیا جب میں نے دستاویز لکھ لی اور ملاحظہ کیلئے حضرت حمادؒ کی خدمت میں پیش کر دی تو انہوں نے اسے پڑھا۔ بہت پسند کی اور خوش ہوئے اور مجھ سے پوچھا ابراہیم تم نے یہ علم کس سے سیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت! اس شخص سے سیکھا ہے جس کا ذکر آپ کی مجلس میں ہمیشہ برے الفاظ میں ہوتا ہے۔ میں ان سے رخصت ہو کر جب بصرہ تحصیل علم کی غرض سے آنے لگا تو میں نے ان کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوا کہ میں بصرہ جا کر کس کے حلقہ درس میں شریک ہو کر استفادہ علم کروں اور بصرہ میں کس کو اپنا استاد علم بناؤں تو انہوں نے مجھے تاکید کی کہ آپ کے سوا کسی اور کے دامن علم سے وابستہ نہ ہوں حمادؒ یہ سن کر ششدر رہ گئے اور مجھ سے پوچھا لیکن کون ہے وہ شخص؟ میں نے جواب دیا وہ ابو یوسف ہے نام سنتے ہی حماد پر ندامت کے آثار طاری ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے جب بھی امام ابو یوسف کا ذکر کیا تو ذکر خیر کے سوا کچھ نہ تھا۔

(علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات ص: ۹۵ تا ۹۷)

قبول اسلام سے اخلاقی تبدیلی۔

علامہ حلبیؒ نے سیرۃ حلبیہ میں حضرت خوات بن جبیرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن وہ چند عورتوں کے پاس گزرے ان عورتوں کے حسن نے دل موہ لیا ان کے پاس بیٹھنے کیلئے یہ بہانا تراشا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا ہے میرے ساتھ تم رسی بٹ دو اس بہانہ سے حضرت خوات بن جبیرؓ ان عورتوں کے پاس بیٹھ گئے اتفاقاً ادھر سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا آپ ﷺ حقیقت حال سمجھ گئے لیکن خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گئے بعد میں جب حضرت خوات بن جبیرؓ اسلام لائے تو سرور دو عالم ﷺ نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا: "ما فعل بعيرك الشادر ؟" آپ کے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ حضرت خوات بن جبیرؓ آپ ﷺ کی تعریض سمجھ گئے اور بڑا خوبصورت جواب دیا کہا یا رسول اللہ "قیدہ الاسلام" یعنی یا رسول اللہ اس کو تو اسلام نے باندھ لیا اندازہ لگائے کہ اسلام کی آمد سے زندگی کی اخلاقی قدریں کس طرح بدلیں۔

(سیرۃ حلبیہ ج:۲ص:۱۴۷)

جامع مسجد قرطبہ

مسجد (جامع مسجد قرطبہ) کھلی تو ہم دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ اس میں داخل ہوئے، دنیا کی اس عظیم اور تاریخی مسجد کے خوشنما ستون جو بوسیدگی کے باوجود آج بھی بڑے دلکش معلوم ہوتے ہیں دور تک پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن پورے ہال میں تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ اس مسجد کی چھت میں ۳۶۰ طاق اس ترتیب سے بنائے گئے تھے کہ سورج اپنے سال بھر کی گردش میں ہر روز ایک طاق میں داخل ہوتا تھا۔ رات کے وقت مسجد میں ۲۸۰ فانوس روشن ہوتے تھے جن کے روشن پیالوں کی کل تعداد ۷ ہزار ۴ سو ۲۵ تھی۔ مسجد میں جلنے والی شمعوں اور چراغوں میں سالانہ ۳۱۴ من کے قریب تیل خرچ ہوتا تھا سال بھر میں ساڑھے تین من موم اور ساڑھے چونتیس سیر سوت بتیاں بنانے میں صرف ہوتا تھا۔ ہر جمعہ کو مسجد میں آدھا سیر عود اور پاؤ بھر عنبر جلایا جاتا تھا۔ لیکن یہ مسجد آج دن کے وقت بھی تاریک نظر آ رہی تھی۔ کافی فاصلوں پر کچھ بجلی کے بلب جل رہے تھے۔ مگر وہ اندھیرا

دور کرنے کیلئے کافی تھے مسجد پر کفر وشرک کے تسلط سے جو تاریک سائے صدیوں سے مسلط ہیں۔ یہ اندھیرا ان کی محسوس نمائندگی کر رہا ہے۔ (دنیا میرے آگے ص:۴۴)

خوش فہمی سے شرمندگی تک

احمد بن علی شکل وصورت سے کریہ المنظر تھے۔ ایک مرتبہ کسی بازار سے گزرے تھے کہ کسی خوبصورت ظریف الطبع عورت نے ہوس بھری نگاہ ان پر ڈالی اور پھر کنکھیوں سے اشارہ کر کے چل پڑی احمد بھی عورت کے تعاقب میں چل دیا، وہ جب اپنے گھر داخل ہونے لگی تو ہاتھ کے اشارے سے احمد کو اندر بلایا، یہ گئے، عورت اپنی چاندی بچی کو بلا کر اس سے کہنے لگی۔ اگر آئندہ تو نے بستر پر پیشاب کیا تو میں ان بڑے میاں کو گھر چھوڑ دوں گی یہ تجھے کھا جائے گا۔ اپنی بچی کو ڈرانے کے لئے احمد کو اپنے گھر لانے والی عورت پھر احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی۔ اللہ ہمارے بڑے میاں بڑھائے رکھیں اور ان کی عزت قائم ودائم رکھیں عورت سے اپنے حق میں یہ طنزیہ دعائیہ جملے سننے کے بعد احمد اجنبی عورت کے گھر میں جتنی غلط فہمی سے داخل ہوئے تھے اتنی ہی شرمندگی سے نکلے۔

(بغیۃ الوعاۃ جلد:ا ص:۳۳۸)

جسد اطہر ﷺ کو نکالنے کی مکروہ سازش

تاریخ کی متعدد کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جن دنوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظرے ہو رہے تھے ہر ایک فریق نے اپنے مذہب کی برتری کے لئے طرح طرح کے عقلی و کتابی دلائل پیش کئے اس وقت عیسائیوں نے یہ خطرناک مکروفریب کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو قبر مبارک سے نکال کر یورپ لایا جائے تو اس سے مسلمانوں کا مذہب اسلام کمزور پڑ جائے گا اور عیسائیت مضبوط ہو جائے گی اس کام کے لئے دو عیسائیوں کو تیار کیا ان کو بے شمار اکرام وانعام کا مژدہ سنایا اور ساتھ ساتھ عیسائیت کی خدمت کے صلے میں ثواب کی خوشخبری بھی سنادی۔ ان کو باقاعدہ ٹریننگ دی گئی اور اس منحوس کام کے طریقے اور حیلے سکھائے گئے وہ مدینہ منورہ میں بارلیش جبوں اور تسبیحات کے ساتھ آئے اور حجرہ عائشہؓ کے ساتھ متصل ایک چھوٹی گلی کے درمیان میں تھی، ایک مکان کرایہ پر لے لیا اور ہر وقت ذکر اذکار

میں لگے رہتے تھے، رات کو مکان میں سرنگ کھودنا شروع کرتے تھے۔ سرنگ کے منہ پر بڑا تختہ ڈال کر رکھ دیتے تھے کہ اگر کوئی مکان کے اندر آئے تو اس کو پتہ نہ چلے اور سرنگ نظر نہ آئے اس سرنگ کی کھدائی سے جو مٹی نکلتی تھی وہ چند بیگوں میں رات کو جا کر دور پھینکتے تھے، ان کو یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ اس کام میں جلدی نہ کرو ہر رات دو تین فٹ کھدائی کرو۔ یہ خبیث گلی سے آگے نکل کر حجرہ عائشہؓ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ "واللہ یعصمک من الناس" ظہور پذیر ہوا اور عین وقت مصر کے ایک دین دار بادشاہ نورالدین زنگی جن کی حکومت حرمین شریفین تک تھی یعنی یہ سارا علاقہ ان کے زیر نگین تھا۔ نیک خدا رسیدہ بادشاہ کو رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دکھائے بادشاہ نے چہرے خواب میں دیکھے اور بادشاہ نے چہرے اچھی طرح ذہن نشین کر لیے۔ بادشاہ عالم بھی تھا ان کو وہ حدیث یاد تھی کہ۔ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بصورتی

ترجمہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس اس نے تحقیق مجھے ہی کو دیکھا کیوں کہ شیطان رسول ﷺ کی شکل وصورت میں متجسد نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ نے اسی وقت ایک عقلمند وزیر کو بلایا اور مشورہ کر کے وہاں پہنچنے پر غور کیا عقلمند وزیر نے ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعے مدینہ پہنچنے کا مشورہ دیا۔ (یاد رہے کہ اس زمانے میں ایک شہر سے دوسرے شہر ڈاک گھوڑوں کے ذریعے جاتی تھی۔ ہر بارہ میل کے بعد وہاں گھوڑا موجود تھا، سرکاری گھوڑا بمعہ سوار) بادشاہ صبح روانہ ہوا بارہ میل کے بعد دوسرا گھوڑا لیا پھر تیسرا جو تھا مدینہ تک۔ ان ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعے جلد مدینہ منورہ پہنچ گیا، پہنچتے ہی پولیس کے ذریعے شہر سے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی اور اعلان کیا کہ جتنے بالغ مرد ہیں قطار میں آ کر بادشاہ سے کچھ نقد انعام وصول کریں، انعام کا سن کر کوئی غیر حاضری نہ کرے۔ بادشاہ ہر ایک کو انعام دیتے وقت ہر آدمی کے چہرے کو غور سے دیکھتے تا کہ وہ چہرے جو خواب میں رسول ﷺ نے دکھائے تھے وہ پہچانیں۔ لیکن وہ چہرے نظر نہیں آئے بادشاہ نے پولیس والوں سے پوچھا کہ سارے بالغ اس قطار میں گزر گئے یا کوئی باقی رہ گیا ہے پولیس والوں نے بتایا کہ کوئی باقی نہیں الا دو بزرگ جو ہر وقت ذکر و اذکار میں منہمک رہتے ہیں ہم نے ان بزرگوں کو آپ کے پاس آنے کو کہا مگر انہوں نے عذر کیا کہ ہمارے وظائف میں خلل پڑتا ہے وہ کسی سے بات نہیں کرتے

ہر وقت ذکر کرتے ہیں بادشاہ نے کہا میں ان کے پاس چلتا ہوں جب بادشاہ قریب پہنچا تو انہوں نے اپنے چہرے جبوں میں چھپا لیئے ان کو خطرہ محسوس ہوا کہ شاید ہمارا راز پاش ہوا ہے۔ پولیس والوں نے کہا کہ بادشاہ قریب کھڑا ہے ان سے ملیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ ان کو زبردستی اٹھا کر ان کے چہرے مجھے دکھاؤ۔ جب پولیس والوں نے زبردستی ان کو اٹھا کر ان کے چہرے بادشاہ کو دکھائے بادشاہ نے زور سے کہا کہ بخدا یہی چہرے تھے۔ جو رسول ﷺ نے مجھے خواب میں دکھائے تھے۔ کہ مجھے ان کتوں سے محفوظ کرلو۔ ان کو گرفتار کر کے ان کے مکان کی تلاشی لی گئی مکان میں تختے کے نیچے سرنگ جب نظر آئی تو بادشاہ سمجھ گیا کہ ان ظالموں کے کیا ارادے تھے۔ ان عیسائیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ اب ہماری سزا سوائے قتل کے اور ہلکی نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ سرنگ رسول ﷺ تک قریب پہنچ گئی تھی۔ اب تو یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی تھی کہ وہ رسول ﷺ کے جسد اطہر کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ۔

﴿وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك ويمكرون ويمكر الله﴾

ترجمہ۔ اور جس وقت فریب کرتے تھے۔ تا کہ قید کریں آپ کو یا قتل کریں یا نکال دیں اور وہ داؤ کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا تھا۔ اگرچہ اس نکالنے سے مراد جلا وطن کرنا ہے کہ مکہ سے نکال کر کسی دوسرے وطن لے جائیں لیکن جسد اطہر کو قبر سے نکالنے کو بھی من وجہ شامل ہے جب یہ عیسائی اپنی زندگی سے قطعاً مایوس ہو گئے تو اعتراف جرم کر لیا اور کہا کہ عیسائیت کی ترقی کیلئے ہم نے یہ قربانی دی۔ اس کے بعد قاضی صاحبان نے یہ سوال اٹھایا کہ ان عیسائیوں نے گناہ کا ارادہ کیا تھا ابھی اس پر عمل نہیں کیا تھا۔ لہذا ان کو سزا قتل نہیں ہونی چاہئے البتہ قید کر لیں۔ بادشاہ نے کہا کوئی عالم جو قتل کے جواز کی دلیل ہمیں بتا دے اگرچہ اشارۃً ہو تو ایک حافظ قرآن نے یہ آیات پڑھ لی۔ ﴿ألا تقاتلون قوما نكثوا أيمانهم وهموا بإخراج الرسول وهم بدءوكم أول مرة﴾

ترجمہ۔ کیا تم نہیں لڑتے ہو ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسموں کو اور قصد کریں رسول ﷺ کو نکالنے کا اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی ہے تم سے۔ بادشاہ نے کہا کہ بس میرے لیے یہ کافی ہے اور بسم اللہ پڑھ کر دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد انہی بادشاہ نے حجرہ عائشہؓ کے اردگرد روضے کی

بنیاد ڈالی بنیاد اتنی گہری بنوائی کہ پانی تک پہنچا دیا اور اس میں سیسہ بھر دیا تا کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ اب نجدیوں سے کوئی پوچھے کہ اس روضہ کی ضرورت تھی یا نہیں؟ تم دوسرے گنبدوں اور قبوں پر روضۂ رسول اللہ ﷺ کا قیاس کرتے ہو جو تمہاری نادانی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

(حرارات ص ۸۳)

ستائیس دن میں حفظ قرآن!

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (صدر وفاق المدارس العربیہ) کو اللہ جل شانہ نے حافظ کی غیر معمولی قوت سے نوازا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے حافظہ کے واقعات سن کر قرون اولیٰ کے محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے یہ واقعہ بہت سوں کے لئے باعث تعجب ہوگا کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں پورا قرآن نہ صرف یاد کیا بلکہ یاد کرنے کے ساتھ ساتھ تراویح میں بھی سنا دیتا تھا طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند سے رمضان کی تعطیلات میں گھر آئے خیال ہوا کہ چھٹیوں کے اس وقفہ میں قرآن شریف کا کچھ حصہ یاد کروں رمضان سر پر تھا۔ مشورہ یہ ہوا کہ روزانہ ربع پارہ یاد کر کے تراویح میں سنایا جائے اس طرح رمضان کی تراویح بھی ہوتی رہیں گی اور آپ سات آٹھ پارے بھی یاد کرلیں گے۔ مولانا کو شاید خود بھی اپنے حافظہ کی قوت کا اس وقت اندازہ نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے روزانہ چوتھائی پارہ یاد کرنے کا ارادہ کر کے حفظ قرآن کا آغاز کیا لیکن جب یاد کرنے بیٹھے تو روزانہ ربع پارہ کے بجائے ایک پارہ ڈیڑھ پارہ یاد کر لیتے اور رات کو تراویح میں سناتے رہتے اُدھر ستائیسویں شب آپہنچی اور ادھر آپ نے حفظ قرآن مکمل کر کے اس رات آخری پارہ بھی سنا دیا۔ علاقے کے حفاظ کو جب یہ اطلاع ملی تو بہت سوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن ایک واقعہ جو وجود میں آچکا تھا اس سے انکار کیسے ممکن تھا۔

(متاع وقت اور کاروان علم ص:۲۹۴)

ایفائے عہد

حضرت عبداللہ بن ابی الحماءؓ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے کوئی

چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی میں نے حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ پھر میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں (امام ابوداؤدؒ نے اس کو روایت کیا) اس واقعہ میں حضور ﷺ کی تواضع اور ایفائے عہد کی انتہا ہے۔ (اسوہ رسول اکرم ص:۵۹)

حضرت موسیٰ کا جنت میں رفیق

حضرت موسیٰؑ نے دربار خداوندی میں دعا کی الٰہی مجھے اس شخص سے ملا جو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں بازار میں جاؤ وہاں ایک قصاب اس حلیہ کا ہے وہ جنت میں تمہارا رفیق ہوگا۔ پس موسیٰؑ اس دوکان کی طرف گئے، اور مغرب کے وقت تک وہاں کھڑے رہے۔ اس وقت قصاب نے گوشت کا ایک ٹکڑا زنبیل میں ڈال دیا اور گھر جانے لگا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کیا تم کسی مسلمان کو ساتھ رکھ سکتے ہو اس نے کہا ہاں! پس آپؑ اس کے ساتھ اس کے گھر گئے اس نے گوشت پکایا اور گھر میں زنبیل نکالی اس میں ایک بہت ضعیف بڑھیا کبوتر کے بچے کی طرح تھی۔ اس نے نکالا اور چمچہ میں شوربا لے کر اس کو خوب کھلایا پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئی اور اس کے کپڑے دھوئے اور خشک کر کے اسے پہنائے اور پھر اسی زنبیل میں رکھ دیا بڑھیا نے ہونٹوں میں کچھ دعا دی۔

موسیٰؑ نے فرمایا میں نے اس کے ہونٹوں کو دیکھا کہتی تھی الٰہی میرے بیٹے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں رفیق بنا۔ پھر اس نے زنبیل کو پکڑا اور میخ پر لٹکا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا یہ میری والدہ ہے بیچاری ضعیف ہو گئی ہے اٹھ بیٹھ نہیں سکتی موسیٰؑ نے فرمایا مبارک ہو کہ میں موسیٰ ہوں اور تو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اللہ نے اپنے اسمائے پاک اور افضل المخلوقات محمد مصطفیٰ ﷺ کی طفیل سے ہم پر جنت کا راستہ آسان کر دیا۔

(والدین کے حقوق ص:۳۰)

نعمت کا شکر

محمود غزنویؒ جو مشہور بادشاہ گذرے ہیں ان کا ایک غلام جس کا نام ایاز تھا، ایاز فہم و فراست کا مالک تھا محمود غزنوی نے جب ایاز کے اندر صلاحیت دیکھی تو ان کو آہستہ آہستہ اپنے قریب کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان کو اپنا مشیر بنالیا یہ حالت دیکھ کر دوسرے وزراء کے دل میں ایاز کے بارے میں حسد پیدا ہونے لگا۔ اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ محمود غزنویؒ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ ایاز کی فہم و فراست عقل و تدبر کے مالک ہونے کو وزراء پر ظاہر کیا جائے چنانچہ انہوں نے ایک دعوت تیار کروائی اس میں سب وزراء اور ارکان سلطنت کو مدعو کیا، دعوت کے بعد خزانہ کا دروازہ کھولدیا گیا اور حکم ہوا کہ آج شاہی خزانے میں سے جس کا دل جو چاہے اٹھالے اور وہ اسی کا ہوگا یہ اعلان سنتے ہی سب وزرا اٹھے اور اپنی اپنی پسند کی چیزیں ہیرے موتی جواہرات میں سے انتخاب کر لئے پھر واپس نشست گاہ میں آ کر بیٹھ گئے ایاز اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا وزراء کو خیال ہوا کہ دیکھو کیسا بے وقوف ہے جب شاہی اعلان تھا اس کو بھی اٹھ کر کچھ لینا چاہیئے تھا اس نے لیا نہیں اپنا نقصان کیا تو محمود غزنویؒ نے ایاز کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ ایاز کیا بات ہے آپ نے خزانے میں سے کچھ نہیں لیا؟ تو ایاز نے کہا بادشاہ سلامت جو کچھ بچ جائے گا وہ میرا ہو جائے گا؟ فرمایا ہاں بھئی بالکل وہ آپ ہی کا ہوگا۔ تو ایاز اپنی جگہ سے اٹھے اور جا کر بادشاہ کے کندے پر ہاتھ رکھ دیا کہ میں نے ان کو اپنے انتخاب میں لایا جب بادشاہ میرا ہوگا تو پوری سلطنت میری ہوگی اس پر تمام وزراء ششدر رہ گئے واقعی یہ تو بڑا عقلمند ہے بادشاہ جس کا ہو جائے تمام سلطنت ہی اسی کی ہے سب نے اعتراف کیا کہ واقعی ایاز مشیر بنائے جانے کے قابل ہے۔

(سبق آموز واقعات ص: ۶۵)

بشر حافی کے پہلو میں قبر

ابو سعد صوفی فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر بن زہراء صوفی نے اپنی حیات ہی میں اپنے لئے ایک قبر بشر حافی کے پہلو میں بنوائی تھی اور ہر ہفتہ اس قبر میں داخل ہوتے اور پورا قرآن ختم فرماتے۔ اور اسی میں سوئے رہتے۔ ادھر خطیب بغدادیؒ نے وصیت کی تھی کہ مجھے بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ ان

کی وفات پر بہت سے علماء شیخ ابوبکر ابن زہراء کے پاس گئے اور ان کی اس قبر کی فرمائش خطیب بغدادی کیلئے کی جو انہوں نے بشر حافی کے پہلو میں اپنے لئے بنا رکھی تھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کسی طرح قبر دینے پر راضی نہ ہوئے۔ لوگ شیخ ابوسعد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے اس بارے میں سفارش چاہی۔ وہ خود شیخ ابوبکر بن زہراء کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ قبر دے دیں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بشر حافی زندہ ہوتے اور آپ ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور اچانک مجلس میں خطیب بغدادی آجاتے تو کیا آپ وہی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ اور خطیب جیسے شخص کو اپنے سے دور گری ہوئی جگہ بیٹھا دیکھتے ہوئے چپ بیٹھے رہتے۔ فرمایا ہرگز نہیں بلکہ میں خود اٹھ جاتا اور خطیب کو بشر کے پہلو میں جگہ دیتا۔ فرمایا کہ اس وقت کیلئے بھی تو میں یہی کہتا ہوں۔ شیخ ابن زہراء نے قبر دے دی اور خطیب حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(مشاہیر امت ص:۷۵ از قاری محمد طیب صاحب)

علم الانساب میں کلبی کی مہارت

ابونصر محمد بن السائب الکلبی۔ قصص قرآن۔ عام تفسیر اور علم الانساب میں امام گزرے ہیں سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق ان کے تلمیذ ہیں۔ حدثنا ابونصر سے مراد ان کے نزدیک کلبی ہی ہوتے ہیں۔ نسب کے متعلق ان کی معلومات نہایت ہی وسیع تھیں۔ خود ہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کوفہ میں ضرار بن عطارد کے پاس چلا گیا دیکھا کہ ان کے پاس ایک شخص بیٹھا ہے جس کو میں بجز اس کے اور کیا کہوں کہ گویا ایک لمبا چوہا ہے کہ بل کھا رہا ہے (اور وہ فرزدق مشہور شاعر تھا جس کو میں نہ جانتا تھا) ضرار نے مجھے آنکھ کے اشارے سے کہا کہ اس سے (فرزدق سے) اس کا نام ونسب پوچھ۔ میں نے کہا آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس (فرزدق) نے کہا آپ ہی بتلایئے آپ بڑے نساب مشہور ہیں۔ میں بنی تمیم کا ایک شخص ہوں۔ میں نے بنی تمیم کا نسب نامہ پڑھنا شروع کیا جب میں پڑھتے پڑھتے غالب کے نام پر پہنچا جو فرزدق کے باپ کا نام تھا اور پھر میں نے کہا کہ غالب سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام ہمام تھا (یہ فرزدق کا نام تھا) تو فرزدق ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم میرے والدین نے میرا نام

ہمام نہیں رکھا نہ کوئی ساعت دن کی ایسی آئی کہ میرا یہ نام ہو۔ میں یعنی محمد بن سائب نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس دن کو بھی جانتا ہوں جس میں تیرا نام فرزدق رکھا گیا ہے اس نے کہا وہ کونسا دن ہے۔ میں نے کہا کہ جس دن تیرے باپ نے تجھے ایک کام کیلئے بھیجا تھا اور تیرے دوش پر ایک لمبی آستینوں کا جبہ تھا اس بے ہیئت جبہ کو دیکھ کر تیرے باپ نے کہا تھا۔ كانك فرزدق دهكان قرية قد سماها بالجبل فرزدق نے کہا واللہ سچ کہتے ہو۔

(مشاہیر امت ص:۴۹۔۵۰)

شجاعت اور بہادری کا ایک عجیب قصہ

افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان جو والی کابل تھے، ان کے دادا امیر دوست محمد خان گزرے ہیں، ان کے زمانے کا یہ قصہ ہے کہ جب وہ افغانستان کے حاکم اور والی تھے، انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو ولی عہد بنایا، اس کے کچھ عرصہ کے بعد افغانستان پر دشمن نے حملہ کر دیا، امیر دوست محمد خان نے دشمن سے لڑنے کیلئے اور ان کو شکست دینے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، اور اس لشکر کا امیر اپنے اس بیٹے کو بنایا، اور اس سے کہا کہ تم جا کر دشمن کی سرکوبی کرو اور اس کو بھگا دو، اور ہمارے ملک کے جتنے حصے پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ وہ اس سے آزاد کراؤ۔ چنانچہ وہ شہزادہ دشمن کے مقابلے کیلئے روانہ ہو گیا اور دشمن پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا، لیکن امیر دوست محمد کو یہ اطلاع ملی کہ شہزادے کو شکست ہو گئی ہے اور دشمن سے ڈر کر واپس آرہا ہے۔ اس اطلاع سے امیر دوست محمد کو بہت رنج ہوا اور غم ہوا اور افسوس ہوا، اور گھر کے اندر جا کر یہ خبر شہزادے کی والدہ کو سنائی کہ شہزادہ بہت بزدل اور کمزور نکلا، اس کو شکست ہو گئی ہے، اب میدان جنگ سے بھاگ کر واپس آرہا ہے حالانکہ یہ اس کی بہادری اور دلیری کی عمر ہے، شجاعت اور دلیری دکھانے کا وقت ہے مگر یہ بزدل نکلا، دوسری طرف میں نے ولی عہد بھی بنا دیا ہے، اب لوگ کہیں گے کہ تم نے کیسے نالائق اور بزدل کو ولی عہد بنایا جو دشمن کی سرکوبی نہیں کر سکتا، اس لئے مجھے شدید غم اور افسوس ہو رہا ہے۔ شہزادے کی والدہ نے جب یہ خبر سنی تو فوراً کہا کہ یہ خبر غلط ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شہزادہ شکست کھا جائے۔ امیر نے کہا کہ میرے پاس سی آئی ڈی کی اطلاع ہے، میرے پاس باقاعدہ یقینی خبر آئی ہے

کہ وہ شکست کھا چکا ہے، اور تم گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر یہ کہہ رہی ہو کہ یہ خبر غلط ہے۔ جب کچھ دیر گزری تو شہزادہ کے واپس پہنچنے سے پہلے دوسری خبر یہ آگئی کہ شہزادہ دشمن کو شکست دے کر فتح یاب ہو کر واپس آ رہا ہے۔ وہ بادشاہ جلدی سے گھر گیا اور اس کی ماں سے جا کر کہا کہ ابھی دوسری خبر یہ آئی ہے کہ اس نے شکست نہیں کھائی اور پہلی خبر غلط تھی۔ بلکہ وہ دشمن کو شکست دے کر اور اس کو بھگا کر فتح یاب ہو کر واپس آ رہا ہے۔ لیکن تم نے گھر کے اندر بیٹھ کر اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ دیا تھا کہ اس کی شکست کی خبر غلط ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شکست کھا جائے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ شہزادے کی ماں نے کہا وہ بات بتانے کی تو نہیں، لیکن آپ اصرار کر رہے ہیں تو بتا دیتی ہوں، کہ بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت یہ شہزادہ میرے پیٹ میں تھا، اسی وقت میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ حرام تو حرام، میں کوئی مشتبہ لقمہ بھی اپنے حلق سے نیچے نہیں اتاروں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حرام اور مشتبہ کے اثر سے یہ شہزادہ بزدل پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ حرام غذا سے انسان کا دل کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ اور حلال غذا سے دل دلیر اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ اور میں آخر تک اسی پر کاربند رہی اور اس کا اہتمام کیا۔ جب یہ پیدا ہو گیا تو اس کے بعد بھی میں نے دو باتوں کا اہتمام کیا، ایک یہ کہ میں نے کبھی ناپاکی کی حالت میں اس کو دودھ نہیں پلایا، بلکہ جب بھی دودھ پلایا تو باوضو ہو کر پلایا، اور سورۃ یٰسین شریف پڑھتے ہوئے دودھ پلایا، اور اس کے دودھ پینے کے زمانے میں بھی میں نے اپنے حلق کو حرام اور مشتبہ غذا سے بچایا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حرام غذا میرے پیٹ میں جائے اور اس غذا سے دودھ بنے، اور وہ دودھ اس بچے کے پیٹ میں جائے، اور جس سے اسکی اندرونی صلاحیتیں اور طاقتیں خراب ہو جائیں اور اس کا دل کمزور ہو جائے۔ چونکہ میں نے اس بات کا اہتمام کیا تھا، اسلئے مجھے اس کا پورا یقین تھا کہ یہ شہزادہ بزدل نہیں ہو سکتا، اور جب یہ دشمن سے لڑنے کیلئے گیا ہے تو یقیناً یہ فتح یاب ہو کر آئے گا، اس لئے میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ خبر یقیناً غلط ہے۔

(وعظ حرام روزی کی نحوستیں ص: ۱۳۲ از تقی عثمانی)

بچھو سانپ اور اللہ کی قدرت

امام رازیؒ نے ربّ العٰلمین کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصریؒ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن کپڑے دھونے کے لئے دریائے نیل کے کنارے تشریف لے گئے، یکایک انہیں ایک

موٹا تازہ بچھو دکھائی دیا، جو ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ کنارے پر پہنچا تو پانی میں سے ایک کچھوا نکلا، اور سطح پر تیرنے لگا۔ بچھو نے جب اسے دیکھا تو وہ کود کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ کچھوا اسے لے کر دوسرے کنارے کی طرف چلا۔ حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں تہبند باندھ کر دریا میں اتر گیا اور دونوں کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ دریا کے اس پار پہنچ گئے، یہاں پہنچ کر بچھو کچھوے کی پیٹھ پر سے اترا اور خشکی پر چڑھ گیا۔ میں بھی دریا سے نکل کر اس کے پیچھے ہو لیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ایک درخت کی چھاؤں میں ایک نوخیز لڑکا گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ بچھو دوسری طرف سے اس نوجوان کو کاٹنے آیا ہے، ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک زہریلا سانپ دکھائی دیا، جو پھن پھیلا کر لڑکے کی طرف بڑھ رہا تھا، لیکن ابھی وہ لڑکے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ بچھو آگے بڑھا، اور سانپ کے سر سے چمٹ کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں سانپ مر گیا، اور بچھو واپس کنارے کی طرف لوٹا، وہاں کچھوا اس کا منتظر تھا، اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر وہ دوبارہ اس پار جا پہنچا، میں یہ عجیب ماجرا دیکھ کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

یا راقدا والجلیل یحفظه
من کل سوء یکون فی القلم
کیف تنام العین عن ملك
تاتیه منك فوائد النعم

میری آواز سن کر نوجوان جاگ اٹھا، میں نے اسے تمام قصہ سنایا۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے اپنی لہو و لعب کی زندگی سے توبہ کی، اور تمام عمر سیاحت میں بسر کر دی۔

(تفسیر کبیر و تاریخ الیافعی)

مثالی حاکم

حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک شخص کو موضع کتبرا کا عامل بنا دیا مگر دیہات میں اتنا کام نہیں ہوتا۔ اس لئے آپؓ نے فرمایا کہ دوپہر کو میرے پاس آ جایا کرو یعنی اس وقت آپؓ عراق میں امیر المومنین

کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے تاکہ اپنے عاملوں اور رعایا کی خبر گیری کر سکیں بہر حال وہ عامل دوپہر کو حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؓ نے ایک تھیلی منگوائی جس پر مہر لگی ہوئی تھی عامل سمجھا شاید امیر المومنین نے میرے پاس کوئی امانت رکھنی ہے اور مجھے بہت بڑا امین سمجھا ہے لیکن جب حضرت علیؓ نے اس تھیلی کو کھولا تو عامل یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس میں تھوڑے سے ستو تھے جو حضرت علیؓ نے پانی میں حل کیے اور کچھ اس عامل کو دے دیے اور کچھ خود استعمال کیے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ عامل بے چین ہو گیا کہ عراق میں انواع واقسام کے کل اور اعلیٰ درجہ کے کھانے موجود ہیں اور حضرت علی اس علاقے کے حاکم بھی ہیں جتنی اچھی سے اچھی غذا کھا سکتے ہیں پھر یہ ستو ہی کیوں اور وہ بھی مدینہ سے آئے ہوئے؟ جب اس نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے جواب دیا میں اپنے نفس کے تابع نہیں ہونا چاہتا اور مکروہ غذا کو جزو بدن بنانا نہیں چاہتا۔ اس لیے محکوموں سے کھانا نہیں کھاتا بلکہ اپنے گھر سے منگوا کر کھاتا ہوں۔

(الدعوۃ الی اللہ ج:۲ شمارہ نمبر۲)

امام ابو یوسفؒ نے ہارون رشید کے خلاف فیصلہ دیا

امام ابو یوسفؒ نے ایک فیصلہ ہارون رشید کے خلاف بھی دیا تھا۔ مگر اس میں ان سے ذرا سی غلطی ہو گئی تھی جس کا ان کو زندگی بھر افسوس رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ سواد عراق کے ایک بوڑھے نے ہارون رشید کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ فلاں باغ میرا ہے لیکن خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ اتفاق سے یہ مقدمہ اس روز پیش ہوا جس روز خود ہارون رشید فیصلے کے لئے بیٹھا تھا۔ قاضی ابو یوسفؒ فریقین کے بیانات اور ان کے دعوے ہارون رشید کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ جب اس مقدمہ کی باری آئی تو انہوں نے خلیفہ کے سامنے اس کو پیش کیا اور کہا کہ آپ کے اوپر دعویٰ ہے کہ آپ نے فلاں آدمی کا باغ زبردستی لے لیا ہے، مدعی یہاں موجود ہے، حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔ بوڑھا سامنے آیا تو قاضی ابو یوسفؒ نے پوچھا بڑے میاں آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے باغ پر امیر المومنین نے ناحق قبضہ کر لیا ہے جس کے خلاف دادرسی چاہتا ہوں۔ قاضی نے سوال کیا اس وقت وہ باغ کس کے قبضہ اور نگرانی میں ہے؟ بولا

امیر المومنین کے ذاتی قبضہ میں ہے۔ اب قاضی ابو یوسفؒ نے ہارون رشید سے کہا میرے قبضہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں اس شخص کا حق ہو، نہ خود باغ ہی میں اس کا کوئی حق ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مدعی سے پوچھا کہ تمہارے دعوے کے ثبوت کیلئے کوئی دلیل بھی ہے؟ کہا ہاں خود امیر المومنین سے قسم لے لی جائے۔ ہارون رشید نے قسم کھا کر کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھے عطا کیا تھا، میں اس کا مالک ہوں۔ بوڑھے نے یہ سنا تو اس کو بہت غصہ آیا اور یہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل گیا کہ جس طرح کوئی شخص آسانی سے ستو گھول کر پی جائے، اسی طرح اس شخص نے آسانی سے قسم کھا لی اے ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ سنکر ہارون رشید کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ یحیٰ برمکیؒ نے ہارون کو خوش کرنے کے لئے امام یوسفؒ سے مخاطب ہو کر کہا آپ نے دیکھا اس عدل واحسان کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے؟ امام ابو یوسفؒ نے اس کی تحسین کی اور کہا مگر انصاف کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ مذکورہ بالا معاملہ میں امام ابو یوسفؒ نے انصاف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، مگر پھر بھی آخر وقت تک ان کو جب اس واقعہ کا خیال آجاتا تو فرماتے تھے میں اپنے اندر سخت کوفت، اذیت، رنج محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ میں نے انصاف میں جو کوتاہی کی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا جواب دوں گا، لوگوں نے پوچھا آپ نے انصاف میں کیا کوتاہی کی، اور آپ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے کہ ایک معمولی کسان کے مقابلہ میں وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کو قسم کھانے پر مجبور کر دیا؟ فرمایا تم لوگوں نے نہیں سمجھا کہ مجھے کس خیال سے تکلیف ہوتی ہے، پھر افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ مجھے تکلیف اور کڑھن اس کی ہے کہ میں ہارون رشید سے یہ نہ کہہ سکا کہ آپ کرسی سے اتر جائیے جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہیں ایک فریق کی حیثیت سے آپ بھی کھڑے ہو جائیے یا پھر اجازت دیجئے کہ اس کیلئے بھی کرسی لائی جائے۔

(علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات)

امام احمد حنبلؒ کی کرامت

جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامہ کا ازار بند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا، فَنَزَلَ سِرْوَالُ اِلٰی عَانَتِہٖ پس پاجامہ آپ کے پیروں تک اتر گیا اور آپ ڈرنے لگے کہ نیچے گر جائے گا پس

آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ پس پاجامہ بہت تیزی سے اٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود باندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔ میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے صدقہ سے جس سے عرش اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِیْ سِتْرًا۔

اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیجئے۔ پس فوراً دعا قبول ہوگئی۔

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ کو خواب میں دیکھا میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ قَالَ غَفَرَلِیْ۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور فرمایا یَا اَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِیَّ اے احمد کیا میرے راستہ میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے رب۔ فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لئے مباح کر دیا۔ حضرت امام شافعیؒ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کو کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجئے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی پس امام احمد نے وہ قمیص بھجوا دی ”فَغَسَلَهُ الشَّافِعِیُّ وَ شَرِبَ مَاءَهُ“ پس امام شافعیؒ نے اس قمیص کو دھو کر اس کا پانی پی لیا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وَ هٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِهِ یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے۔ کیونکہ امام شافعی امام احمد کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گذر رہا تھا اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوگئے اَسْلَمَ یَوْمَ وَفَاتِهٖ عِشْرُوْنَ اَلْفًا۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

(کشکول معرفت ص:۲۷۴)

آئے تھے ان کو ڈھونڈنے خود بھی بے خبر ہو گئے

عبید بن عمیر مشہور تابعی گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فصیح زبان دی تھی، ان کی مجلس میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیٹھا کرتے تھے اور ان کے دل پر اثر کرنے والی گفتگو سے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ایک جوان عورت تھی، شادی شدہ تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی حسن سے نوازا تھا، یہ حسن بھی عجیب چیز ہے، بڑے بڑے بہادر پہلوان اور سورما اس کے ایک انداز غلط نگاہ کے وار سے ڈھیر ہو کر بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، وہ بہادر جو کسی کے وارے میں نہ آتا ہو، بسا اوقات حسن کی ایک بھولی نظر سے اس کے قلب وجگر کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے، یہ خاتون ایک دن آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی، شوہر سے کہنے لگی "کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو یہ چہرہ دیکھے اور اس پر فریفتہ نہ ہو" شوہر نے کہا "ہاں ایک شخص ہے" کہنے لگی "کون"؟ کہا "عبید بن عمیر" اسے شرارت سوجھی، کہنے لگی "آپ مجھے اجازت دیں، میں ابھی انھیں اسیر محبت بنائے دیتی ہوں" شوہر نے کہا "اجازت ہے" وہ عبید بن عمیر کے پاس آئی، کہا "مجھے آپ سے تنہائی میں ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے" چنانچہ عبید بن عمیر مسجد حرام کے ایک گوشے میں اس کے ساتھ الگ کھڑے ہو گئے تو اس نے اپنے چہرے سے حجاب سرکایا اور اس کا چاند سا چہرہ قیامت ڈھانے لگا، عبید نے اسے بے پردہ دیکھ کر فرمایا "خدا کی بندی! اللہ سے ڈر" کہنے لگی "میں آپ پر فریفتہ ہو گئی ہوں، آپ میرے متعلق غور کر لیں" دعوت گناہ کی طرف اشارہ تھا، عبید بن عمیر اس کے جھانسے میں آنے والے کب تھے، ان کی حالت تو کہہ رہی تھی،

اے بادِ بہاری! مت چھیڑ ہمیں، لگ رہ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں، ہم بے زار بیٹھے ہیں

عبید نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے چند سوالات پوچھتا ہوں، اگر تو نے صحیح اور درست جوابات دیئے تو میں تیری دعوت پر غور کر سکتا ہوں، اس نے حامی بھری، فرمایا "موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آجائے اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا"؟ کہنے لگی "ہرگز نہیں" فرمایا "جواب درست" فرمایا "لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جا رہے ہوں اور تجھے اپنے اعمال نامہ کے متعلق معلوم نہ ہو کہ

دائیں ہاتھ میں ملے گا کہ بائیں میں، اس وقت تجھے یہ گناہ اچھے لگے گا''؟ کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا'' جواب درست'' فرمایا'' پل صراط کو عبور کرتے ہوئے اس گناہ کی خواہش ہوگی؟'' کہنے لگی'' ہرگز نہیں'' فرمایا'' جواب درست'' فرمایا'' اللہ کے سامنے اپنے اعمال کے سوال وجواب کیلئے جس وقت تو کھڑی ہو اس وقت اس گناہ میں تجھے رغبت ہوگی''؟ کہنے لگی'' ہرگز نہیں'' فرمایا'' جواب درست'' اس کے بعد اس کو مخاطب کرکے کہا'' اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر، اللہ نے تجھ پر انعام واحسان کیا ہے، اس کی نافرمانی نہ کر'' چنانچہ وہ گھر لوٹیں تو اس کے دل کی کائنات بدل چکی تھی، دنیوی لذتیں اور شوخیاں اسکو بے حقیقت معلوم ہونے لگیں، شوہر نے پوچھا'' کیا ہوا؟'' کہنے لگی'' مرد اگر عبادت کرسکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کرسکتی، ہم کیوں پیچھے رہیں'' اور اس کے بعد نماز روزہ اور عبادت میں منہمک ہوکر ایک عابدہ اور پرہیزگار خاتون بن گئی۔ اس کا آزاد منش شوہر اس کی حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا'' مجھے عبید بن عمیر کے پاس شرارت کیلئے بیوی بھیجنے کا کس نے مشورہ دیا تھا، اس نے تو میری بیوی بگاڑ کر رکھ دی، پہلے ہماری ہر رات شب زفاف تھی، اب اس کی ہر شب، شب عبادت بن گئی ہے، وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہوکر راہبہ بن چکی ہے''

واقعتاً مرد مومن کی نگاہ ایمان افروز سے بسا اوقات دل کی دنیا میں انقلاب آجاتا ہے اور عقل وخرد کی شوخی ومستی جلوہ ایمان کے سامنے دم توڑنے لگتی ہے۔

جلووں نے اہل ہوش کو کیسے شکست فاش دیئے
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے، خود سے بھی بے خبر گئے۔

(کتابوں کی درسگاہ میں ص: ۵۹۔۶۰)

ذہانت

ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید اپنے سپاہیوں سے بچھڑ گئے۔ ایک قبیلے سے اس کا گزر ہوا۔ وہاں ان کی نظر ایک کم سن لڑکے پر پڑی، جو کھڑا ہوا ایک مشکیزہ بھر رہا تھا اور چیخ رہا تھا: ''ابا جان! جلدی آیئے، مشکیزے کا منہ بند کردیجئے۔ مجھ سے اس کا منہ بند نہیں ہو رہا، اس کے منہ نے مجھے عاجز کرکے رکھ دیا۔''

مامون الرشید اتنی کم عمری میں اتنی فصاحت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور لڑکے سے پوچھا: "جیتے رہو بیٹے! تم کون ہو؟" اس لڑکے نے اپنا نام بتایا اور مامون الرشید سے پوچھنے لگا: "یہ بتایئے آپ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "اولادِ آدم سے ہوں۔" اس لڑکے نے کہا: "آپ نے سچ کہا، مگر اولادِ آدم میں آپ کا تعلق کس سے ہے۔" انہوں نے کہا: "سب سے بہتر قوم سے۔" لڑکے نے کہا: "تو اس کا مطلب ہے کہ آپ عرب قوم سے ہیں، مگر عرب کے کس قبیلے سے تعلق ہے؟" انہوں نے کہا: "سب سے بہتر قبیلے سے۔" لڑکا بولا اچھا تو پھر قبیلہ مضر سے ہیں۔ مگر قبیلہ مضر کی کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے؟" خلیفہ مامون نے کہا: "سب سے بہتر شاخ سے۔" لڑکا چونک کر بولا: "قسم خدا کی پھر تو آپ بنی ہاشم سے ہیں، مگر بنی ہاشم میں سے آپ کا کس گھرانے سے تعلق ہے؟" خلیفہ نے کہا: "میں وہ ہوں کہ جس پر بنی ہاشم کے لوگ رشک کرتے ہیں۔" یہ سنتے ہی وہ لڑکا تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور بولا: "اے امیر المومنین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!" مامون الرشید کہتے ہیں: "قسم خدا کی میں اس کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا اور اس سے کہا: "تمہیں کیا پسند ہے۔۔ تمہیں فوری طور پر سو درہم دیے جائیں یا پھر بعد میں ہزار درہم دیے جائیں۔" لڑکا بولا: "میں آج کو کل پر نہیں ٹالتا۔" یعنی جو چیز فوری مل رہی ہو، اس کو بعد میں ملنے والی چیز کیلئے نہیں چھوڑتا۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ گھر سے ایک بوڑھا سوار ہوا، خلیفہ نے اس سے بات کر کے لڑکے کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے کہا: "میں ایک بوڑھا اور کمزور آدمی ہوں۔۔۔ اور مجھ جیسی اس کی بوڑھی ماں بھی ہے۔ ہمارا اس کے سوا اور کوئی سہارا نہیں۔ ہمیں اس سے محروم مت کیجئے۔" میں نے اسے سو دینار دیے اور وہاں سے چل دیا۔

(ہفت روزہ بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۶۱)

خوفناک سزا

ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا، لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اب اس کی باتوں میں کسی کی غیبت شروع ہو گئی، چنانچہ میں اس مجلس سے اٹھ کر باہر چلا گیا، اس لئے کہ اگر کسی محفل میں غیبت ہو رہی ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اس کو روکے اور اگر

روکنے کی طاقت نہ ہو تو کم از کم اس گفتگو میں شریک نہ ہو بلکہ اٹھ کر چلا جائے۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہو گیا ہوگا۔ اس لئے دوبارہ اس مجلس میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں، پھر غیبت شروع ہوئی۔ میں نے دوبارہ اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن میری ہمت کمزور پڑ گئی اور غیبت سنتا رہا۔ جب اس مجلس سے گھر آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی دیکھا، وہ ایک بڑے طشت میں میرے پاس خنزیر کا گوشت لے آیا اور کہا: ''یہ خنزیر کا گوشت ہے اور تمہیں یہ کھانا ہوگا''۔ میں نے انکار کیا۔ پھر اس نے زبردستی اس گوشت کے ٹکڑے میرے منہ میں ٹھونسے، یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی۔ پھر شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب بیدار ہونے کے بعد میں کھانا کھایا تو خواب والے گوشت کا خراب اور بدبودار ذائقہ منہ میں آ رہا تھا اور وہ ذائقہ مجھے کھانے میں محسوس ہو رہا تھا۔ ایک مہینے تک میرا یہ حال رہا، یعنی خنزیر کے گوشت کا ذائقہ محسوس کرتا رہا۔ اس واقعے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذرا سی دیر جو میں نے مجلس میں غیبت سنی تھی یہ اس کا وبال ہے۔ قارئین! یہ واقعہ مشہور تابعی ربیع رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو سنایا تھا۔ ہمیں چاہئے کہ غیبت کرنے اور سننے سے خود کو پوری طرح بچائیں کیونکہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔ (ایضاً)

وقت کی قدر

ایک مرتبہ کسی نامہ نگار نے ایڈیسن سے پوچھا: ''مسٹر ایڈیسن، اگر تمہیں اپنی جائے پیدائش کے انتخاب کا موقع دیا جائے تو تم کون سی جگہ جانا پسند کرتے؟'' اس نے فوراً جواب دیا: ''سیارہ مریخ'' ''اس کی وجہ بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے؟'' نامہ نگار نے سوال کیا: ''اس لئے کہ مریخ کا دن ہمارے دن سے چالیس منٹ بڑا ہوتا ہے۔'' ایڈیسن نے جواب دیا۔ (جنگ سنڈے میگزین)

خوشی

ایک لڑکی کی شادی ہوگئی۔ رخصت سے پہلے اس کی سہیلیوں نے اسے خوب بنایا سنوارا، زیور پہنایا، پھر بولیں: ''تم کس قدر خوب صورت لگ رہی ہو۔'' یہ سن کر وہ رونے لگی، سہیلیاں حیران

ہوئیں۔۔۔۔ کہ ہماری اس بات پر وہ رونا کیسا۔ دلہن بولی: "تمہاری تعریف سے بھلا میں کیسے خوش ہو جاؤں۔۔۔۔ میرے شوہر مجھے دیکھ کر اگر خوش ہوگئے تب مجھے خوشی ہوگی، فیصلہ تو ان کی نظر پر ہے نہ کہ تمہاری نظر پر۔" اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے شاہ عبدالغنیؒ رونے لگے اور فرمایا: "میدان حشر میں اگر اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوگئے تو ہماری خوشی اس وقت اصل خوشی ہوگی۔۔۔۔ آج مخلوق تعریف کرتی ہے تو اس سے ہمیں کیا حاصل۔۔۔۔ فیصلہ تو حق تعالیٰ کی نظر پر ہے۔۔۔۔ اگر آقا ناراض ہو تو غلام کی پھر کیا قیمت ہے۔

عجیب وغریب گھر

امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں نے اپنے بندے کے پیٹ میں ایک گھر بنایا ہے۔ اس کی زمین معرفت ہے، اس کا آسمان ایمان ہے، اس کا آفتاب شوق ہے اور اس کا چاند محبت ہے۔ اس کی مٹی ہمت ہے، اس کی گرج خوف ہے اور اس کی بجلی امید ہے۔ اس کا بادل فضل ہے، اس کی بارش رحمت ہے، اس کا درخت وفا ہے اور اس کا پھل حکمت ہے۔ اس کا دن فراست ہے اور یہی اس کی روشنی ہے۔ اس کی رات معصیت (برائی) ہے اور یہی اس کی تاریکی ہے۔ اس میں ایک دروازہ علم کا ہے۔ اور ایک دروازہ حلم (برداشت) کا ہے۔ ایک دروازہ یقین کا ہے اور ایک غیرت کا۔ اس میں ایک ستون انس (محبت) کا ہے اور ایک ستون توکل (بھروسہ) کا ایک ستون یقین کا ہے اور ایک ستون صدیق (سچائی) کا اس میں فکر کا تالا لگا ہوا ہے اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ (نزہۃ المجالس ج:۱، ص:۱۰۷)

رقیق القلب سلطان

سلطان صلاح الدین ایوبی بڑے شریف النفس، رقیق القلب اور دردمند انسان تھے۔ ظلم کو برداشت نہ کر سکتے اور کسی آفت زدہ کمزور مخلوق کی تکلیف کی تاب نہ لا سکتے۔ ابن شداد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی بڑھیا ان کے پاس آئی۔ وہ سینہ پیٹتی تھی اور برابر روئے جا رہی تھی، سلطان نے سبب پوچھا کہا کہ میری چھوٹی سی بچی کو ڈاکو خیمہ سے اٹھا لے گئے، مجھے روتے ساری رات ہوگئی۔ سلطان کے

ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ سلطان شفیق و مہربان آدمی ہیں ہم تمہیں ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں تم ان سے فریاد کرنا انہوں نے مجھے آپکی خدمت میں پہنچا دیا۔ اب میں اپنی بچی آپ ہی سے لوں گی۔ سلطان کو اسکی حالت پر بڑا ترس آیا۔ اسکی آنکھیں پرآب ہوگئیں۔ اسی وقت ایک شخص کو لشکر کے بازار میں بھیجا کہ تحقیق کرے کہ کس نے اسکی لڑکی کو خریدا۔ جس نے اسے خریدا ہوا اس کو قیمت دے کر اور بچی کو لے کر آئے۔ تھوڑی دیر میں وہ بچی کو کاندھے پر لئے ہوئے نظر آیا۔ بڑھیا زمین پر گر گئی اور اپنی پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک اپنی (مغربی) زبان میں کچھ کہتی رہی۔ پھر خوشی خوشی اپنی بچی کو لے کر چلی گئی۔

(ماہنامہ صدائے اسلام شوال ۱۳۹۹ھ)

سنت کی تابعداری

اسی طرح ابونعیم اور حافظ ابن مندہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جثامہ بن مساق کنانیؓ کو حضرت عمرؓ نے ہرقل شاہ روم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا وہ ہرقل کے دربار کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بے خیالی میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میرے نیچے کیا چیز ہے؟ اچانک میں نے دیکھا کہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوں جب میری نظر اس پر پڑی تو میں اتر گیا ہرقل یہ دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ ہم نے (اس کرسی پر بٹھا کر) تمہارا اعزاز کیا تھا اور تم کیوں اتر گئے؟۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اس جیسی کرسی سے منع فرماتے تھے۔

(کنز العمال: ۱۵/۷)

قصہ اسود راعی رضی اللہ عنہ

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کبھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی، لیکن نبی کریم ﷺ کی بشارت کے مطابق وہ سیدھے جنت میں پہنچے ان کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ وہ خیبر کے ایک چرواہے تھے اور اجرت پر بکریاں چراتے تھے جب آنحضرت ﷺ نے خیبر کا محاصرہ فرمایا تو ایک دن انہوں نے قلعہ والوں سے جنگی تیاریوں کا سبب پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ایک مدعی نبوت سے مقابلہ ہے۔ انکے دل میں خیال ہوا کہ ان سے ملنا چاہیے چنانچہ وہ ایک دن

بکریاں چرانے کیلئے قلعے سے باہر نکلے سامنے نبی کریم ﷺ کا لشکر فروش تھا سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں، آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ فرمایا، انکے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی، انہوں نے پوچھا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو صلہ کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت! انہوں نے کہا کہ میں سیاہ فام اور بدشکل ہوں اور میرے جسم سے بدبو آرہی ہے کیا پھر بھی اسلام لانے سے میں جنت کا مستحق ہو جاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تمہیں حسن عطا فرمادے گا اور تمہارے جسم کی بدبو خوشبو سے تبدیل ہو جائے گی،، یہ سُن کر اسود راعیؓ اسلام لے آئے اور عرض کیا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہے، ان کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو قلعے کی طرف ہنکادو، چنانچہ انہوں نے بکریاں قلعے کی طرف ہنکا دی، اور وہ سب قلعے میں چلی گئیں، اس کے بعد اسود راعیؓ جہاد خیبر میں شریک ہوئے جنگ کے بعد جب شہداء آنحضرت ﷺ کے سامنے لائے گئے تو ان میں اسود راعیؓ کی لاش بھی تھی، آنحضرت ﷺ نے انہیں تھوڑی دیر کیلئے منہ پھیر لیا، صحابہؓ نے وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ اس وقت جنت کی حوروں کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے کو حسین بنا دیا ہے۔ اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے، صحابہ کرامؓ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ جنتی ہے جس نے اللہ کیلئے کوئی نماز نہیں پڑھی، لیکن سیدھا جنت میں پہنچا ہے۔ (فضائل ایمان ص:۱۲۹)

ایمی سے آمنہ تک

ایمی جو کہ اب مسلمان ہو کر آمنہ کہلاتی ہے بیس سال کی باشعور لڑکی ہے امریکہ کینوک واش میں پیدا ہوئی ۱۹۹۸ میں گنزگا یونیورسٹی میں پولیٹکس میں ماسٹر پروگرام کیلئے داخل ہوئی تھی۔ یہاں اس نے اپنے ماسٹر پروگرام کے دوران اسلامی تعلیمات میں دلچسپی لینا شروع کی۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن لندن کے ٹرپ سے چھ ماہ بعد گھر آئی۔ تو میرے اندر ایک بے چینی سی تھی۔ یہ ۲۰۰۱ء کی بات ہے۔ جب پینٹاگون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسلام کیا ہے۔ مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا ہے چنانچہ میری تشنگی مجھے انٹرنیٹ پر لے گئی۔ اور میں نے اسلامی

تعلیمات کی ویب سائٹس تلاش کرنے لگی۔ اگلے سال انٹرنیٹ سے مجھے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ پڑھنے کو ملا۔ تو اسے پڑھا اور سمجھا تو میری زندگی میں ایک انقلاب سا برپا ہو گیا۔ میں جب بھی اسے پڑھتی تو ایسا لگتا کہ اتنا خوبصورت کلام پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ یہ قرآن اب بھی میرے پاس موجود اور محفوظ ہے۔ اس وقت مجھے ۱۱ ستمبر کے حوالے سے اسلام و مسلمانوں کے خلاف بے شمار منفی باتیں مل رہی تھیں۔ مختلف کوارٹرز اور میڈیا سے مجھے اسلام و مسلمانوں کے حوالے سے بڑی عجیب باتیں سننے کو ملے۔ جس سے اسلام میں میری دلچسپی مزید بڑھی۔ مئی ۲۰۰۲ کو میں جب گریجوایشن سے فارغ ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی اور مضمون میری دلچسپی کا مرکز نہیں بن رہا۔ میں جتنا اسلام کے موضوع سے آنکھیں چراتی یہ میری شعور میں موجود رہتا۔ میں سچ مچ اسلامی تعلیمات اور اس کی پیش کردہ سماجی زندگی سے بے حد متاثر ہو چکی تھی۔ میں اسلام سے اس قدر متاثر ہوئی۔ کہ آہستہ آہستہ یہ میرے یقین کی پختگی میں شامل ہو گیا۔ جب میں نے محسوس کیا۔ کہ یہ مذہب تو اب ساری زندگی مجھ پر اثر رکھے گا اس طرح اسلام کی حقانیت میرا ایمان بن گیا۔ مسلمان ہو گئی تھی۔ ہاں لاشعوری طور پر مسلمان بن گئی تھی۔ پھر یہ ہوا کہ میں نے شعوری طور پر اسلام قبول کر لیا۔

(ہفت روزہ ''اھلحدیث'' ج:۵۳ شمارہ/۲۳)

فائدہ: نائن الیون کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے کا ایک خطرناک پروپیگنڈہ کیا گیا ہے اکثر امریکی پالیسوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بش انتظامیہ نے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے زہر افشانی کی کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن دلچسپ اور توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب کسی نے ابھرنا ہوتا ہے۔ تو اسی کو دبایا جاتا ہے۔ قدرت نے بحر تلاطم کے تھپیڑوں سے سیپ کے موتی کو چمکانا ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ نائن الیون ۲۰۰۱ کے بعد دنیا ان محرکات سے بھی پہلو تہی نہیں کر سکی جو اسلام کی بلندی و دیگر مذاھب میں اسلام کی انفرادی جاہ وحشمت کا باعث بن گئے۔ خصوصاً عیسائی قوم نے خود اسلام کا تعارف حاصل کیا اور اسلام یورپ و امریکہ میں پھیلنے لگا۔ جس کی واضح دلیل آمنہ کا قبول اسلام ہے۔ (از مرتب)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی استقامت

یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی اس لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ روم کے بادشاہ قیصر نے اپنے سپاہیوں سے یہ پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ مسلمان کو دیکھیں تو دھوکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس زندہ لائیں۔ چنانچہ رومی سپاہیوں نے دھوکہ سے چند مسلمانوں کو گرفتار کرلیا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی تھے۔ مسلمان قیدیوں کو بادشاہ کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے حضرت حذافہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں اگر اس کو قبول کرے گا۔ تو تجھے رہا کر دوں گا۔ اور تجھے خوب نوازوں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ تو عیسائی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے بڑے استغنائی اور وقار کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات مجھ سے بہت بعید ہے کہ تیری بات مان لوں ہزار مرتبہ مرجانا مجھے عیسائی بننے سے زیادہ محبوب ہے۔ قیصر نے کہا۔ دیکھو سنو مجھے آپ بڑے سمجھدار آدمی لگ رہے ہیں۔ اگر میری دعوت قبول کرلوگے تو میں تجھے بادشاہت میں شریک کرلوں گا۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کا زیور پہنے ہوئے حضرت حذیفہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا خدا کی قسم! تم اپنی ساری بادشاہت اور عرب کی ساری بادشاہت دیدو اور مجھ سے یہ امید رکھو کہ میں حضرت محمد ﷺ کے دین سے ایک پلک جھپکنے کی مقدار پھر جاؤں تو مجھے یہ بھی گوارا نہیں۔ بادشا ہ نے کہا: پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: شوق سے بادشاہ نے حضرت عبداللہ کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیدیا جلاد نے پہلے ان کے ہاتھوں کے قریب تیر کا نشانہ لیا اور نصرانیت پیش کی لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے انکار کر دیا بادشاہ نے کہا کہ اب اس کے پاؤں کے قریب کا نشانہ لو اور حضرت حذیفہ کو دین اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی مگر انہوں نے پھر انکار کر دیا، قیصر کو حضرت عبداللہ بن حذافہ کو دین اسلام سے پھیرنے کی ایک نئی ترکیب سوجھی اس نے ایک بہت بڑی دیگ منگائی اور تیل ڈال کر آگ پر گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب تیل ابلنے لگا تو ایک مسلمان قیدی کو اس ابلتے ہوئے تیل میں پھنکوا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کا سارا گوشت جل کر راکھ ہو گیا۔ اور ہڈیاں صاف نظر آنے لگیں اب بادشاہ پھر اس کامل الایمان

صحابی کی طرف متوجہ ہوا اور نصرانیت کی دعوت دی مگر اب حضرت عبداللہ بن حذافہ نے پہلے سے بھی زیادہ سختی سے انکار کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ جب بادشاہ ہر طرح سے مایوس ہو گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا جب انہیں دیگ کے قریب لے گئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے بادشاہ نے جب یہ منظر دیکھا تو خوش فہمی میں پھر نصرانیت کی دعوت دی اور اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا بادشاہ نے دریافت کیا۔ کہ پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن حذافہ نے جو ایمان افروز جواب دیا ہے تاریخ کے امانت دار سینے نے ہمارے لئے محفوظ کر لیا ہے۔ فرمایا: جب میرے دل میں خیال آیا کہ آج تو اکیلا اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تیری روح نکل جائے گی کاش! میرے بدن کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور آج ان سب کو اللہ کے راستے میں اس دیگ کی نذر کیا جاتا تو اس حسرت پر مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔ اللہ اکبر! کوئی لالچ اور خوف اس بطل جلیل کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا۔ تم میرے سر کو بوسہ دیدو میں تمہیں چھوڑ دوں گا فرمانے لگا صرف مجھے نہیں میرے ساتھیوں کو بھی شاہ روم نے کہا: ٹھیک ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آ کر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کو بوسہ دیا۔ (فضائل ایمان:۹۵)

حسن سلوک

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ رات قیام کیا دوسرے دن صبح دہلی کے بازار میں کچھ چیزیں فروخت کرتا ہوا دیکھا گیا۔ کوتوال کو شبہ ہوا کہ یہ چیزیں چوری کی ہیں اس نے اسکو گرفتار کر لیا پوچھنے پر پتہ چلا کہ رات اس نے حضرت خواجہ نظام الدین کے ہاں قیام کیا تھا۔ کوتوال نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان چیزوں کی شناخت کرائی جائے۔ حضرت نے چور کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ بھائی تم خود ہی بتاؤ کہ یہ چیزیں چوری کی ہیں۔ یا تمہاری؟ چور خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ نظام الدین خالی ہاتھ آیا اور خالی

ہاتھ ہی جائے گا۔ بھلا وہ ان چیزوں کی کیا شناخت کرے گا۔ جس کو اپنی شناخت سے فرصت نہیں۔ اگر اس نے چوری کی ہے تو خدا اس کو بخش دے اگر اس نے چوری نہیں کی تو اس کو چھوڑ دیا جائے پولیس آفسر نے خیال کیا کہ زیر حراست آدمی بے گناہ ہے، اس نے اس کو چھوڑ دیا حضرت محبوب الٰہی نے چور سے فرمایا کہ بھائی تم ہماری چوری کے الزام میں گرفتار کیے گئے، تمہیں تکلیف ہوئی، مجھے معاف کر دو۔ ہمارے مہمان ہو خدا معلوم تم نے ابھی تک کھانا کھایا ہے کہ نہیں آپ نے چور کے لئے کھانا اور پھل منگوا کر کھلایا۔ اس کے بعد اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ چور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ حضور یہ جاننے کے باوجود کہ میں چور ہوں، یہ چیزیں میں نے آپ کی چرائی ہیں۔ آپ نے میرے قصور کو بغیر میری درخواست کے معاف کر دیا اور میری پردہ پوشی کی مجھ پر مہربانی فرمائی۔ میں آپ کے اس حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے عظیم روحانی پیشوا ہیں جس مذہب کے پیشوا اتنے اچھے ہوں۔ وہ مذہب کتنا عظیم ہوگا۔ میں اسلام کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کرتا ہوں۔ اسکے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا، ایسا حسن سلوک میرے مذہب کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

(سنڈے میگزین روزنامہ پاکستان ۳ر جولائی ۲۰۰۵)

بیٹے کی پڑھائی پر باپ کی بخشش

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کا ایک قبر کے قریب سے گزر ہوا، اس میں میت کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ قبر میں رحمت کے فرشتے ہیں اور عذاب کی تاریکی کی بجائے وہاں اب مغفرت کا نور تھا۔ آپ کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ سے اس راز کے حل ہونے کی دعا کی تو اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ یہ بندہ گنہگار تھا جس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا تھا۔ مرتے وقت اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہونے والا تھا۔ اب اس کے بچے کو مکتب میں داخل کرا دیا گیا۔ استاد نے اسکو پہلے دن بسم اللہ پڑھائی تب مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اسے عذاب دیتا رہوں جب کہ اس کا بیٹا زمین پر میرا نام لیتا رہے۔

ایک بدوی کا قصہ

ایک بدوی بہت رو رہا تھا۔ عرب میں دیہاتی شخص کو بدوی کہتے ہیں۔ ایک بدوی بہت زار وقطار رو رہا تھا۔ جیسے آج کا صوفی تہجد میں اُٹھ کر بہت روتا ہے۔ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے گویا جان ہی نکل جائے گی لیکن نافرمانیاں چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ سو ایسا ہی ایک بدوی زاروقطار رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا: کیا ہو گیا؟ کیوں رو رہے ہو؟ پاس ہی ایک کتا پڑا ہوا تھا اس نے کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ مجھے اس کتے سے بہت محبت ہے اور یہ کتا مر رہا ہے اگر یہ کتا مر گیا تو میں زندہ کیسے رہوں گا؟ یہ کہہ کر پھر زاروقطار رونے لگا۔ پوچھنے والے نے پوچھا۔ کتا کیوں مر رہا ہے۔ قریب میں ایک بورا بھرا رکھا تھا۔ اس نے پوچھا۔ اس میں کیا ہے؟ ارے تیرے پاس روٹیوں کا بورا پڑا ہے اور کتا بھوک سے مر رہا ہے اور تو کتے کے عشق میں مرا جا رہا ہے تو آخر اسے روٹی کیوں نہیں دیتا؟ اس نے کہا کہ آنسو مفت کے ہیں اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئیں ہیں۔ اس لیے آنسو بہانا آسان ہے پیسے خرچ کرنا مشکل ہے آنسوؤں کے دریاؤں سے دریا بہادوں گا۔ روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا، مرتا ہے تو مر جائے اسی طرح اس دور میں جو لوگ زیادہ نافرمان ہیں کھلے کھلے باغی ہیں مثلاً ڈاڑھی کٹانے والے پردہ نہ کرنے والی عورتیں، بینک اور انشورنس کے سود کھانے والے یہ لوگ تہجد اشراق، چاشت پڑھ کر بہت روتے ہیں گویا اللہ کے عشق میں مرے جا رہے ہیں جیسے مطاف (بیت اللہ کا طواف کرنے کی جگہ) کے کنارے ایک ڈاڑھی منڈا بار بار الحمد اللہ کہتے ہوئے زاروقطار روتا چلا جا رہا تھا اتنا رو رہا تھا کہ کچھ نہ پوچھیں اور صورت دیکھیں تو اس پر اللہ کی لعنت برس رہی ہے۔ الغرض جو جتنا بڑا باغی ہوتا ہے وہ اللہ کو دھوکا دینے کیلئے اتنا ہی زیادہ روتا ہے۔ (وعظ مسلم خوابیدہ از مفتی رشید احمد)

حقیقی بادشاہت

اشعث بن شعبہ مصیصی کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید ایک بار رقہ (فرات کے کنارے ایک مشہور شہر) آیا اسکے بعد عبداللہ بن مبارک کی وہاں تشریف آوری ہوئی، رقہ کے لوگ عبداللہ بن مبارک کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، لوگوں کے جوتوں کی آواز فضا گرد آلود ہوگئی اس شور وشغب کو سن کر ایک خاتون

نے محمل کے دریچے سے جھانک کر دیکھا یہ خاتون بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد بن الحکم کی والدہ تھی، اس نے لوگوں کا یہ اُمڈتا ہجوم دیکھ کر پوچھا ماجرا کیا ہے؟ اسے بتایا گیا کہ خراسان کے ایک عالم رقہ تشریف لائے ہیں۔ جن کا اسم گرامی عبداللہ بن مبارک ہے وہ خاتون بے ساختہ بولی اللہ کی قسم! یہی حقیقی بادشاہت کا مالک ہے نہ کہ ہارون رشید جو کہ لوگوں کو کوڑوں اور سپاہیوں کی مدد سے اکٹھا کرتا ہے۔

(سنہرے اوراق از عبدالمالک)

صحابہ کی گستاخی کی سزا

عارف باللہ شیخ ابن الفرغب یمنیؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ دربار کی حاضری کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صاحبین حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے تواضع کی بناء پر اتباع سنت کی نیت سے دعوت قبول کر لی آپ کو اس کا حال معلوم نہ تھا کہ وہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی مدح کرنے سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو، جن کو پہلے سے سمجھا رکھا تھا، اشارہ کیا، وہ دونوں اس اللہ والے کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان مبارک کاٹ ڈالی اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا کہ جاؤ زبان ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کیا کرتے ہو وہ اس کو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے ہوئے روضہ اقدس کی طرف دوڑے اور چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا، اور روئے، جب رات ہوئی تو خواب میں سرور دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے صاحبین، حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین صورت میں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے شیخ کے ہاتھ میں یہ کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لی، اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اپنی جگہ رکھ دی، یہ خواب دیکھ کر

شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے۔ دربار نبوت کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس آ گئے۔ آئندہ سال حج کے بعد پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کیلئے درخواست کی شیخ نے پھر توکل علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے، تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر داخل ہوئے۔ اس شخص نے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھایا، اور بہت پر تکلف کھانوں سے ضیافت کی، کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا، وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے شیخ سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بندر کون ہے؟ فرمایا نہیں اس شخص نے عرض کیا کہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان کاٹی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کردیا ہے، یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔

(ثمرات الاوراق از مفتی محمد شفیعؒ)

جنید کو کس چیز نے جنید بغدادیؒ بنایا؟

ایک مسجد میں حضرت جنید بغدادیؒ بیٹھے ہوئے تھے، ساری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا انسان ہو وہ باہر آ جائے۔ سب سے پہلے حضرت جنید دوڑ کر مسجد سے باہر آئے اور اعلان فرمایا کہ میں سب سے بُرا ہوں۔ حضرت شبلیؒ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو بغدادی بنایا ہے۔

(کشکول معرفت ص:۳۰۱)

موت ہر حال میں آئے گی۔

"این ماتکونوا یدرککم الموت" اللہ تعالیٰ نے اس آیت جہاد سے رکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کردیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بچ سکتے ہیں۔ اس لیے فرمایا۔ کہ موت ایک دن آکر رہے گی۔ خواہ تم جہاں کہیں بھی ہو وہیں موت آئے گی۔ جب یہ بات ہے تو تمہارے جہاد سے منہ پھیرنا بیکار ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں ایک عبرت ناک واقعہ بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم عن مجاہد لکھا

ہے۔ کہ پہلی امتوں میں ایک عورت تھی۔ اس کو جب وضع حمل کا وقت شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس نے ملازم کو آگ لینے کیلئے بھیجا وہ دروازہ سے نکل ہی رہا تھا۔ کہ اچانک ایک آدمی ظاہر ہوا اور اس نے پوچھا کہ یہ عورت کیا جنی ہے؟ ملازم نے جواب دیا کہ ایک لڑکی ہے تو اس آدمی نے کہا کہ آپ یاد رکھئے! یہ لڑکی سو مردوں سے زنا کرے گی۔ اور آخر ایک مکڑی سے مرے گی ملازم یہ سن کر واپس ہوا اور فوراً ایک چھری لے کر اس لڑکی کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور سوچا کہ اب یہ مرگئی ہے تو بھاگ گیا۔ مگر پیچھے لڑکی کی ماں نے ٹانکے لگا کر اس کا پیٹ جوڑ دیا یہاں تک کہ وہ لڑکی جوان ہوگئی اور خوب صورت اتنی تھی۔ کہ اس شہر میں وہ بے مثال تھی۔ اور اس ملازم نے بھاگ کر سمندر کی راہ لی اور کافی عرصہ تک مال و دولت کماتا رہا اور پھر شادی کرنے کیلئے واپس شہر آیا اور یہاں اس کو ایک بڑھیا ملی تو اس نے ذکر کیا کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس سے زیادہ خوب صورت اس شہر میں اور کوئی نہ ہو۔ اس عورت نے کہا کہ فلاں لڑکی سے زیادہ کوئی خوب صورت نہیں ہے۔ آپ اسی سے شادی کرلیں آخرکار کوشش کی اور اس سے شادی کرلی۔ تو اس لڑکی نے مرد سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں لیکن ایک لڑکی کا میں پیٹ چاک کر کے بھاگ گیا تھا۔ پھر اس نے پورا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر وہ بولی وہ لڑکی میں ہی ہوں یہ کہہ کر اس نے اپنا پیٹ دکھایا جس پر نشان موجود تھا۔ یہ دیکھ کر اس مرد نے کہا کہ اگر تو وہی عورت ہے تو تیرے متعلق دو باتیں بتلاتا ہوں ایک یہ کہ تو سو مردوں سے زنا کرے گی اس پر عورت نے اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے۔ لیکن تعداد زیادہ نہیں مرد نے کہا تعداد سو ہے دوسری بات یہ کہ تو مکڑی سے مرے گی۔ مرد نے اس کیلئے ایک عالی شان محل تیار کرایا جس میں مکڑی کے جالے کا نام تک نہ تھا۔ ایک دن اسی میں لیٹے ہوئے تھے۔ کہ دیوار پر ایک مکڑی نظر آئی عورت بولی کیا مکڑی یہی ہے جس سے تو مجھے ڈراتا ہے؟ مرد نے کہا ہاں! اس پر وہ فوراً اٹھی اور کہا کہ اس کو تو میں فوراً ماردوں گی۔ یہ کہہ کر اس کو نیچے گرایا اور پاؤں سے مسل کر ہلاک کر دیا۔ مکڑی تو ہلاک ہوگئی لیکن اس کی زہر کی چھینٹیں اس کے پاؤں اور ناخنوں پر پڑ گئیں۔ جو اس کی موت کا پیغام بن گئی۔

(معارف القرآن ج:۲،ص:۳۸۳)

قصہ ایک معصوم سید کا۔

ربیعؒ بن سلمان کہتے ہیں کہ میں حج کیلئے جارہا تھا۔ میرے ساتھ میرے بھائی اور ایک جماعت تھی۔ جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضرورت سفر خریدنے کیلئے بازاروں میں گھوم رہا تھا، کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا۔ اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے۔ چاقو لیے ہوئے اس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جارہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہئے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلاوے گی۔ میں چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی اس کا دروازہ بھی اونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے۔ اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرے سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ عورت اندر آگئی اور وہ زنبیل اس لڑکیوں کے سامنے رکھ دی میں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکالو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت ضیق ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اسکو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی تو کون ہے؟ میں کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔؟ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا۔ جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے۔ ہمارا چار دن کا فاقہ ہے ربیعؒ کہتے ہیں۔ کہ اس کے حالات سن کر مجھے رونا آگیا۔ اور میں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آکر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کو نہیں رہا۔

اس نے مجھے بہت سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ میں نے کہا لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لے لیا اور نقد چھ سو درہم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درہم کا آٹا خریدا اور باقی درہم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔ اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی۔ اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کر دیا اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور ایسا بدلہ عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کر دے دوسری نے کہا اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی۔ کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا فرما کر اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر ربیعؒ کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ میں کوفہ میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں۔ ان سے اپنے لئے دعا کراؤں کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا ۔ تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدلہ عطا فرمائے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ دعا کیسی؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم ہو وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے۔ اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا۔ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کئے؟ میں اپنے دل میں سوچنے لگا۔ کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے کہا حق تعالیٰ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا۔ یا رمی جمرات نہیں کی۔ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے۔ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے۔ یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبرا

طہر کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے۔ اس وقت ازدحام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہوا تھا۔ "من عاملنا ربح" (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کو لے کر گھر واپس آیا، عشاء کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کرلیا۔ اسی سوچ میں جاگتا رہا۔ آخر یہ قصہ کیا ہے۔ اسی میں میری آنکھ لگ گئی۔ تو میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔ اور ہاتھ چومے۔ حضور ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیعؒ آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا؟ تو مانتا ہی نہیں۔ سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی۔ صدقہ کیا اور اپنا زاد راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمادیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درھم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔ تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضور ﷺ نے بھی یہی ارشاد فرمائے "من عاملنا ربح" ربیعؒ کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا۔ اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔ (موت کا منظر ص:۱۵۰)

ایک کنیز کی بلاغت

اصمعیؒ نے بیان کیا ہے کہ میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لے کر آیا تاکہ اسے فروخت کر سکے، ہارون رشید نے اسے غور سے دیکھا اور پھر کہا کہ اپنی کنیز کو واپس لے جا اگر اس کے منہ پر چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا وہ شخص اس کو واپس لے جانے لگا جب وہ کنیز پردے کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا امیر المومنین مجھے اپنے پاس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں جو اسی وقت موزوں ہو گئے ہیں، ہارون الرشید نے کہا سناؤ تو اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہہ کر پڑھے......

ما سلم الظبی علی حسنة
کلا ولا البدر الذی یوصف
اما الظبی فیه خنس بین
والبدی فیه کلف یعرف

اب تو ہرنی بھی اپنے حسن پر سالم نہ رہی اور نہ ہی چاند بچ سکا جس کی تعریف کی جاتی ہے کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہوئی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں چھائیاں ہیں وہ صاف نظر آتی ہیں اس کی بات پر ہارون الرشید حیران رہ گیا اور اسے خرید لیا۔ (کتاب الاذکیاء، امام ابن جوزی ص:۲۳۸)

تین عقل مند باندیاں

ہارون الرشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی، اس نے اعلان کیا تو اس کی خدمت میں تین لونڈیاں حاضر ہوئیں، بادشاہ نے دیکھا تو کہا کہ مجھے تو ایک درکار ہے اور تم تین ہو، اچھا میں تم تینوں میں انتخاب کرتا ہوں، تینوں لونڈیاں سامنے ایک صف میں کھڑی تھیں، بادشاہ جب انتخاب کیلئے اٹھا تو پہلی بولی: ﴿والسابقون الأولون من المهاجرین والأنصار﴾ اور سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے۔

پہلی نے یہ آیت پڑھی تو دوسری جو دونوں کے وسط میں کھڑی تھی بولی ﴿وکذلك جعلناکم أمة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس﴾ اور اسی طرح بنایا ہے ہم نے تم کو درمیانی امت تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ تیسری جو سب سے آخر میں کھڑی تھی اس نے حسب ذیل آیت پڑھ ڈالی وللآخرة خیر لك من الأولی اور آخر بہتر ہے آپ کیلئے پہلے سے، ہارون الرشید تینوں پر بہت خوش ہوئے اور تینوں کو خرید لیا۔ (حوالہ بالا)

پھل بیچنے والی عورت کا جواب

بغداد کے بازار میں ایک دکان میں پھل میوے اور پرندوں کا تلا ہوا گوشت بک رہا تھا اس وقت دکان پر ایک پری چہرہ عورت بیٹھی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر ایک ادیب نے یہ آیات پڑھنا شروع کر دیا:

﴿وفاكهة مما يتخيرون ولحم طير مما يشتهون وحورٌ عينٌ كأمثال اللؤلؤ المكنون﴾ اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہئے اور بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں جیسے حفاظت سے تہ کئے ہوئے آب دار موتی۔ اس عورت نے سن کر یہ جواب دیا: ﴿جزاءً بما كانوا يعملون﴾ یہ سب کچھ بدلہ ہے یعنی قیمت دو اور لے لو۔ (کتاب الاذکیا ص:۳۲۹)

عورتوں نے شاعر کو لاجواب کر دیا

شعبی نے ذکر کیا کہ ایک شاعر کا عورتوں پر گزر ہوا تو اس نے کہنا شروع کر دیا کہ.....

ان النساء شياطين خلقن لنا
نعوذ بالله من شر الشياطين

یعنی عورتیں ہمارے لئے شیطان پیدا کی گئی ہیں ہم شیاطین کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، ان عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا.....

ان النساء رياحين خلقن لكم
وكلكم تشتهوا شم الرياحين

عورتیں تمہارے لئے گلدستے پیدا کی گئی ہیں اور تم سب ہی پھولوں کے سونگھنے کی خواہش رکھتے ہو۔

مہکتی قبریں

محمد بن شرحبیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی گئی، جب مٹھی کھولی تو وہ مشک جیسی خوشبو سے مہک رہی تھی تو آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، سبحان اللہ، جس سے معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو حضورﷺ کے چہرہ مبارک تک پہنچی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعدؓ کی قبر سے ایک مٹھی بھری اور اس کو لے گیا، اس کے بعد جب اس مٹی کو دیکھا تو وہ مشک تھی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں میں تھا، جنہوں نے حضرت سعدؓ کیلئے بقیع میں قبر کھودی تھی جب کبھی ہم کھودتے اور مٹی کا کوئی حصہ ہم پر آپڑتا تو ہم پر مشک جیسی خوشبو آتی یہاں تک کہ ہم نے ان کی لحد کھودی۔ (حیاۃ الصحابہؓ ص:۲۹۳)

نسخہ

حضرت حارثہ بن نعمانؓ کی بینائی ختم ہو چکی تھی، انہوں نے اپنی نماز کی جگہ سے لیکر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک رسی باندھ رکھی تھی، جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر دروازے تک جاتے، خود اپنے ہاتھ سے مسکین کو دے دیتے، گھر والے ان سے کہتے، آپ کی جگہ ہم مسکین کو دے آتے ہیں وہ فرماتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہؓ ج ۲، ص: ۲۲۳)

پندرہ دوست دس دشمن

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ پوچھیں جواب دو، چنانچہ شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ہاتھ میں چھڑی لیے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا ابلیس، پوچھا کیوں آیا ہے؟ جواب دیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور آپ پوچھیں میں جواب دوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے ملعون میری امت میں تیرے کتنے دشمن ہیں ابلیس نے کہا پندرہ (۱) آپؐ (۲) امام عادل (۳) تواضع والا غنی (۴) سچا تاجر (۵) خشوع والا عالم (۶) ہمدردی رکھنے والا مومن (۷) رحم دل مومن (۸) وہ تائب جو اپنے توبہ پر پختہ رہے (۹) حرام سے بچنے والا (۱۰) وہ مومن جو طہارت سے رہنے کا عادی ہو (۱۱) وہ مومن جو صدقہ بکثرت کرتا ہو (۱۲) وہ مومن جو لوگوں سے حسن اخلاق کا معاملہ کرتا ہو (۱۳) وہ مومن جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہو (۱۴) وہ حافظ قرآن جو تلاوت کی پابندی کرتا ہو (۱۵) وہ شخص جو لوگوں کے سونے کے وقت میں رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہو۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا میری امت میں تیرے دوست کون لوگ ہیں؟ کہا دس ہیں (۱) ظالم حکمران (۲) متکبر غنی (۳) خائن تاجر (۴) شرابی آدمی (۵) چغل خور (۶) زانی (۷) یتیم کا مال کھانے والا (۸) نماز میں سستی کرنے والا (۹) زکوٰۃ نہ دینے والا (۱۰) وہ شخص جو لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے، یہ لوگ میرے دوست اور بھائی ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

سچائی

حضرت ربعی بن حواش ؒ بچپن سے سچائی میں مشہور تھے، تمام عمر کوئی جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں آیا، ایک مرتبہ ایک عجیب اتفاق پیش آیا حجاج بن یوسف ان کے بیٹوں سے کسی بات پر ناراض ہو گیا، وہ اس کی ظالمانہ سختیوں سے واقف تھے اس لئے چھپ گئے حجاج کو کسی نے بتایا کہ ان کے والد کبھی جھوٹ نہیں بولتے آپ کو ان سے ان کے لڑکوں کا پتہ پوچھنا چاہئے۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں فوراً آدمی بھیج کر دریافت کیا آپ نے فوراً کہا دونوں گھر کے اندر ہیں اولاد کی زندگیوں کا مسئلہ تھا لیکن انہوں نے جھوٹ نہ بولا، اس موقع پر سچ پر قائم رہنا کوئی معمولی کام نہ تھا لیکن سچائی کو بھی حق تعالیٰ نے وہ برکات عطا فرمائی ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا میں اس کے اثرات و برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت ربعی بن حواش ؒ کی اس حیرت انگیز سچائی سے حجاج بن یوسف جیسا سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا پکار اٹھا ہم نے آپ کی سچائی کی وجہ سے ان دونوں کا جرم معاف کر دیا۔

گواہ

شہزادہ فتح خان بن سلطان فیروز شاہ بہت نیک انسان تھا وعدہ پورا کرنے کے سلسلے میں بہت پکا تھا ۷۶۰ھ میں ایک دفعہ وہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت نے فریاد کی کہ اس کا شوہر اور بیٹا گاؤں سے کچھ مال و اسباب خرید کر لا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ان کا مال لوٹ لیا، دونوں اسی تباہ شدہ حال میں شاہی لشکر تک پہنچے لیکن شاہی سپاہیوں نے انہیں جاسوس سمجھ کر گرفتار کر کے نظر بند کر دیا شہزادے نے بوڑھی عورت سے کہا اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے ایسے دو گواہ لائیں جو قابل اعتماد ہوں۔ بوڑھیا نے کہا گواہ تو بہت ہیں لیکن انہیں آپ تک لانے کیلئے کافی وقت لگ جائے گا شہزادے نے ہنس کر کہا آپ فکر نہ کریں گواہ لے آئیں میں یہیں کھڑا ہوں۔ چنانچہ بوڑھیا اطمینان سے چلی گئی، سلطنت ہند کا وارث کڑی دھوپ میں تپتے ہوئے میدان میں کھڑا رہا، ماتحتوں نے بار بار کہا کہ کسی درخت کے سایہ میں آرام کریں مگر شہزادے نے جواب دیا بڑھیا اسی جگہ پر آئے گی اور وعدہ اسی جگہ کا ہے لہذا اسی جگہ سے ادھر ادھر ہونا وعدہ خلافی ہوگی اور وعدہ پورا نہ کرنا بادشاہوں کیلئے سب سے بڑا عیب ہے۔

رسم نہ پڑ جائے

ایران کے مشہور بادشاہ نوشیروان عادل کیلئے شکار گاہ میں شکار کردہ جانور کباب بنائے جا رہے تھے اور نمک موجود نہ تھا، ایک غلام گاؤں کی طرف گیا تا کہ نمک لے آئے، نوشیروان نے اس غلام سے کہا نمک قیمت دے کر لانا تا کہ مفت خوری کی رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں برباد نہ ہو جائے۔ لوگوں نے کہا کہ اتنی تھوڑی سی مقدار میں مفت لے لینے سے کیا فرق پڑتا ہے نوشیروان نے کہا شروع میں ظلم کی بنیاد بالکل معمولی سی ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتے ہوئے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ دنیا میں ہر طرف ظلم کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ (حکایت سعدی)

دعا یا بددعا

ایک شاعر کو ایک دفعہ کرتہ سلوانے کی ضرورت پیش آئی وہ زید نامی ایک درزی کے پاس گیا، درزی ایک آنکھ سے معذور اور بڑا ہنس مکھ آدمی تھا اس نے شاعر سے مذاقاً کہا میں آپ کو ایسا کرتی سی کر دوں گا کہ معلوم ہی نہ ہوگا وہ کرتا ہے یا قمیص۔ اس پر شاعر نے کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی تمہارے بارے میں ایسا شعر کہوں گا کہ سننے والے کو معلوم ہی نہیں ہو پائے گا کہ دعا ہے یا بددعا۔ درزی نے ایسا ہی عجیب کرتا سی دیا، جواباً شاعر نے اس درزی کے بارے میں یہ عجیب شعر کہہ ڈالا......

حاط لی زید قباء لیت عینیہ سواء

(بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۵۴)

حضرت لقمان کی وصیتیں

☆ اے بیٹے دنیا کے سمندر میں غرق ہونے سے بچ، پرہیزگاری کی کشتی کو ایمان اور توکل کے ذریعے چلا ورنہ نجات پانا مشکل ہے۔

☆ اے بیٹے! جھوٹ بولنے والے کے چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے۔

☆ اے بیٹے! جنازوں میں شرکت موت کی یاد دلاتی ہے۔

- ☆ اے بیٹے! لوگوں سے اچھی بات خندہ پیشانی سے کر یہ تجھے محبوب بنادے گی۔
- ☆ اے بیٹے! لوگوں کی تعریف کا خواہش مند نہ ہو۔
- ☆ اے بیٹے! جسم کو گندگی اور زبان کو گالی وغیبت سے پاک رکھ۔
- ☆ اے بیٹے! رات کو جب لوگ آرام کر رہے ہوں تو آہستہ بات کرو۔
- ☆ اے بیٹے! جب کسی کے گھر جاؤ تو زبان اور آنکھ کی حفاظت کرو۔
- ☆ اے بیٹے! کسی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔
- ☆ اے بیٹے! آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت مت سو۔
- ☆ اے بیٹے! لوگوں کے سامنے دانتوں میں خلال نہ کرنا، ناک میں انگلی مت ڈال۔
- ☆ اے بیٹے! عاجزی، انکساری، میانہ روی اور اعتدال اختیار کر۔
- ☆ اے بیٹے! زندگی گزار اللہ کے ساتھ صدق سے، نفس کے ساتھ دشمنی اور ذلت سے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے، دوستوں کے ساتھ نصیحت سے، فقیروں کے ساتھ سخاوت، دشمنوں کے ساتھ علم سے، جاہلوں کے ساتھ خاموشی سے، بزرگوں کے یہاں حاضری سے، اور علماء کے ساتھ تواضع اور طلب سے۔

اخلاق کی قوت

یہ ان دنوں کی بات ہے جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ عیسائیوں کے خلاف جنگیں لڑ رہے تھے اور عیسائیوں نے ان جنگوں کو صلیبی جنگوں کا نام دیا تھا، ایک چور رات کو ایک عیسائی کے خیمے میں جا گھسا اور ایک ماں سے اس کا شیر خوار بچہ چھین کر غائب ہو گیا، ماں روتی چیختی عیسائی بادشاہ رچرڈ شیر دل کے پاس گئی اس نے کہا میں بے بس ہوں، تم صلاح الدین کے پاس جاؤ۔

چنانچہ وہ اسلامی لشکر کے خیموں سے گزر کر سلطان صلاح الدین کے ہاں پہنچی، صلاح الدین نے اسے عزت سے بٹھایا، توجہ سے بات سنی اور پھر تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ جاؤ اور چور تلاش کرو وہ سوار سب سے پہلے بازار میں گئے، انہیں معلوم ہوا کہ فلاں آدمی نے کسی ناواقف سے ایک

بچہ خریدا ہے، یہ اس بچے کو لیکر واپس آ گئے جونہی ماں کی نظر اپنے بچے پر پڑی وہ اس کی طرف لپکی اور اس کے ساتھ چمٹ گئی، صلاح الدین ایوبیؒ نے خریدار کو دوگنی رقم دے کر بچہ خرید لیا اور اس خاتون کو گھوڑے پر سوار کر کے بحفاظت اس کے خیمے میں پہنچا دیا، جب یہ کہانی رچرڈ تک پہنچی تو اس نے فوجی سرداروں سے کہا جن لوگوں کے پاس اخلاق کی یہ قوت موجود ہو ان سے لڑنا خودکشی ہے۔

(بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۶۸)

دوستوں کی عید

مشہور تاریخ دان امام واقدیؒ کا بیان ہے ایک مرتبہ مجھے مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی، گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں، بڑے تو صبر کر لیں گے لیکن بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں ایک تاجر کے پاس قرض لینے گیا اور وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سربمہر ایک تھیلی میرے ہاتھ میں تھما دی، میں گھر آیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا اس کے گھر میں افلاس و غربت نے ڈیرہ ڈالا تھا، وہ مجھ سے قرض مانگنے آیا تھا میں نے گھر جا کر اہلیہ کو قصہ سنایا کہنے لگی کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے میں نے کہا، تھیلی کی رقم نصف تقسیم کر لیں گے، اسی طرح دونوں کا کام بھی چل جائے گا کہنے لگی بڑی عجیب بات ہے آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ سے ایک عام آدمی کے عطیے کا نصف دے رہے ہیں، آپ اسے پوری تھیلی دے دے، چنانچہ میں نے وہ تھیلی کھولے بغیر سربمہر اس کے حوالے کر دی۔ وہ تھیلی لیکر گھر پہنچا تو وہ تاجر دوست اس کے پاس گیا اور کہا عید کی آمد ہے گھر میں کچھ نہیں کچھ رقم قرض چاہئے۔ ہاشمی دوست نے وہی تھیلی سربمہر اس کے حوالے کر دی اپنی ہی تھیلی اس طرح سربمہر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا میں اسے پورا واقعہ سنایا، درحقیقت تاجر کے پاس اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا وہ سارا مجھے دے چکا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی دوست کے پاس چلا گیا، ہاشمی نے جب وہ حوالے کرنا چاہی تو راز کھل گیا، ایثار اور ہمدردی کے اس انوکھے واقعے کی اطلاع جب وزیر یحیی بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے کہنے لگے۔ ان میں سے دو ہزار آپ، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست اور دو ہزار تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ اعزاز کے قابل ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲)

انقلاب زمانہ

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ لبید کا یہ شعر پڑھا .....

ذهب الذين يعاش في أكنافهم
وبقيت في خلف كجلد الأجرب

(وہ لوگ رخصت ہو گئے جن کے زیر سایہ زندگی بسر ہوتی تھی اور میں نکمے قسم کے نااہل لوگوں میں پڑا رہ گیا ہوں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا عجیب بات ہے کہ لبید اپنے زمانے کے بارے میں یہ کہتا ہے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتا تو کیا رائے قائم کرتا" حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہؓ نے اپنی خالہ کی یہ روایت سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ پر رحم کرے اگر وہ ہمارے زمانے کو پاتیں تو کیا کہتیں۔ حضرت عروہؓ کے شاگرد امام زہریؒ نے اپنے استاد کی یہ بات یاد کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ عروہؓ پر رحم کرے اگر وہ ہمارے زمانے کو پاتے تو کیا کہتے، امام زہری کے شاگرد زبیدی رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ امام زہری پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھتے تو کیا کہتے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲۳۶/۱۱)

ناکارہ مرتب عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائیں اگر یہ حضرات ہمارا زمانہ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا........ !

مجنون کی دانائی

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے قسم اٹھائی تھی کہ شادی کرنے سے پہلے سو آدمیوں سے مشورہ کروں گا چنانچہ اس نے ننانوے آدمیوں سے مشورہ کیا ایک باقی رہ گیا اس نے عزم کیا کہ کل صبح جو سب سے پہلے آدمی ملے گا اس سے مشورہ کروں گا، صبح ہوتے ہی گھر سے نکلا تو سب سے پہلے جو شخص ملا وہ مجنون اور پاگل تھا بچوں والے لکڑی کے گھوڑے پر سوار تھا اور راستے گلیوں میں ادھر ادھر دوڑ رہا تھا وہ آدمی بڑا پریشان اور غمگین ہوا۔ کہ پاگل سے کیا مشورہ کروں مگر اس نے پختہ عہد کیا ہوا تھا کہ سب سے پہلے ملنے والے ہی سے مشورہ کروں گا، چنانچہ وہ اس مجنون کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا تو اس

مجنون نے کہا میرے گھوڑے کے آگے سے ہٹ جائیں کہیں گھوڑا تمہیں لات نہ مارے اس آدمی نے کہا کہ میں نے تم سے ایک مشورہ کرنا ہے ذرا سا گھوڑا روک دیں، تو اس نے روک دیا پھر اس نے اپنی قسم کا سارا قصہ سنایا اور اپنا عزم بھی بیان کیا اور پوچھا کہ آپ کا اس بارے میں کیا مشورہ ہے مجنون نے کہا عورتیں تین قسم کی ہیں ایک وہ جو ساری تیرے لئے ہے، دوسری وہ جو ساری کی ساری تیرے لئے مضر ہے تیری وہ جو مضر و نافع دونوں ہوسکتی ہے، پھر مجنون نے کہا گھوڑے سے بچئے کہیں تمہیں لات نہ مارے اور چلا گیا، اس شخص کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے انہوں نے اس کی تفصیل یہاں نہیں کی چنانچہ پھر اس کے پیچھے بھاگا اور کہا ٹھہریں، مجھے اپنی بات کا مطلب تو سمجھا کر جائیں اس نے کہا جو عورت ساری تیرے لئے ہے وہ کنواری عورت ہے اس کا دل اور محبت تیرے لئے ہے کیونکہ تیرے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتی، جو عورت تیرے لئے مضر ہے وہ شادی شدہ ہے صاحب اولاد ہے۔ وہ مال تیرا کھائیگی اور روئے گی اپنے پہلے خاوند پر، اور جو عورت تیرے لئے نافع اور ضرر دونوں کا احتمال رکھتی ہے وہ بے اولاد شادی شدہ عورت ہے، پس تو اگر اس کے پہلے خاوند سے بہتر ثابت ہوا تو وہ تیرے لئے نافع ہے ورنہ وہ تیرے لئے مضر ہے، پھر وہ چلا گیا تو اس آدمی نے کہا آپ کا کلام تو داناؤں جیسا ہے اور عمل مجنون جیسا ہے تو مجنون نے جواب دیا کہ بنی اسرائیل نے مجھے قاضی بنانا چاہا میں نے انکار کیا مگر انہوں نے اصرار کیا تو میں نے اس معاملے سے جان چھڑانے کیلئے اپنے آپ کو مجنون بنایا۔

(بستان العارفین از فقیہ ابو اللیثؒ)

سعدی اور اسکے رفیق حیات کی وفا

مذکور ہے کہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ایک دن دمشق میں مجلس لگائے تشریف فرما تھے۔ دربار کی جگہ دونوں جانب سے کھلی تھی تا کہ ہوا اچھی طرح گزر سکے۔ ارکان دولت آپ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی جانب بڑھا چلا آرہا ہے۔ رفتار تیز ہے۔ ننگے پاؤں ہے۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کچھ سوچا پھر فرمایا، آج جو اس کی حاجت ہوسکتی ہے اس سے بڑھ کر کسی کی کوئی حاجت نہ ہوگی۔ پھر اپنے غلام کو فرمایا، اے غلام

اسکے پاس جاؤ اور اس کی حالت کی پوچھ گچھ کرو۔ پس اللہ کی قسم اگر یہ فقیر ہوگا تو میں اس کو مالدار کر دوں گا اور اگر شکوہ شکایت لایا ہے تو ضرور انصاف دوں گا، اور اگر مظلوم ہے تو ضرور مدد کروں گا۔ قاصد نے جا کر ملاقات کی، سلام جواب ہوا، پھر پوچھا کہ آپ کون ہے؟ اس شخص نے کہا، میرے سردار، میں بنیعذر کا ایک دیہاتی ہوں۔ امیر المومنین کے پاس آیا ہوں۔ ان کے کسی افسر کے ظلم کی شکایت لے کر جو ظلم مجھ پر اس نے کیا ہے۔ قاصد نے اس کو کہا، چلو امیر المؤمنین کے روبرو۔ اعرابی سامنے آیا اور ادب سے سلام کیا پھر کہنا شروع کیا:

مُعَاوِيَ يَا ذَا الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْفَضْلِ
وَيَا ذَا النَّدٰى وَالْجُوْدِ وَالنَّائِلِ الْجَزْلِ

اے حضرت معاویہ اے علم وفضل والے اور بردبار اور اے جود وسخا والے اور خوب عطا کرنے والے۔

أَتَيْتُكَ لَمَّا ضَاقَ فِي الْأَرْضِ مَذْهَبِيْ
فَيَا غَيْثُ لَا تَقْطَعْ رَجَائِيْ مِنَ الْعَدْلِ

جب زمین میں میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں تیرے پاس آیا۔ اے (سخاوت کی) بارش میری امید تجھ سے منقطع نہیں ہوئی۔

وَجُدْ لِيْ بِإِنْصَافٍ مِنَ الْجَائِرِ الَّذِيْ
شَوَانِيْ شَبًا كَانَ أَيْسَرُهُ قَتْلِيْ

اور میرے لئے انصاف کی سخاوت کر اس ظلم سے جس نے مجھ کو بالکل بھون کر رکھ دیا ہے اس سے تو قتل بھی ہلکا تھا۔

سَبَانِيْ سُعْدِيْ وَالنَّبْرِيْ لِخُصُوْمَتِيْ
وَجَارَ وَلَمْ يَعْدِلْ وَأَغْضَبَنِيْ أَهْلِيْ

مجھے سعدی نے (اپنی محبت میں) قید کر لیا ہے۔ اور میرے دشمن کے سامنے لاغر کر دیا ہے اور دشمن نے ظلم کیا ہے انصاف نہیں کیا اور میرے اہل نے مجھے غضب ناک کر دیا ہے۔

قَصَدْتُ لِأَرْجُوْ نَفْعَهُ فَأَثَابَنِيْ
بِسِجْنٍ وَأَنْوَاعِ الْعَذَابِ مَعَ الْكَبْلِ

میں نے (عامل) اس سے اچھی بات کا ارادہ رکھا پس اس نے مجھ جیل میں ٹھکانہ دیا اور بیڑیوں کے ساتھ طرح طرح کے عذاب دیئے۔

وَهَمَّ بِقَتْلِيْ غَيْرَ أَنَّ مَنِيَّتِيْ
تَأَبَّتْ وَلَمْ أَسْتَكْمِلُ الرِّزْقَ مِنْ أَجَلِيْ

اس نے میرے قتل کا ارادہ کیا مگر میری موت نے انکار کر دیا اور میں نے اپنی مقررہ مدت کے ابھی مئوخر ہونے کی وجہ رزق بھی پورا نہیں کیا۔

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّيْ جَنَّةً
فَقَدْ طَارَ مِنْ وَجْدِ سُعْدِيْ لَهَا عَقْلِيْ

میری فریاد رسی کریں اللہ آپ کو جزائے جنت دے میری طرف سے، سعدی کی محبت کی وجہ سے میری عقل اڑی ہوئی ہے۔ جب اعرابی اپنے شعر سے فارغ ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے ہمارے کسی عامل کی شکایت کی ہے لیکن اسکا نام نہیں بتایا۔ اس نے کہا اللہ امیر معاویہ کو سلامت رکھے وہ آپ کا چچازاد بھائی مروان بن الحکم ہے۔ مدینے کا عامل (گورنر) ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا، اس کے ساتھ تیرا کیا قصہ ہے اے اعرابی؟ اس نے کہا) اللہ امیر معاویہ کو سلامت رکھے میری ایک چچازاد بہن تھی میں نے اس کے باپ کو پیغام نکاح دیا تو اس نے اپنی لڑکی سے میری شادی کر دی اور مجھے اس سے انتہائی سخت محبت والفت تھی اس لئے کہ اس میں عقل، حسن، رشتے داری، سب کامل طور سے موجود تھیں۔ ہم بڑی عیش، عشرت اور خوشیوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ میرے پاس اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ تھے۔ میرا دل وجان بیوی پر قربان رہتا تھا۔ پھر میری بیوی پر اللہ کے فیصلے اور زمانے کے حوادث چلنے لگے۔ ہوا یہ کہ پہلے اس کو کوئی بیماری لگ گئی۔ میں نے اس پر اپنا سب کچھ لگا دیا یہاں تک کہ میرے پاس کسی قسم کا مال نہ رہا اور میں بڑا پریشان افسردہ ہو گیا اور پھر میری بیوی کی یہ خبر اس کے والد کو پہنچی تو وہ ہمارے درمیان رکاوٹ بن گیا اور بیوی دینے سے انکار کر دیا۔ مجھے دھتکار دیا۔ میری بیوی کو مجھ سے دور کر دیا پھر مجھے کچھ اور تو نہ بن سکا میں شکایت لے کر آپ کے عامل مدینہ مروان بن حکم کے پاس گیا اور اسکو شکایت کی تو اس نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور پوچھا کہ تو اپنے بھتیجے اور اپنے لڑکی جو

دونوں میاں بیوی ہیں ان کے درمیان رکاوٹ کیوں بنا ہوا ہے؟ لڑکی کے باپ نے یہ کہہ دیا کہ وہ اسکی بیوی ہے ہی نہیں اور نہ اس نے اسکی شادی مجھ سے کی ہے۔ میں نے عرض کیا، اللہ امیر کو سلامت رکھے آپ لڑکی سے پوچھ لیں میں اسکی بات پر راضی ہو جاؤں گا تو عامل نے لڑکی کو بلایا لڑکی آئی اور عامل کے سامنے کھڑی ہوئی تو عامل کی نظریں اس پر خراب ہو گئیں اور پھر وہ بھی دشمن ہو گیا اور جھڑکا اور مجھے قید کرنے کا حکم جاری کر دیا میں تو گویا کہ آسمان سے زمین پر پھینک دیا گیا۔ میرے بعد اس کے باپ کو امیر نے کہا، کیا تو اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر سکتا ہے۔ میں ہزار دینار دوں گا اور مزید تجھے دس ہزار درہم دوں گا جس سے تو زندگی چین سے بسر کرے اور اس (مجھ) سے طلاق دلوانے کا میں ذمہ دار ہوں۔ لڑکی کے والد نے کہا، اگر ایسا کر لیتا ہے تو مجھے منظور ہے۔ جب اگلا دن آیا تو اس نے مجھے بلایا۔ میں دربار میں پہنچا تو وہ مجھ پر غضب ناک شیر کی طرح دھاڑا اور کہا، اے اعرابی سعدی کو طلاق دے دے میں نے انکار کر دیا تو اس نے مجھے مارنے کا حکم دیا۔ پھر مار پٹائی کے بعد دوبارہ جیل میں بھجوا دیا، جب دوسرا دن ہوا تو پھر بلایا اور کہا طلاق دے دے میں نے انکار کر دیا تو اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ کوئی اس کو بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ پھر جیل بھجوا دیا۔ پھر تیسرا دن ہوا تو اس نے پھر بلایا اور تلوار، چمڑا اور جلاد کو بھی بلوایا اور کہا، اے دیہاتی میرے رب کی بزرگی کی قسم اور میرے باپ کی شرافت کی قسم اگر تو اب طلاق نہ دے گا تو میں تیرے جسم اور گردن کو الگ الگ کروا دوں گا پھر جا کر میں نے قتل کے خوف سے طلاق سنت کے مطابق دے دی اس نے پھر مجھے جیل بھجوا دیا اور جب عدت پوری ہو گئی تو شادی کر لی اور اس کے ساتھ رات بسر کی پھر کہیں جا کر مجھے آزاد کیا اور اب میں وہاں سے آپ کے پاس فریاد لے کر حاضر ہوا ہوں۔ مجھے آپ کے عدل و انصاف کی امید ہے۔ مجھ پر رحم فرمائیے اے امیر المومنین اللہ کی قسم اے امیر المومنین مجھے غموں نے مشقتوں میں ڈال دیا ہے۔ رنج و فکر نے مجھے پگھلا کر رکھ دیا ہے۔ میں سعدی کی محبت میں عقل کھو بیٹھا ہوں

پھر اعرابی زار و قطار رونے لگ گیا اور قریب تھا کہ اس کی جان نکل جاتی پھر اس نے یہ اشعار کہے:

فِي الْقَلْبِ مِنِّي نَارٌ
وَالنَّارُ فِيْهَا الدَّمَارُ

میرے دل میں آگ (بھڑک رہی) ہے اور آگ نے دل میں ہلاکت برپا کر رکھی ہے۔

وَالْجِسْمُ مِنِّیْ سَقِیْمٌ
فِیْهِ الطَّبِیْبُ یُحَارُ

اور میرا جسم بیمار ہے اس میں طبیب بھی پریشان حیران ہے۔

وَالْعَیْنُ تَهْطِلُ دَمْعًا
فَدَمْعُهَا مِدْرَارٌ

اور آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں پس اس کے آنسو موسلا دھار بارش ہیں۔

حَمَلْتُ مِنْهُ عَظِیْمًا
فَمَا عَلَیْهِ اِصْطِبَارٌ

میں نے اس سے عظیم مشقت اٹھائی ہے پس اس پر صبر نہیں رہا۔

فَلَیْسَ لَیْلِیْ لَیْلٌ
وَلَا نَهَارِیْ نَهَارٌ

پس میری رات رات نہیں اور نہ میرا دن دن ہے۔

فَارْحَمْ کَئِیْبًا حَزِیْنًا
فُؤَادُهٗ مُسْتَطَارٌ

پس رنج وغم (کے مارے) پر رحم فرمایئے اس کا دل اڑا ہوا ہے۔

اُرْدُدْ عَلَیَّ سُعَادِیْ
یُثِیْبُكَ الْجَبَّارٌ

مجھ پر میری سعدی واپس کروا دیجئے جبار اللہ آپ کو ثواب دے گا۔

پھر اعرابی بے ہوش ہو کر گر پڑا گویا کہ اس پر بجلی گر گئی اس وقت امیر معاویہ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ بھی اٹھ گئے۔ اعرابی کو دیکھا، پھر بیٹھ گئے اور انا اللہ۔۔۔۔ پڑھا اور فرمایا: مجھے مروان بن حکم نے تنگ کر رکھا ہے۔ دین کی حدود میں اور مسلمانوں کے حرم میں ظلم ہو گیا ہے پھر دوات اور کاغذ منگوایا اور

مروان کے پاس لکھا کہ امابعد مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے اپنی رعایا پر بعض حدود دین میں ظلم کیا ہے اور ایک مسلمان کی عزت و حرمت کو پامال کیا ہے۔ جو ایک ٹکڑے یا ایک سلطنت کا مالک ہو اس کو ضروری ہے خاص طور پر کہ وہ اپنی نگاہ کو پست رکھے، اپنے نفس کو لذتوں سے روکے، والی تو اپنی رعایا کے لئے چرواہے کی طرح ہے۔ اپنی بکریوں کیلئے جب تو نرمی کرے گا تب ہی وہ تیرے ساتھ رہ سکیں گے۔ اگر تو ہی ان کیلئے بھیڑیا بن گیا تو کون ان کی حفاظت کرے گا۔ پھر یہ اشعار زیب قرطاس کئے:

وَلِيتَ وَيحَكَ أَمراً لَستَ تُحكِمُهُ
فَاستَغفِرِ اللّٰهَ مِن فِعلِ امرِئٍ زَانِ

تجھ کو والی بنایا گیا ہے افسوس تو اس کام میں تو صحیح انجام نہیں دے سکتا۔ اللہ سے استغفار کر زانی آدمی کے کام سے

قَد كُنتَ عِندِي ذَا عَقلٍ وَذَا أَدَبٍ
مَعَ القَرَا الطِّيبِيُّ تِمثَالاً وَفُرقَانِ

تو میرے نزدیک ایک بڑی عقل و ادب والا تھا باندیوں کے ساتھ۔ مثال بیان کرنے میں انصاف کے۔

حَتّٰى أَتَانَا الفَتَى العُذرِيُّ مُنتَحِبًا
يَشكُو إِلَينَا بِبَثٍّ ثُمَّ أَحزَانِ

یہاں تک کہ ہمارے پاس ایک عذری جوان آیا روتا ہوا اور ہمارے پاس شکوہ کرتا ہے رنج و غم کا۔

أُعطِي الإِلٰهَ يَمِينًا لَا أُكَفِّرُهَا
حَقًّا وَأَبرَأُ مِن دِينِي وَدَيَّانِي

میں نے معبود کو قسم (عہد) دیا ہے کہ کفارہ ادا نہیں کروں گا بہرحال میں ضروری طور پر اور میں بری ہوؤں گا اپنے دین سے اور اپنے خالق سے (گناہ قسم میں)

إِن أَنتَ خَالَفتَنِي فِيمَا كَتَبتُ بِهِ
لَأَجعَلَنَّكَ لَحمًا بَينَ عِقبَانِ

اگر تو نے میری مخالفت کی اس بات میں جو میں نے لکھی ہے تو میں تجھے گوشت (کے ٹکڑے ٹکڑے) کر دوں گا پرندوں کے درمیان۔

طَلِّقْ سُعَادَ وَعَجِّلْهَا مُجَهَّزَةً
مَعَ الْكُمَيْتِ وَمَعَ نَصْرِ بْنِ ذُبْيَانِ

سعدی کو طلاق دے دے اور اس کو تیار کر کے جلد روانہ کر کمیت اور نصر بن زبیان کی ہمراہی میں

فَمَا سَمِعْتُ كَمَا بُلِّغْتُ فِي بَشَرٍ
وَلَا كَفِعْلِكَ حُقَّ فِعْلُ إِنْسَانِ

ایسا تو میں نے کسی بشر کے بارے میں نہیں سنا جو مجھے پہنچا ہے اور نہ تیرے کام جیسا کسی انسان کو کام زیب ہے۔

فَاخْتَرْ لِنَفْسِكَ إِمَّا أَنْ تَجُودَ بِهَا
أَوْ أَنْ تُلَاقِيَ الْمَنَايَا بَيْنَ أَكْفَانِ

پس اپنے لئے اختیار کر یا تو اس کو سخاوت کر کے بھیج دے یا کفنوں میں موتوں سے ملاقات کر۔

خط پورا کیا اور کہا کہ میرے پاس ڈاک کے آدمی کمیت اور نصر بن زبیان لاؤ۔ جب وہ آئے تو کہا کہ یہ خط مروان بن حکم کے ہاتھ میں دینا، یہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور سلام کیا اور خط مروان کو دے دیا، مروان بار بار اس کو پڑھتا رہا پھر کھڑا ہو گیا اور سعدی کے پاس روتا ہوا گیا جب سعدی نے دیکھا تو پوچھا، اے سردار کیا ہو گیا۔ کہا، امیر المومنین کا خط آیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تجھ کو طلاق دے کر واپس امیر کے پاس بھیج دوں، میری تمنا تھی کہ میں تیرے ساتھ دو سال کم از کم گزارتا۔ اس کے بعد پھر خواہ مجھے قتل کر دیا جاتا یہ مجھے زیادہ پسند تھا۔ آخر کار پھر اس نے اس کو طلاق دی اور اس کو امیر کے پاس بھیج دیا ساتھ یہ اشعار بھجوائے۔

لَا تَعْجَلَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَدْ
أُوفِي بِنَذْرِكَ فِي رِفْقٍ وَإِحْسَانِ

اے امیر المومنین جلدی نہ کیجئے بے شک میں آپ کی نذر پوری کر رہا ہوں نرمی و احسان کے ساتھ۔

وَمَا رَكِبْتُ حَرَامًا حِيْنَ أَعْجَبَنِيْ
فَكَيْفَ اُدْعٰى بِاسْمِ الْخَائِنِ الزَّانِيْ

اور جب مجھے ایک چیز پسند آئی تو میں نے حرام کا ارتکاب نہیں کیا تو پھر مجھے خائن، زانی کے نام سے کیوں پکارا گیا۔

أُعْذِرُ فَإِنَّكَ لَوْ أَبْصَرْتَهَا لَجَرَتْ
مِنْكَ الْأَمَانِيْ عَلٰى أُمْثَالِ إِنْسَانِ

میں معذرت کرتا ہوں بے شک اگر آپ بھی اس کو دیکھ لیں تو آپ کے (محبت سے) آنسو جاری ہو جائیں۔

فَسَوْفَ يَأْتِيْكَ شَمْسٌ لَا يُعَادِلُهَا
عِنْدَ الْخَلِيْفَةِ إِنْسٌ وَّلَا جَانِ

پس عنقریب آپ کے پاس آفتاب آ رہا ہے خلیفہ کے پاس کوئی انس یا جن اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لَوْلَا الْخَلِيْفَةُ مَا طَلَّقْتُهَا أَبَدًا
حَتّٰى أُضَمَّنَ فِيْ لَحْدٍ وَّكَفَّانِ

اگر خلیفہ نہ ہوتا تو میں اسکو کبھی طلاق نہ دیتا یہاں تک کہ میں قبر و کفن میں مل جاتا

عَلٰى سُعَادِ سَلَامٌ مِنْ فَتًى قَلِقٍ
قَدْ خَلَّفَتْهُ بِأَوْصَابٍ وَّ أَحْزَانِ

سعدی پر سلام ہو دل گرفتہ جوان کی طرف سے جس کو وہ مصیبتوں اور رنجوں میں چھوڑنے جا رہی ہے پھر یہ خط قاصدوں کو دے دیا اور لڑکی بھی حکم کے مطابق ان دونوں کے حوالے کر دی جب یہ مختصر قافلہ امیر کے پاس پہنچا تو انہوں نے خط کھولا اور اشعار پڑھے اور پھر فرمایا۔ واللہ اشعار بہت اچھے کہے ہیں لیکن اپنے ساتھ برا کیا ہے پھر لڑکی کو بلوایا دیکھا تو نرم و نازک لڑکی ہے اس کو دیکھنے والے کی عقل و ہوش اڑ جاتے ہیں امیر معاویہؓ کو تعجب ہوا۔ اور اپنے ہم نشینوں کو فرمایا واللہ یہ لڑکی کامل تخلیق والی ہے۔ اگر اس کی نعمت کامل ہو تو اس کے مالک کیلئے ہوگی پھر اس کو بلوایا گفتگو کی وہ عرب کی فصیح بلیغ عورت نکلی، پھر

حضرت امیر معاویہؓ نے (اعرابی کا امتحان محبت لیتے ہوئے) فرمایا۔ کیا تجھ کو اس کے بدلے صبر ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے کہ میں تجھ کو تین کنواری لڑکیاں دوں اور ہر لڑکی کے ساتھ ہزار درھم ہوں اور ہر ایک کے ساتھ دس دس جوڑے خز، دیباج، حریر، کتان (یہ قسم ریشم کی اقسام ہیں) کے ہوں اور جو مسلمان کیلئے وظائف ہیں وہ تیرے اور ان کیلئے مقرر کر دوں اور دوسرے عطیے اور بخشش بھی کر دوں؟ جب حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی بات مکمل کی تو اعرابی چیخ مارتا ہوا بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت امیر معاویہؓ کہ شاید مر گیا ہے جب افاقہ ہوا تو امیر معاویہؓ نے پوچھا اے اعرابی کیا حال ہے؟ کیا بہت برا حال ہے اے امیر المومنین میں آپ کے عدل کے صدقے مروان کے ظلم سے پناہ مانگتا ہوں پھر یہ اشعار کہے۔

لَا تَجْعَلَنِّيْ ذَهَاكَ مِنْ مَلِكٍ
كَالْمُسْتَجِيْرِ مِنَ الرَّمْضَاءِ بِالنَّارِ

اللہ آپ کو ہدایت بخشے مجھے مال نہ دیں (اور مجھے اس طرح نہ کریں) جو پناہ پکڑنے والا ہے سورج کی گرمی سے جہنم کے ساتھ

أُرْدُدْ سُعَادَ عَلٰى جَرَّانِ مُكْتَئِبِ
يُمْسِيْ وَيُصْبِحُ فِيْ هَمٍّ وَتَذْكَارِ

سعدی کو سخت پیاسے غم کے مارے پر لوٹا دیجئے جو صبح و شام اس کی ہی یاد و فکر میں کرتا ہے۔

قَدْ شَفَّهُ قَلَقٌ مَا مِثْلُهُ قَلَقٌ
وَأَسْعَرَ الْقَلْبَ مِنْهُ أَيَّ إِسْعَارِ

بے شک اس کو شفاء دی ایسی تکلیف نے جس کے مثل کوئی قلق و تکلیف نہیں اور قلب نے اس سے بہت آگ بھڑکا رکھی ہے۔

وَاللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا أَنْسٰى مَحَبَّتَهَا
حَتّٰى أُغَيَّبَ فِيْ قَبْرِيْ وَأَحْجَارِيْ

اللہ کی قسم اللہ کی قسم میں اس کی محبت نہیں بھول سکتا یہاں تک کہ میں اپنی قبر میں غائب ہو جاؤں اور پتھروں میں۔

كَيْفَ السُّلُوُّ وَقَدْ هَامَ الْفُؤَادُ بِهَا؟
فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنِّيْ غَيْرُ كَفَّارٍ

صبر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ دل اس کے غم و فکر میں ہے۔ پس اگر آپ (میری سعدی کو آزاد) کریں تو میں ناشکرا نہیں ہوں

فَاجْعَلْ بِفَضْلِكَ وَافْعَلْ فِعْلَ ذِيْ كَرَمٍ
لَا فِعْلَ غَيْرِكَ فِعْلَ اللُّؤْمِ وَالْعَارِ

اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں اور کرم والے کا سا فعل کریں نہ اپنے غیر (مروان) جیسا فعل کریں جو ملامت و عار ہے پھر اعرابی نے کہا اے۔ امیر المومنین! اللہ کی قسم آپ اپنی پوری خلافت کا مال مجھے دے دیں تب بھی میں سعدی کے بغیر راضی نہ ہوں گا اور بنی عامل کے مشہور مجنون نے بلکل سچ کہا ہے،

أَبَى الْقَلْبُ إِلَّا حُبَّ لَيْلَى وَبُغِّضَتْ
إِلَيَّ نِسَاءٌ مَا لَهُنَّ ذُنُوبُ

دل نے (تمام عورتوں کا) انکار کر دیا ہے سوائے لیلیٰ کی محبت کے اور میرے نزدیک تمام عورتوں سے نفرت ہے اگرچہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

وَمَا هِيَ إِلَّا أَنْ أَرَاهَا فُجَاءَةً
فَأُبْهَتَ حَتَّى لَا أَكَادُ أُجِيْبُ

اور کچھ نہیں بس یہ کہ میں اس کو اچانک دیکھ لوں اور (اس کے دیدار میں) مبہوت ہو جاؤں یہاں تک کہ جواب بھی نہ دے سکوں جب اعرابی شعر سے فارغ ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اے اعرابی تو ہمارے پاس اقرار کر چکا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور وہ (عدت گزار کر) جدا بھی ہو چکی ہے اور مروان سے بھی لیکن ہم اس لڑکی کو اختیار دیتے ہیں کہ جس کے پاس چاہے جائے، اعرابی نے کہا ٹھیک ہے امیر المومنین۔ پھر امیر معاویہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے سعدی ہم میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ امیر المومنین اپنی عزت و شرف و محل کے ساتھ یا مروان اپنے ظلم و غضب کے ساتھ یا یہ اعرابی اپنی بھوک اور تڑپ کے ساتھ؟ تو لڑکی نے اپنے چچا زاد کی

طرف اشارہ کیا اور کہا۔

هٰذَا وَإِنْ كَانَ فِيْ جُوْعٍ وَإِظْمَارِ
أَعَزُّ عِنْدِيْ أَهْلِيْ وَمِنْ جَارِيْ

یہ اگرچہ بھوک و افلاس میں ہے (لیکن پھر بھی) میرے نزدیک میرے اہل و پڑوس میں سب سے باعزت ہے۔

وَصَاحِبِ التَّاجِ أَوْ مَرْوَانَ عَامِلُهُ
وَكُلِّ ذِيْ دِرْهَمٍ مِنْهُمْ وَدِيْنَارِ

اور (یہ اعرابی محبوب ہے مجھے) صاحب تاج سے اور اس کے عامل سے اور ہر درہم و دینار والے سے پھر لڑکی نے کہا۔ اے امیر المومنین! اللہ کی قسم میں حوادثات زمانہ کے باوجود اس کو رسوا کرنے والی نہیں ہوں۔ میری اس کے ساتھ بہت عمدہ زندگی بسر ہوئی ہے تو اب تنگی و مشکلات میں بھی صبر کروں گی اور سختی و نرمی بھی برداشت کروں گی اور عافیت و مصیبت میں اس کے ساتھ رہوں گی اور جو اللہ نے اس کے ساتھ میری قسمت میں لکھا ہوگا اس پر راضی رہوں گی۔ اس کی کامل عقل و حسن کی وجہ سے اور آپ کے ہم نشین بھی محفوظ ہوئے۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے لئے دس ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا۔

(خواتین اسلام کا ایمان افروز واقعات ص: ۹۲)

ختم شدہ

ایک نوعمر قلمکار کی تصنیفی وتالیفی خدمات

حکیم محبوب الرحمن قریشی

ایڈیٹر ہفت روزہ 'نقیب ملت' راولپنڈی

برادر عزیز محترم مولانا سعید الحق جدون حفظہ اللہ تعالیٰ نوعمری میں کئی کتابیں کی تصنیف و تالیف کر چکے ہیں۔ موصوف سے بندہ کا تعلق دوران طالب علمی سے ہے جب وہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم تھے اور ناچیز بابائے جمعیۃ حضرت مولانا غلام ہزاروی کے سب سے چھوٹے داماد پروفیسر مولانا مظفر اقبال قریشیؒ کی زیر ادارت ماہنامہ صدائے حریت میں کام کر رہا تھا۔ مولانا مظفر اقبال قریشیؒ چند سال رفاقت کے بعد ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے اور یوں میدان صحافت میں تربیتی مراحل سے گزرنے والا ایک ناتجربہ کار قلمکار ماہنامہ "صدائے حریت" کا مدیر بن گیا۔ سچ ہے بڑوں کی موت چھوٹوں کو بڑا بنا دیتی ہے۔ ورنہ مجھ جیسا نااہل صدائے حریت جیسے مجلہ کا مدیر بننے کے قابل نہ تھا۔

ماہنامہ صدائے حریت کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی ملک بھر سے مختلف انواع کے قلم کاروں اور لکھاریوں سے واسطہ پڑا۔ جن میں اکثر لکھنے کا ذوق وشوق رکھتے تھے لیکن ان کی تحریریں پختہ نہ تھیں لیکن ان کی محنت اور شوق کو دیکھتے ہوئے ان کی کچی تحریریں ردی کی نذر کرنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ بالآخر صدائے حریت کی ٹیم کے ساتھ مشاورت کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ "صدائے حریت" کو ایسے نوعمر اور ناتجربہ کار قلمکاروں کے لئے "قلمی ورکشاپ" کا درجہ دے دیتے ہیں۔ تاکہ ایسے قلمکار اپنے ذوق کی تسکین وتحصیل کے لئے صدائے حریت کو زینہ بنا کر قلمی دنیا کی بلندیوں کو چھو سکیں۔ اسی قلمی ورکشاپ کے ایک نوعمر قلمکار مولانا سعید الحق جدون بھی تھے۔ جن کی صدائے حریت حوصلہ افزائی کرتی رہی اور وہ آگے بڑھتے رہے۔ آج مولانا سعید الحق جدون ہمارے لئے قابل فخر ہیں کیونکہ ان کے قلمی غنچوں کی آبیاری میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

مختلف موضوعات پر لکھی گئیں کتب جن میں "ہماری تعلیمی زبوں حالی، اسباب وتدارک"، زبان کی شرارتیں، امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ، مولانا شیر علی شاہ کی درسگاہ میں اور "کشکول حکایات" مولانا موصوف کی رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب کشکول حکایت کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس میں عبرت انگیز واقعات اور دلچسپ لطائف وظرائف کا وافر ذخیرہ ہے۔ جو خطباء کی تقاریر کو اور اہل قلم کی تحریرات کو دلچسپ اور پرلطف بنانے کے لئے ایک حریدار مصالحہ کی مانند ہے۔ اور عقل والوں کے لئے موجب عبرت واصلاح ہے، کیونکہ حکایات کو نقل کرنا قرآنی اور نبویؐ اسلوب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "نحن

نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك ھذا القرآن (یوسف:۳)

قدیم زمانے سے لوگوں کی اکثریت حکایات وقصص کو رات سونے سے قبل خواب آور گولی کے طور پر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں اور دور جدید میں حکایات "افسانہ" کا روپ دھار کر جھوٹ کا پلندہ بن چکی ہیں۔ جس سے نسل نو کے اذہان وقلوب کو پراگندہ کر کے ان کی سوچوں کا رخ بدلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے "مولانا سعید الحق جدون کو جنھوں نے "کشکول حکایات" کے عنوان سے افسانوی رنگ سے پاک دلچسپ، عبرت انگیز اور پند ونصیحت سے لبریز حکایات کا مجموعہ افادہ عام وخاص کے لئے مرتب کر کے منظر عام پر لا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو اور ان کی دیگر مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) حکیم مجیب الرحمٰن قریشی

ایڈیٹر ہفت روزہ نقیب ملت راولپنڈی

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
1	اسوہ رسول اکرمؐ	17	تاریخ علماء دیوبند
2	ماہنامہ عزم نو	18	ماہنامہ ندوۃ العلم
3	اکابر کا تقویٰ	19	تنبیہ الغافلین
4	کشف النظر	20	تاریخ الخلفاء
5	امام ابو حنیفہ کے حیرت انگیز واقعات	21	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات
6	حیواۃ الحیوان	22	حسن العزیز
7	جواہرات علمیہ	23	حلیۃ الاولیاء
8	ارواح ثلثہ	24	شرح مقامات للشریشی
9	خطبات حکیم الاسلام	25	تفسیر ابن کثیر
10	اشرف الھدایہ	26	بائبل سے قرآن تک
11	احیاء العلوم	27	مخزن اخلاق
12	توضیح السنن	28	تذکرہ الاولیاء
13	تاریخ اسلام	29	ماہنامہ بنات عائشہ
14	تراشے	30	آنسوؤں کا سمندر
15	عینی شرح ھدایہ	31	نفیس پھول
16	مشاہیر اسلام	32	مناقب موفق

33	اکابر کا تقوی	53	خزائن السنن
34	تاریخ مشائخ چشت	54	وفیات الاعیان
35	نزھۃ المجالس	55	تاریخ بغداد
36	حدائق الحنفیہ	56	خلافت وحکومت
37	حکایتوں کا گلدستہ	57	موت کی یاد
38	ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ	58	حیاۃ صحابہ
39	ماہنامہ صدائے حریت	59	یاد ماضی
40	اعلام الاخبار	60	سیرت النعمان
41	مرنے کے بعد کیا ہوگا	61	العقد الفرید
42	طائفہ منصورہ	62	خطبات قاسمی
42	سہ ماہی الفرید	63	اداب المتعلمین
43	ہفت روزہ ضرب مومن	64	ماہنامہ الجمعیت
44	ہفت روزہ اسلام	65	ماہنامہ وفاق المدارس
45	فضائل صدقات	66	الازھار علی کتاب الاثار
46	مقدمہ المنجد	67	لطائف علمیہ
47	بکھرے موتی	68	درس مقامات
48	الانساب للسمعانی	70	سیرت حلبیہ
49	سیرت مصطفی	71	جواہر پارے
50	سوانح قائد ملت	72	درس تفسیر
51	سوانح مجاہد ملت	73	قراۃ الواعظین
52	تاریخ الخلفاء	74	ریاض الصالحین

75	ندائے منبر ومحراب	96	کشکول معرفت
76	ہفت روز بچوں کا اسلام	97	ماہنامہ صدائے اسلام
77	تحفۃ الطلباء والعلماء	98	فضائل ایمان
78	مثالی بچپن	99	ہفت روزہ پاکستان ڈائجسٹ
79	تاریخ ابن اثیر	100	سنہرے اوراق
80	فتاوی دارالعلوم دیوبند	101	جنگ سنڈے میگزین
81	ہفت روزہ القلم	102	معارف القرآن
82	رسالہ ختم نبوت	103	خواتین اسلام کے ایمان افروز واقعات
83	دلیر چرواہا	104	کتابوں کی درسگاہ میں
84	علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات	105	کنزل العمال
85	دنیا میرے آگے	106	ہفت روزہ اہلحدیث
86	بغیۃ الوعاۃ	107	وعظ مسلم خوابیدہ
87	مزارات	108	ثمرات الاوراق
88	متاع وقت اور کاروان علم	109	ایکسپریس سنڈے میگزین
89	والدین کے حقوق	110	موت کا منظر
90	سبق آموز واقعات	111	تاریخ فرشتہ
91	مشاہیر امت	112	حکایت سعدیؒ
92	وعظ حرام روزی کی نحوستیں	113	کتاب الاذکیاء
93	تفسیر کبیر	114	حیاۃ صحابہؓ
94	تاریخ الیافعی	115	مصنف عبدالرزاقؒ
95	اخبار النسائی لابن جوزی	116	بستان العارفین

کشکول حکایات

جس میں ہزاروں صفحات سے چنے ہوئے دلچسپ واقعات، عبرت
انگیز قصے، علمی لطائف، گراں قدر مفید نصائح، زہد و استغناء،
ادب واحترام، حق پسندی، خشیت الٰہی، اخلاق حمیدہ، وقت کی
قدر اور ان جیسے زرین روح پرور مضامین موثر انداز میں منتخب
کئے گئے ہیں، جن کے پڑھنے سے قاری کے ذہن میں علم وعمل
کے حوالے سے ایک نیا ولولہ اور احساس پیدا ہوگا۔

تالیف

مولانا سعید الحق جدون

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ